جو کربلا میں شاہِ شہیداں سے پھر گئے
کعبہ سے منحرف ہوئے قرآں سے پھر گئے

(امیر مینائی)

کوئے عشق

أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ

تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم کو محبت ہے

(متفق علیہ بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث)

تیرے حریم ناز کا اس کو ملا نہ راستہ
جس کی سیاہ رات میں اشکوں کی روشنی نہیں

(علیم اللہ شاہ وارثی)

کوئے عشق محض ایک کتاب نہیں، لوح درد ہے جس پر ایک عاشق اہل درد و محبت کے لیے درد و الم، سوز و گداز، گریہ و زاری، نالہ و فریاد، اشک و غم، آہ و بکا، شیون و فغاں اور قلب و روح میں پنہاں، جذبات و کیفیات بصورت تحریر رقم کر رہا ہے

کربلا نہ ہوتی تو ہمارے دل درد و الم سے پھٹ جاتے، کربلا ہی تو ہم بے کسوں کی ڈھارس ہے

یادِ یار ہمہ وقت عاشق کے قلب، ذہن، دہن اور روح پر قابض رہتی ہے

سچی بات ہے کہ دل اک ٹکڑا درد کا اور روح نینویٰ کے قریب ہے

مصنف: سید فدا حسین شاہ

مصنف:	سید فدا حسین شاہ
پروف ریڈنگ:	سید عامر علی، سید امان علی، سید شبر علی
پروف ریڈنگ:	عائشہ فدا، ادا بتول، عترت فاطمہ
نظر ثانی:	ڈاکٹر گستاسپ خان
کمپوزنگ/ ڈیزائننگ:	سید واصف علی، عائشہ فدا، ادا بتول
پیشکش:	صاحبزادہ سید حضرت شاہ
فیضانِ نظر:	الحاج سید مسکین شاہ قادری، سید امان علی شاہ قادری
ناشر و طابع:	حسینیہ امانیہ پبلیکیشنز، سید آباد شریف، کوٹ نجیب اللہ، ہری پور
اشاعت:	بار اوّل، ستمبر 2024
تعداد:	1000

علاوہ ازیں یہ کتاب '' کوئے عشق '' مصنف کے نام کے ساتھ Google
اور ہمارے فیس بک گروپ '' نورِ کربلا '' پر دستیاب ہے

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

پیش لفظ

یہ دنیا اور اس کی زندگی چند روزہ ہے مگر اس کا سلسلہ عالم ارواح سے لے کر محشر تک پھیلا ہوا ہے۔ اللہ نے ہر انسان کو فطرت سلیمہ پر خلق کیا اور شقاوت وسعادت کے سلسلے بھی بہت دور تلک پھیلے ہوئے ہیں۔ کچھ عالم ارواح کی عطا ہے تو کچھ انسان کا اپنا ارادہ، عمل اور اختیار۔ خالق کے ساتھ حضرت انسان کا رشتہ بہت پیارا ہے چاہے کوئی انسان اس کا اقرار کرے یا انکار۔ یہ دائمی تعلق اور احساس ہی بہت خوبصورت ہے کہ مجھے کسی اور نے نہیں میرے اللہ نے خلق کیا ہے۔ ماں کے ساتھ انسان کا رشتہ، قرب، محبت، تعلق اور معیت رحم مادر سے چلی آتی ہے اور ماں کے پیٹ میں گزرنے والا عرصۂ حیات ماں کے ساتھ انمول تعلق کا عکاس ہے۔ کچھ خصائل وکمالات انسان کو باپ سے خون کے ذریعہ منتقل ہوتے ہیں اور ماں کے دودھ کی تاثیر تو ضرب المثل ہے۔ کہا گیا کہ انسان کی عادتیں اور خصلتیں نسلوں کا پتہ دیتی ہیں۔

جس ماحول میں انسان آنکھ کھولتا ہے، وہ اس کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ صلحاء وابرار کی صحبت اور اشقیاء و اشرار کی صحبت کس حد تک انسان کے اخلاق وکردار کو متاثر کرتی ہے، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ صحبت صالح اور صحبت طالع پر اقوال واشعار ومحاورہ جات کی کمی نہیں۔ چنانچہ ہر انسان کو اللہ نے مختلف بنایا ہے۔ رنگ، روپ، قد کاٹھ، حسب، نسب، صلاحیت، علم، فہم، شعور، استعداد، بخت، رزق اور ان گنت جہات سے ہر ایک انسان دوسرے سے مختلف ہے اور یہ قدرت کا حسن صناعت ہے کہ جس کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں۔

اس دنیا کی زندگی میں انسان مختلف مراحل سے گزرتا ہے، مختلف احساسات وجذبات کے ساتھ پروان چڑھتا ہے۔ کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے، کہیں خوشیاں سمیٹتا ہے تو کہیں غم وآلام سے گزرتا ہے۔ کہیں مسکراہٹیں اور قہقہے ہیں تو کہیں سسکیاں اور آہیں، کہیں پریشانیوں سے نڈھال ہو رہا ہوتا ہے تو کہیں شادمانیوں سے مالا مال ہوتا ہے۔ کہیں محبتیں بانٹتا نظر آتا ہے تو کہیں نفرتیں کارفرما نظر آتی ہیں۔ کہیں اپنائیت، صلہ رحمی اور خودداری نظر آتی ہے تو کہیں انتقام، قطع رحمی اور خودغرضی۔ کہیں جفا، دھوکہ اور غداری ہے تو کہیں وفا، اخلاص اور فداکاری۔ کہیں نالہ وشیون ہے تو کہیں جشن ومسرت، کہیں سسکتی ہوئی انسانیت ہے تو کہیں بے حسی کا غلبہ، کہیں صبر واستقامت ہے تو کہیں ظلم وجور، کہیں حق گوئی ہے تو کہیں حق تلفی، کہیں ریاکاری ہے تو کہیں صدق وانکساری، کہیں نخوت وغرور ہے تو کہیں کسر نفسی، کہیں سفاکیت ہے تو کہیں کرم جوئی ہے۔ کہیں تنگ نظری ہے تو کہیں وسعت قلبی، کہیں فرقہ پرستی ہے تو کہیں درد وحدت، کہیں شر پسندی ہے تو کہیں دریائے محبت۔

کہیں سنگ دلی ہے تو کہیں نرم دلی ہے، کہیں جہالت ہے تو کہیں شعور، کہیں حسد ہے تو کہیں خندہ پیشانی، کہیں بے حسی ہے تو کہیں بے بسی، کہیں کم ظرفی ہے تو کہیں عالی ظرفی، کہیں وحشت و درندگی ہے تو کہیں کرم نوازی۔ کہیں تو اہمات ہیں تو کہیں یقین کامل، کہیں دکانداری ہے تو کہیں پیر کامل، کہیں سود وزیاں ہے تو کہیں رہبر کامل۔ کہیں جادو ہے تو کہیں ید بیضا داری، کہیں رذالت ہے تو کہیں حشم، کہیں کمینگی ہے تو کہیں سطوت، کہیں بزدلی ہے تو کہیں شجاعت، کہیں بخل ہے تو کہیں سخاوت، کہیں سعادت ہے تو کہیں شقاوت۔ کہیں مقتول ہیں تو کہیں قاتل، کہیں مظلوم ہیں تو کہیں ظالم، کہیں ابرار ہیں تو کہیں اشرار، کہیں للّٰہیت ہے تو کہیں ابلیسیت، کہیں چراغ مصطفوی ہے تو کہیں شرار بولہبی، کہیں حسینیت ہے تو کہیں یزیدیت۔

انسان بحیثیت مجموعی اضداد کا مجموعہ ہے سوائے خاصان بارگاہ الٰہی کے، زندگی کے سفر پر انسان ان مختلف کیفیات واحساسات سے گزرتا ہے۔ ہمارے گرد وپیش روزانہ کی بنیاد پر ان کیفیات پر مشتمل ہزار ہا تماشے ہوتے ہیں اور کتب میں زندگی کی شروعات سے لیکر اب تک کے گزشتہ تماشے بھی درج ہیں۔ ایک اچھا تماش بین ان تماشوں سے عبرت پکڑ کر اپنی راہ متعین کر سکتا ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشہ مرے آگے

(مرزا اسداللہ خان غالب)

جب سے ہوش سنبھالا، جذبات واحساسات کے ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے ان تماشوں کو دیکھتا چلا آیا اور انسانی کیفیات اور اس کے انسانی زندگی پر اثرات کا بغور مطالعہ کیا۔ اپنے شعور اور لاشعور میں بسے جہاں بینی کے تمام دفاتر کھول کر چاہا کہ ان کو محبت کے احساس میں نچوڑ کر کچھ معروضات قلمبند کر دوں۔ میری گزشتہ تحریر شدہ دو کتب ''نور کربلا اور اقبال'' اور ''کارزار عشق'' کے بعد کسی اور کتاب کے لکھنے کا ارادہ تو نہ تھا مگر القا وعطا کا ایک ایسا سلسلہ جاری ہوا کہ خود بخود الفاظ جملوں میں اور جملے کتاب کی صورت برآمد ہوتے چلے گئے۔ پچھلی دو کتب کی پذیرائی اور قارئین کی محبت واصرار بھی وجہ تصنیف بنی۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیھا کی سوانح اور سفر کوفہ وشام کے واقعات وتفاصیل بھی ناپید تھیں اس لیے بھی تحریر کی صورت بنی۔ کچھ یزیدیت کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کا اہل سنت پر بسرعت اثر انداز ہونا بھی وجہ تالیف بنی۔ اور کچھ امر کے سلسلے بھی ہیں جو کسی ارادے اور تدابیر پر حاوی ہوتے ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متواتر اور متفق علیہ حدیث میں فرمایا: **أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ** ''، تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہے۔ شارحین حدیث نے اس حدیث کے تحت لکھا کہ آدمی جس سے محبت کرے اس سے کہہ دے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اجداد وآباء کی محبت تو خمیر میں رکھی گئی حضرت انسان کے، نہ تو یہ گھٹی میں پلائی جاتی ہے اور نہ ہی سکھلائی جاتی ہے۔ یہ تو روح اور دھڑکنوں میں قدرت کی طرف سے رکھ دی جاتی ہے۔ صد شکر کہ ہماری نسبت کربلا سے ہے اور کربلا کی محبت ہماری روح میں ایسے سرایت کی ہوئی ہے جیسے بدن میں خون موجزن رہتا ہے۔

کوئے عشق محض ایک کتاب نہیں، لوح درد ہے جس پر ایک عاشق اہل درد و محبت کے لیے درد و الم، سوز و گداز، گریہ وزاری، نالہ وفریاد، اشک و غم، آہ و بکا، شیون وفغاں اور قلب وروح میں پنہاں، جذبات و کیفیات بصورت تحریر رقم کر رہا ہے۔ لوح درد، القا و عطا کا ایک سلسلہ ہے۔ لوح درد(درد کی تختی)، سرشاری وسرور، کیف وحزن، درد و مودت سے معمور ہے اور لوح درد پر لکھی جانے والی اس تحریر کی کیفیات نا قابل بیان ہیں۔

کربلا کے واقعات اور پر درد مصائب و آلام کا تذکرہ اور اس طرف توجہ مبذول کرانے کا واحد مقصد اتمام حجت ہے، لشکر یزید میں چھپے ہوئے حر تلاش کرنا ہے اور اہل مودت کو حقائق و معارف سے آگاہ کرنا ہے۔ کوئی یہ شکوہ نہ کر سکے کہ ہمیں تو معلوم ہی نہ تھا۔ کربلا کی محبت تو عالم ارواح کی عطا ہے اور خوش بختوں کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے اور سعادت مندوں کے خمیر میں رکھ دی گئی ہے۔ کربلا کا ابلاغ عام ہمارا فرض اولیں و دعوت دیں ہے۔ کسی کو آل عبا کا ذکر زبردستی نہیں یاد کرایا جا سکتا اور نہ ہی کربلا والوں کی مودت لوگوں کے دلوں میں انڈیلی جا سکتی ہے۔ کچھ لوگوں کی خصلت دھکا سٹارٹ گاڑی کی مانند ہوتی ہے، وہ کربلا کی حقیقت جانتے ہیں، درد سمجھتے ہیں اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ بھول جاتے ہیں۔ بار بار یاد دلانا پڑتا ہے، پھر بھول جاتے ہیں، دوبارہ یاد دہانی کرانی پڑتی ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔ صاحبان مودت وعشاق ان کے تو جسم میں خون کی مانند کربلا موجزن رہتی ہے، ان کے لیے ہر جگہ کربلا اور ہر دن یوم عاشور کی طرح ہوتا ہے۔

الحمدللہ، سب خواہشیں اور ساری حسرتیں پوری ہوئیں۔ اس کاوش کو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی عظیم بارگاہ میں ایک حقیر کا نذرانہ پیش کرتا ہوں اور دعا ہے کہ یہ کتاب بھی دیگر دو کتب کی طرح شرف قبولیت پائے، اللہ پاک سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے حرم پاک کی حاضری نصیب فرمائے، ہم سب کی جائز خواہشات پوری فرمائے، حسینیت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا و آخرت میں آبرو و عافیت عطا فرمائے۔

سید فدا حسین شاہ ترمذی

۲۱ اگست ۲۰۲۴ء بمطابق ۱۵ صفر المظفر ۱۴۴۶ ہجری

03009117066

fidahshah@gmail.com

کوئے عشق، لوحِ درد:

۱۶ ستمبر ۲۰۲۱ کی صبح نماز فجر کے بعد اقبال عظیم صاحب کی لکھی ہوئی نعت، جس کا مطلع ہے کہ

میں لب کشا نہیں ہوں اور محو التجا ہوں
میں محفل حرم کے آداب جانتا ہوں

سننے کا موقع ملا، جو ہمارے ایک شفیق اور مہربان بزرگ پیر سید شیر آغا صاحب نے یکہ توت شریف پشاور سے وٹس ایپ پر ارسال کی تھی۔ جس عشق، ذوق، مستی اور کیف سے یہ نعت لکھی، پڑھی اور بھیجی گئی اس نے مجھ ناکس و عاجز پر حیرت انگیز اثر کیا۔ اشکوں کا ایک سلسلہ رواں ہوا یوں جیسے شفاف موتیوں کی مالا ہو، جیسے ٹھنڈے اور میٹھے پانیوں کا چشمہ رواں ہو۔ یوں لگا جیسے میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور کھڑا ہوں، مواجعہ شریف کے سامنے اور عرض حال پیش کر رہا ہوں۔ نتیجتاً القا ہوا، کرم ہوا، کیف و سرور و معرفت کے کچھ راز آشکار ہوئے، عشق کی کچھ کیفیات عریاں ہوئیں، عیاں ہوئیں، کچھ پردے ہٹے، کچھ حجاب چھٹے۔ سچ کہا علیم اللہ شاہ وارثی نے

تیرے حریم ناز کا اس کو ملا نہ راستہ
جس کی سیاہ رات میں اشکوں کی روشنی نہیں

(علیم اللہ شاہ وارثی)

اشکوں کی روشنی نے عجب منظر دکھایا
پورا ماحول گریہ کناں نظر آیا

(سید فدا حسین شاہ ترمذی)

کیا دیکھتا ہوں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے انسان (اس وقت سات ارب سے زائد آبادی ہے) گزرے ہیں، جو قبور میں جا چکے، جو موجود ہیں، سب کے درد، سب کے اشک، سبھی غم، نالے، فریادیں، شیون، فغاں، گریہ، زاری، سسکیاں، آہیں، زخم، پھپھولے، شکوے، شکایتیں، حاصل زندگی، خوشیاں، سعی، کوشش، جذبے، لمحے، ہجر، وصل، تڑپ، اضطراب، دھڑکنیں، امنگیں، آرزوئیں، حسرتیں، پچھتاوے، سب جذبات، احساسات، ساری کیفیات ایک جگہ پر ہیں، یکجا ہیں۔ ان سب کو ایک برتن میں ڈال کر ان کی ہنڈیا ہلکی آنچ پر پکائی جا رہی ہے۔ پھر اس میں سے کچھ لقمے کھا کر اس کا ذائقہ میرے سارے وجود میں سرایت کر جاتا ہے اور اس کے اجزا میری روح میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ وہ کیف، وہ سرور، وہ مستی، وہ عشق، وہ کیفیت صفحہ قرطاس پر لانا ممکن نہیں مگر اس کی خوشبو کے اثر سے صاحبان درد خالی نہیں رہ سکتے۔ شاید یہی وہ آب حیات ہے جس کو پی کر عارف مشاہدہ کے مرحلے سے گزرتے ہیں۔ عشق و معرفت کا یہ گھونٹ پی کر ہی اسرار کھلتے ہیں، حقیقت کا ادراک حاصل کرتے ہیں۔ عشاق و طالب مولیٰ اس کیفیت کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں، عشق کے راہی اس کا حظ اٹھا سکتے ہیں۔

منظر عجب تھا اشکوں کو روکا نہیں گیا
ہنستا ہوا جو آیا تھا ہنستا نہیں گیا

(فاروق شفق)

ایک کباڑی کی دکان کا منظر سامنے رکھیے، ہر طرح کا سپیئر پارٹ بکھرا پڑا ہے، ہر طرح کی گاڑیوں کے سامان کا انبار لگا ہوا ہے۔ کہیں شیشے، کہیں بمپر، کہیں جالیاں، بریکس ہیں، گیئر ہیں، انجن ہیں، ونڈسکرینز، دروازے، کہیں دروازے کی ہتھیاں، سٹیئرنگ، سیٹیں، کلچ، ایکسیلیریٹر، ریڈی ایٹر، لائیٹس، اشارے، بونٹس تو کہیں ڈیش بورڈز بعینہ ہمارے اطراف درد کا میلہ سجا ہے۔ ہر ایک کا درد، ہر طرح کا درد، ہاں جو درد سے آشنا نہیں یا درد کی کیفیات سمجھتا نہیں وہ کسی کے درد کو کیا جانے؟ اس کو سمجھنے کے لیے پطرس بخاری کا وہ مضمون سامنے رکھیے ''انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا''۔ درد کا بازار ہے بلکہ درد کا میلہ لگا ہوا ہے اور ہر طرف درد ہی درد بکھرا پڑا ہے۔ کہیں درد قولنج، کہیں درد جگر، کہیں درد فراق، کہیں اضطراب وصل، کہیں کوئی ایک درد تو کہیں کوئی دوسرا درد۔ لوگ آ جا رہے ہیں، میلہ لوٹنے، اپنے درد دے کر دوسرے درد لے جا رہے ہیں اور پھر بھی خوش نظر نہیں آتے۔ درد ہی تو خوشی ہے اگر راس آ جائے۔ جن کو درد راس آ گیا وہ رازِ حیات سے آشنا ہو گئے، انھیں خدا مل گیا، زندگی جینے کا مزہ مل گیا، بہانہ مل گیا۔ جو درد سے بھاگا تو بھاگ کر جائے گا کہاں، درد خود اس کے پیچھے پیچھے چلا آئے گا۔

اس القا و تحریر درد کے جواب میں ایک عارف باللہ سید غلام السیدین صاحب قادری گیلانی نے درج ذیل تحریر ارسال کی: جناب مکرمی سید فدا حسین شاہ ترمذی صاحب! شاہ صاحب، درد تو تعلق کی ہی ایک صورت ہے کبھی یہ بلاوا ہے جیسا حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا

مرید ہندی:

پڑھ لیے مَیں نے علومِ شرق و غرب ۔۔۔ رُوح میں باقی ہے اب تک درد و کرب

پیرِ رومی:

دستِ ہر نا اہل بیمار ت کُند ۔۔۔ سُوئے مادر آ کہ تیمار ت کُند

اور کبھی یہ اثر پیدا کرنے کا باعث ہے لیکن مختصراً عرض ہے افغانستان کے بزرگ رحمۃ اللہ علیہ (جواب مدینہ منورہ میں آسودہ خاک ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء کرام کی مثال بلب یا چراغ کی مانند ہے، ان کے سروں پر آگ ہوتی ہے (خود تو حدت عشق سے سوزاں ہوتے ہیں) لیکن دوسروں کے لیے باعث روشنی ہوتے ہیں۔ آپ کی کیفیت کے بارے میں پڑھ کر یہ شعر یاد آ رہا ہے

دل کو آزار محبت کے مزے آنے لگے
اس کے میں قربان جس نے درد پیدا کر دیا

والسلام سید غلام السیدین قادری گیلانی

ڈاکٹر گستاسپ خان صاحب جنوبی افریقہ میں پچھلی تین دہائیوں سے مقیم ہیں۔ایک نہایت نفیس، ملنسار، شفیق، دردمند، محبّ اہل بیت، عاشق صادق، مردحر، خوش نصیب، صاحب القاوعطا، صاحب رمزوکرم، طبیب، ادیب اور شاعر ہیں۔ڈاکٹر گستاسپ خان صاحب نے سید غلام السیدین قادری گیلانی اور راقم کی تحریر کے جواب میں کچھ رشحات عشق ارسال کیے:

درج بالا مختصر سی تحریر سید فدا حسین شاہ صاحب کے ذریعے مجھ تک پہنچی اگر چہ یہ تحریر کسی اور کی ہے لیکن سید صاحب کے عشق کے سامنے میرے نزدیک سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔حضرت سید صاحب کی صحبت اور ان کی کتب پڑھنے کی سعادت کے تجربے، میں، یہ لکھ رہا ہوں: ''عشق زندگی ہے، بقا ہے، تاج شاہی ہے، عشق کے بغیر کربلا کیسے ہوتا، عشق کے بغیر زم زم کیسے مچلتا، عشق کے بغیر ذبیح اللہ کا مقام کیسے ملتا، ذبیح اللہ نہ ہوتا تو کربلا کیسے ہوتا، کربلا نہ ہوتا تو زمانہ کیسا ہوتا-عشق نہ ہوتا تو یہ جہاں کیسا ہوتا، کھوٹے سے کھرا جدا کیسے ہوتا، میری جان عشق نہ ہوتا تو یہ جہاں نہ ہوتا۔بس دعا کرو عشق اگر نہ سہی تو عاشقوں کی خاک پا ہی بن جائیں''۔لیکن اس کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس میں عشق کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ مختصر تحریر نہ صرف عشق کا سمندر ہے جسے کوزے میں بند کر دیا گیا بلکہ یہ عشق وہ ہے جس کے بغیر کائنات بنانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جہاں عشق نہیں وہاں صرف ابلیس ہے اور اس کے پجاری ہیں۔اس تحریر کو سمجھنے کے لیے حضرت سید فدا حسین کی تالیف شدہ کتابوں ''نور کربلا اور اقبال'' اور'' کارزار عشق'' کو پڑھنا ضروری ہے، پھر شاید زندگی، بندگی، فناہ و بقا کی کچھ سمجھ آسکے۔واللہ! اگر مجھے ان کتابوں کو پڑھنے کی سعادت حاصل نہ ہوتی تو میں بھی اسلام کو چند رسومات کا مجموعہ سمجھ کر بیٹھا ہوتا اور جنت کی لالچ میں مطمئن بیٹھا ہوتا جو یقیناً ایک امرِ محال ہے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا ہے

قتیل شفائی کے اس شعر کی نسبت سید فدا حسین شاہ صاحب کی طرف مبذول کرانے کی ادنیٰ سی کاوش ہے، کہ شاید عشق کی جس آگ میں سید صاحب حقیقی معنوں میں خود جل رہے ہیں، اس کی ذرا سی تپش محسوس کر کے شاید کوئی خوش نصیب اس درد کی لذت محسوس کر کے دونوں جہانوں میں کامیاب ہو سکے۔از: گستاسپ

تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہے:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:'' **أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ** ''،تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہے۔ یہ حدیث مبارکہ کتب احادیث میں تواتر کے ساتھ آئی ہے اور متفق علیہ ہے۔ بخاری و مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کی دیگر کتب اور حدیث کی سینکڑوں کتب میں موجود ہے۔ ذیل میں صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد سے صرف دو روایات درج ہیں۔اللہ پاک ہمیں حسین علیہ السلام کے غلاموں کی معیت عطا کرے اور جو جس کا محبّ ہو گا، وہ اس کے ساتھ ہو گا۔

صحیح مسلم، حدیث نمبر:, 6710 ،ترقیم فواد عبدالباقی، **كِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ** , حسن سلوک، صلہ رحمی اور ادب

.50 باب **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ**: باب: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے دوستی رکھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا، قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: " مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ: حُبَّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ ."

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: "تم نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟" اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے فرمایا: "تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم کو محبت ہے۔"

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات سے خوش ہوئے کہ ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! آدمی ایک آدمی سے اس کے بھلے اعمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور وہ خود اس جیسا عمل نہیں کر پاتا، تو آپ نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا، جس سے اس نے محبت کی ہے۔ شارحین حدیث نے اس حدیث کے تحت لکھا کہ آدمی جس سے محبت کرے اس سے کہہ دے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

سنن ابی داود/ أبواب النوم/ حدیث:5127، ترقیم فواد عبدالباقی

مولا علی علیہ السلام اور حدیث الطیر :

"حدیث الطیر" یعنی پرندے والی حدیث مولا علی علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ محبوب ہونے کی سند ہے۔ یہ حدیث اہل سنت کے ہاں متعدد محدثین نے اپنی کتب میں مختلف اسناد سے نقل کی ہے۔ جامع ترمذی میں یہ حدیث یوں نقل ہوئی ہے:

3721: **حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عِيسَى بْنِ عُمَرَ عَنْ السُّدِّيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ اللَّهُمَّ ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِي هَذَا الطَّيْرَ فَجَاءَ عَلِيٌّ فَأَكَلَ مَعَهُ.**

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پرندہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! میرے پاس ایک ایسے شخص کو لے آ جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کا گوشت کھائے، تو علی علیہ السلام آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا۔

یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ محبوب حضرت علی ابن ابی طالب علیھما السلام ہیں۔ اس حدیث کو اہل سنت محدثین میں سے حاکم نیشاپوری نے بخاری ومسلم کی شرط پر " صحیح "

قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ زبیر علی زئی نے "حسن" قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو ۳۰ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی ایک پوری جماعت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ پھر یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنھما سے بھی مروی ہے۔ حدیث الطیر کی بہت سی سندوں میں سے تاریخ دمشق لا بن عسا کر (192 / 45) میں امام دار قطنی والی روایت حسن لذاتہ ہے۔ حدیث الطیر کی تصحیح پر ایک دیوبندی فخر الدین الغلانی نے عربی زبان میں ''نیل الخیر بحدیث الطیر'' نامی کتاب لکھی ہے۔

مشکٰوۃ المصابیح ویلیہ اُجوبۃ الحافظ ابن حجر (ت: الأ لبانی)، ج3، ص1787، 1791، المکتب الإ سلامی، بیروت، لبنان

فتاوی علمیہ المعروف توضیح الاحکام، ص575–572، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، پاکستان

حدیث الطیر ہو یا خیبر کے موقع پر مولا علی علیہ السلام کو محبوبیت کی سند، ترمذی کی حدیث میں حسن وحسین علیھما السلام کے محبان کو محبوبیت خدا کی سند یا دیگر ہزار ہا احادیث جن میں محبان آل عبا و اہل بیت علیھم السلام کے لیے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبوبیت کی سند عطا کر رکھی ہے۔ اگر وہ ساری احادیث یہاں درج کروں تو کئی دفاتر درکار ہوں گے۔ اہل علم وعرفان ان احادیث سے بخوبی آگاہ ہیں۔ بفرمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ تم کو محبت ہے''۔

محبان اہل بیت کے لیے سعادتیں:

علماء نے تصریح کی ہے کہ محبت اہل بیت کو حسن خاتمہ میں دخل ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں سورہ شوریٰ کی آیت مودت کی تفسیر میں احادیث مبارکہ لکھی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ مَّاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا"

سُن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا وہ شہید ہے

"اَلا وَ مَنْ مَّاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُورً ا لَّهُ"

سن لو! جو اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے

"اَلا وَمَنْ مَّاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا"

سُن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا تو وہ توبہ کرنے والا ہو کر فوت ہوا

"اَلا وَمَنْ مَّاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلَ الْإِيمَانِ"

سُن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہو گا وہ مکمل ایمان کے ساتھ دُنیا سے گیا

"اَلا وَ مَنْ مَّاتَ عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهُ مَلَکُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَر ونکیر"

سن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اسے مَلَکُ الْمَوْت حضرت عزرائیل علیہ السلام اور پھر منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں

"اَلا وَمَن مَّاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يُزَقُّ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعُرُوسُ إِلَى بَيْتِ زوجها"

سن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اسے عزت کے ساتھ جنت کی طرف روانہ کیا جاتا ہے، جیسے دولہن دولہا کے گھر بھیجی جاتی ہے

"اَلا وَمَن مَّاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهُ فِي قَبْرِهِ بَابَانِ إِلَى الْجَنةِ"

سن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنت کے 2 دروازے کھول دیے جاتے ہیں

"اَلا وَمَن مَّاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللهُ قَبْرَهُ مَزَارَ مَلائِكَةِ الرَّحْمَةِ"

سُن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اُس کی قبر پر رحمت کے فرشتے زیارت کے لیے آتے ہیں

(تفسیرِ کبیر، پارہ 25، سورہ شوریٰ، تحت آیہ 23، جلد 09، صفحہ نمبر 595)

حدیث ثقلین، مقام غدیر خم، ولایت مولا علی علیہ السلام:

عن زيد بن أرقم رضى الله عنه قال: لمّا رجع رسولُ الله صلى الله عليه و آله وسلم مِن حجة الوداع و نزل غدير خم، أمر بدوحات، فقمن، فقال: كأنّي قد دعيتُ فأجبتُ، إني قد تركتُ فيكم الثقلين، أحدهما أكبر من الآخر: كتاب اللّٰه تعالٰى، و عترتى، فانظروا كيف تخلفونى فيهما، فإنّهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض .ثم قال: إن الله عزوجل مولاى و أنا مولى كلِ مؤمن .ثم أخذ بيد عليّ، فقال: مَن كنتُ مولاه فهذا وليه، اللّٰهم! والِ من والاه و عادِ من عاداه.

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو غدیر خم پر قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائبان لگانے کا حکم دیا اور وہ لگا دیے گئے پھر فرمایا: ''مجھے لگتا ہے کہ عنقریب مجھے (وصال کا) بلاوا آنے کو ہے، جسے میں قبول کرلوں گا۔ تحقیق میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جو ایک دوسرے سے بڑھ کر اہمیت کی حامل ہیں: ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری آل۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو اور وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی، یہاں تک کہ حوضِ (کوثر) پر میرے سامنے آئیں گی۔'' پھر فرمایا: ''بے شک اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مؤمن کا مولا ہوں۔'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں، اُس کا یہ ولی ہے، اے اللہ! جو اِسے (علی کو) دوست رکھے اُسے تو دوست رکھ اور جو اِس سے عداوت رکھے اُس سے تو عداوت رکھ۔''

1. حاکم، المستدرک، 3:109، رقم: 4576
2. نسائی، السنن الکبری، 5:45، 130، رقم: 8148، 8464
3. ابن ابی عاصم نے 'السنہ (ص: 644، رقم: 1555)' میں اسے مختصراً ذکر کیا ہے۔
4. طبرانی، المعجم الکبیر، 5:166، رقم: 4969

.5نسائی نے 'خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (ص:84، 85، رقم:76)' میں یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

.6ابو محاسن نے 'المعتصر من المختصر من مشکل الآ ثار (301:2)' میں نقل کی ہے۔

عن البراء بن عازب رضی اللّٰہ عنہ، قال: کنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فی سفر، فنزلنا بغدیر خم فنودی فینا الصلاۃ جامعۃ و کسح لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم تحت شجرتین فصلی الظھر و أخذ بید علیّ، فقال: ألستم تعلمون أنی أولی بالمؤمنین من أنفسھم؟ قالوا: بلی، قال: ألستم تعلمون أنی أولی بکل مؤمن من نفسہ؟ قالوا: بلی، قال: فأخذ بید علیّ، فقال: من کنتُ مولاہ فعلیّ مولاہ، اللّٰھم! والِ من والاہ و عادِ من عاداہ .قال: فلقیہ عمر رضی اللّٰہ عنہ بعد ذٰلک، فقال لہ: ھنیئاً یا ابن أبی طالب! أصبحتَ و أمسیتَ مولی کل مؤمنٍ و مُؤمنۃ.

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے، (راستے میں) ہم نے غدیر خم میں قیام کیا۔ وہاں ندا دی گئی کہ نماز کھڑی ہوگئی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو درختوں کے نیچے صفائی کی گئی، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ ظہر ادا کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب تر ہوں؟'' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں ہر مومن کی جان سے بھی قریب تر ہوں؟'' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! راوی کہتا ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ! اُسے تو دوست رکھ جو اسے (علی کو) دوست رکھے اور اُس سے عداوت رکھ جو اِس سے عداوت رکھے۔'' راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اُن سے کہا: ''اے ابن ابی طالب! مبارک ہو، آپ صبح و شام (یعنی ہمیشہ کے لیے) ہر مومن و مومنہ کے مولا بن گئے۔''

.1احمد بن حنبل نے 'المسند (281:4)' میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دو مختلف اسناد سے بیان کی ہے۔

.2ابن ابی شیبہ، المصنف، 78:12، رقم:12167

.3محبّ طبری، ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی:125

.4محبّ طبری، الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ، 126:3، 127

آیتِ کریمہ '**اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ**' (القرآن، المائدہ، 3:5) (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا) کے شانِ نزول میں محدثین و مفسرین نے یہ حدیثِ مبارکہ بیان کی ہے:

عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ، قال: مَن صام یوم ثمان عشرۃ مِن ذی الحجۃ کتب لہ صیام ستین شھراً، و ھو

یوم غدیر خم لما أخذ النبیا بید علیّ بن أبی طالب رضی اللّٰہ عنہ، فقال: ألست ولی المؤمنین؟ قالوا: بلی، یا رسول اللّٰہ! قال: مَن کنتُ مولاہ فعلیّ مولاہ، فقال عمر بن الخطاب: بخ بخ لک یا ابن أبی طالب! أصبحتَ مولای و مولی کل مسلم، فأنزل اللہ (اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اٹھارہ ذی الحج کو روزہ رکھا اس کے لیے ساٹھ (60) مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا، اور یہ غدیر خم کا دن تھا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مؤمنین کا والی نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مبارک ہو! اے ابنِ ابی طالب! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ٹھہرے۔ (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ’’آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔‘‘

1. خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 290:8
2. طبرانی، المعجم الأوسط، 324:3
3. واحدی، اسباب النزول:108
4. رازی، التفسیر الکبیر، 139:11
5. ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 176:45، 177
6. ابن عساکر نے ’تاریخ دمشق الکبیر (179:45)‘ میں یہ راویت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی لی ہے۔
7. ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 464:5
8. سیوطی نے ’الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (259:2)‘ میں آیت مذکورہ کی شان نزول کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے روز ’**من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ**‘ کے الفاظ فرمائے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

امام فخر الدین رازی ’**یَـا أَیُّهَـا الـرَّسُـوْلُ بَلِّغْ مَـآ أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ**‘، (القرآن، المائدہ، 67:5)، (اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجیے)، کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نـزلـت الآیة فی فضل علیّ بن أبی طالب علیه السلام، و لما نزلت هذه الآیةُ أخذ بیده و قال: مَن کنتُ مولاہ فعلیّ مولاہ، اللهم والِ من والاہ و عادِ من عاداہ .فلقیه عمر رضی اللّٰہ عنه، فقال: هنیئاً لک یا ابن أبی طالب، أصبحتَ مولای و مولی کلِ مؤمنٍ و مؤمنة .و هو قول ابن عباس و البراء بن عازب و محمد بن علی.

یہ آیتِ مبارکہ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے، جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! تو اُسے دوست رکھ جو اِسے دوست رکھے، اور اُس سے عداوت رکھ جو اِس سے عداوت رکھے۔ اُس کے (فوراً) بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور فرمایا: اے ابن ابی طالب! آپ کو مبارک ہو، اب آپ میرے اور ہر مؤمن اور مؤمنہ کے مولا قرار پائے ہیں۔ اِسے عبداللہ بن عباس، براء بن عازب اور محمد بن علی رضی اللہ عنھم نے روایت کیا ہے۔

.1 رازی، التفسیر الکبیر، 50،49:12

.2 ابن ابی حاتم رازی نے 'تفسیر القرآن العظیم (4:1172، رقم: 6609)' میں عطیہ عوفی سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی کہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 67 حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

.3 واحدی، اسباب النزول: 115

.4 سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، 298:2

.5 آلوسی، روح المعانی، 193:6

.6 شوکانی، فتح القدیر، 60:2

پاک اصلاب و پاک ارحام:

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے کہا:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

علامہ محمد اقبالؒ نے کہا:

خیمۂ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

کس نام سے وہ جو **اول ماخلق اللّٰہ نوری** کا مصداق ٹھہرا، وہ جس کا نور سب سے پہلے تخلیق کیا گیا اور جس کے نور سے کائنات کی ہر نعمت بنا کے بانٹ دی گئی۔ آپ، میں، ہم، ہمارا وجود، آسمان، زمین، پہاڑ، صحرا، دریا، بحر، بر، جنت، انبیاء، صحابہ، اولیاء، صالحین، شہداء، ہر ایک مقروض ہے وجودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور مستنیر ہے اسی نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ میں تاریخ کے جھروکوں میں دیکھتا ہوں تو مجھے یثرب میں جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ننھیال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جنابِ عبدالمطلب علیہ السلام کا بھی ننھیال ہے، تو وہاں ایک بچہ دکھائی دیتا ہے۔ ایک منظر میں دیکھتا ہوں کہ ایک بچہ تیر اندازی کا نشانہ لگاتا ہے، تیر اندازی کی مقابلہ بازی ہے، وہ بچہ جب تیر لگاتا ہے اور تیر نشانے پر بیٹھتا ہے تو وہ سینہ چوڑا کر کے

کچھ اشعار پڑھتا ہے، وہ بچہ کہتا ہے:

اَنَــا ابْـنُ هَــاشِـمْ   اَنَــا ابْـنُ سَـيِّـدِ الْبَـطْحَـا

میں ہاشم کا بیٹا ہوں   میں بطحا کے سردار کا بیٹا ہوں

آپ جان چکے ہوں گے کہ یہ بچہ کون ہے؟ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب علیہ السلام ہیں۔ اپنا دادا سب کو اچھا لگتا ہے، اپنا باپ بھی اچھا لگتا ہے۔ یہ وہ دادا ہے کہ جس کے پوتے پہ ہم سارے میں، آپ اور ہر امتی ان کے قدموں کی خاک پہ اپنے باپ دادا قربان کرنے کو تیار نظر آئیں گے، اگر نہیں تو ایمان ناقص ہے، بیسیوں احادیث اس پہ مؤید ہیں۔ کوئی اس وقت تک مومن کہاں ہوسکتا ہے جب تک کہ وہ اپنے باپ دادا سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے باپ دادا کو افضل نہ جان لے؟ اب میں دیکھتا ہوں تو تاریخ کے جھروکوں میں مجھے ایک اور منظر یاد آتا ہے۔ وہ جس کے نور کا صدقہ کائنات میں بٹا، ایمان بھی بٹا، دین بھی ملا، قرآن بھی ملا، بندگی بھی ملی، بزرگی بھی ملی۔ سب نعمتیں، ساری سعادتیں ملیں اس پیغمبرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

سلام اے ابو طالبؑ کے دامنِ شفقت

ملی ہیں تجھ سے بڑی ٹھنڈکیں زمانے کو

صحیح بخاری میں حدیثِ مبارک ہے اور قرآن پاک کی سورۃ الانفال کی تفسیر میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سنِ مبارک، ظاہری عمر مبارک ۶۰ (ساٹھ) سال سے زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل ظاہری عمر مبارک ۶۳ (تریسٹھ) سال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے ڈھائی سال قبل ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین جو مدینہ سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آئے تھے، مؤلفۃ القلوب (طلقاء) جو ابھی دائرہ اسلام میں آئے، فتح مکہ کے بعد ان سب پر مشتمل ایک لشکر سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں ثقیف و ہوازن کے قبائل کی طرف، حنین کے مقام کی طرف نکلتا ہے۔ حنین کا معرکہ، سورۃ الانفال میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ یہ جنگی لحاظ سے ایسا معرکہ تھا کہ ایک وادی تھی اور اس وادی میں کفار کی جنگی پوزیشن زیادہ مضبوط تھی اور مسلمان گھاٹی میں نیچے کے طرف تیروں کی زد میں تھے۔

کفار نے پہاڑیوں کے اوپر سے گھاٹی میں اس زور سے تیراندازی کی کہ مسلمان پسپا ہو گئے گویا ایک سیلاب تھا جو لشکر اسلام کو بہالے گیا یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف نو لوگ رہ گئے اور ان نو لوگوں کے سالار مولا علی علیہ السلام تھے جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سائے کی طرح رہا کرتے تھے کہ مبادا کوئی دشمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچائے۔ بخاری شریف میں روایت موجود ہے سرکارِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعار پڑھے اور فرمایا:

انــا الـنـبـی لاکـذب   انــا ابـن عبد المطلب

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں   میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

کیا فکر آفریں لمحہ ہے؟ سبحان اللہ! یہ دعوتِ فکر ہے تمام قارئین کے لیے کہ جناب اس جملے کی لطافت پہ غور فرمایئے کہ تیئس

سالہ عرصۂ بعثت میں سے بیس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔لشکرِ اسلام میں بدر والے ہیں، احد والے ہیں، خندق والے ہیں، صلح حدیبیہ والے ہیں، خیبر والے ہیں، فتح مکہ والے ہیں، مہاجرین ہیں، انصار ہیں، سابقون الاولون ہیں، طلقاء ہیں۔ فتح مکہ کے بعد جہاد کا منظر نامہ ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد میں واپس آنے کی ترغیب ہی تو دے رہے تھے، اپنے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو واپس بلانے کے لیے سرکارِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشعار پڑھے تھے۔

اس کا پس منظر اور سیاق وسباق یہ ہے کہ جب لشکرِ اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان جنگ سے بہت دور تک چلے گئے اور سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نو اصحاب باوفا رہ گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونچی آواز میں (کچھ روایات میں آیا کہ عباس بن عبدالمطلب علیھما السلام سے یا کسی اور صحابی سے اونچی آواز میں یہ اعلان کروایا، یہ اشعار پڑھوائے) یہ اعلان کیا کہ میں جھوٹا نبی نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔عرفانی و وجدانی بات ہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں بھی تو فرما سکتے تھے کہ اے میرے صحابہ میں وہی سچا نبی ہوں جس پر تم ایمان لائے، میں وہی سچا نبی ہوں جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو، میں وہی سچا نبی ہوں جس کے لیے تم مکہ میں ہجرت سے قبل تمام مصائب وآلام جھیلتے رہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ بھی واپسی کی ترغیب دے سکتے تھے کہ میں وہی سچا نبی ہوں جس کے ساتھ تم نے بدر کا معرکہ لڑا اور شانہ بہ شانہ کھڑے رہے، میں وہی سچا نبی ہوں جس کے لیے تم نے احد میں شہادتیں پیش کیں، میں وہی سچا نبی ہوں کہ جس کی خاطر تم خندق میں محصور رہے، میں وہی سچا نبی ہوں جس کے لیے تم اپنی جانیں قربان کرتے رہے، میں وہی سچا نبی ہوں کہ جس نے تمہیں شریعت سے متعارف کروایا۔بیس سال سے زائد میرا دورِ بعثت گزر چکا۔ڈھائی سال رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں بھی تو فرما سکتے تھے کہ میں وہی سچا نبی ہوں جس کو اہل عرب نے صادق وامین مان رکھا ہے، میں وہی سچا نبی ہوں کہ جس کی زندگی کے شب وروز تمہارے درمیان گزرے ہیں اور تم نے مجھے ہر معاملے میں، ہر حال میں سچا اور صادق پایا ہے۔میں وہی سچا نبی ہوں جس نے تمہیں معجزات دکھائے ہیں اور پتھروں اور کنکریوں نے میرے ہاتھوں میں کلمہ پڑھا ہے۔میں وہی سچا نبی ہوں جس نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا ہے۔میں وہی سچا نبی ہوں کہ جس نے ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹایا ہے۔میں وہی سچا نبی ہوں کہ جس کی سچائی پر اللہ نے قرآن میں **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ** کی مہر نص قطعی کی صورت ثبت کر رکھی ہے۔میں وہی سچا نبی ہوں کہ جس کی سچائی کا اعتراف ہر دوست دشمن کرتا ہے۔

مگر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنی نبوت کی سچائی کے لیے **انا ابن عبد المطلب**، اپنا جناب عبدالمطلب علیہ السلام کا بیٹا ہونا بطور دلیل لا رہے ہیں۔ جناب عبدالمطلب علیہ السلام کی ذات والا صفات کو بطور ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ جناب عبدالمطلب علیہ السلام کے سچے ہونے کو اپنی سچائی پر محمول فرما رہے ہیں۔ جناب عبدالمطلب علیہ السلام کی سچائی کا پورا عرب معترف تھا اور ابرہہ کے واقعہ سے بخوبی آگاہ تھا۔قربان جاؤں ایسے عظیم المرتبت دادا پر اور واردوں کائنات کے سب دادے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان پر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں:

انــا الـنبـی لاکـذب   انــا ابـن عبد المطلب

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

عشاق کے لیے جھوم جانے کا مقام ہے۔**انا ابن عبد المطلب**، بہت عرفانی وروحانی ووجدانی جملے ہیں۔ان جملوں کا سرور ختم نہیں ہوتا، اہل رمز اس کی مستی وسرشاری سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ واہ واہ مولا! کیا مستی وسرشاری وعطا ہے۔ واہ میرے مولا! تیرا شکر کیسے کروں ادا؟ میں ناچیز اور اتنی عظیم بارگاہ؟ یہ الفاظ، یہ القا، یہ مودت اور یہ حوصلہ؟ شکر شکر کروڑ ہا شکر میرے مولا! دعوتِ فکر ہے، سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اشعار کو بار بار پڑھیے گا اور ان کی لطافت وشیرینی سے اپنی روح کو منور کیجیے گا اور ان کے جہانِ معانی پر سوچیے گا، یقیناً آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگی اور اس کا سرور وشادمانی قلب کی تسکین کا باعث ہوگا۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب   آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

(علامہ محمد اقبال)

جب میں تاریخ کے منظر نامے میں دیکھتا ہوں تو مجھے یہ چوڑے سینے والے عبدالمطلب علیہ السلام کی اولاد سے کچھ اور نفوس بھی نظر آتے ہیں۔ میں جب دیوان علی ابنِ ابی طالب دیکھتا ہوں اور کتبِ سیَر وتواریخ ومغازی کے اوراق الٹتا ہوں تو ایک دو نہیں دسیوں اشعار مولا علی کے وہاں موجود ہیں جن میں مولا علی فرماتے ہیں: **انا ابن ابی طالب**، میں ابوطالب کا بیٹا ہوں، **انــا ابن عبدالمطلب**، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، محمد وعلی عبدالمطلب کے پوتے ہیں، عبدالمطلب کے بیٹے ہیں، کیا خوبصورت تعلق ونسب ونسبت ہے مابین پیا، علیھم السلام۔

انا علی و ابن عبد المطلب   مھذب ذوسطوۃ و ذو حسب

میں علی ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، پاکیزہ، صاحب سطوت اور خاندانی ہوں

انا علی و ابن عبدالمطلب   اخو النبی المصطفےٰ المنتخب

میں علی ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، برگزیدہ اور چنیدہ نبی کا بھائی ہوں

انا علی و اعلےٰ الناس فی النسب   بعد النبی الھاشمی المصطفےٰ العرب

میں علی ہوں اور بلحاظ نسب سب لوگوں سے افضل ہوں، مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہاشمی، برگزیدہ اور عربی ہیں ان کے بعد

انا اخو المصطفےٰ لاشک فی نسبی   معہ ربیت و سبطاہ ھما ولدی

میں مصطفیٰ کا بھائی ہوں اور میرے نسب میں کوئی شک نہیں ہے، ان کے گھر میں میری پرورش ہوئی اور ان کے نواسے میرے لڑکے ہیں

جدی و جد رسول اللہ متحد   و فاطم زوجتی لا قول ذی فند

میرے دادا اور اللہ کے رسول کے دادا ایک ہیں، اور (حضرت) فاطمہ میری زوجہ ہیں، یہ کسی بے وقوف کا قول نہیں

میں علی ہوں اور ابو طالب کا بیٹا ہوں، ابن عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، میں علی ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، علیھم السلام، سبحان اللہ!

جمالِ روئے نبیؐ حسنِ کبریا ہے علی
خدا نہیں مگر مظہرِ خدا ہے علی

میری تحریر میں محبت کے یہ جذبات بھی عطائے ربانی ہے اور اس کے پیچھے جو درد اور محبت پنہاں ہے اگر کوئی محسوس کر سکے تو مقصد صرف پیغام مودت پہنچانا ہے۔ یہ دنیا بحرِ کارزارِ عشق ہے۔ کوئے عشق سے چند نگینے قارئین کی خدمت میں ہدیہ کر رہا ہوں کہ یہ وہ عبدالمطلب علیہ السلام ہیں کہ جب سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوتے ہیں تو کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد پڑھ رہے ہیں۔ سرکارِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا ہی تو میلاد ہے ناں۔ جنابِ عبدالمطلب علیہ السلام کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اشعار پڑھتے ہیں:

الحمد للّٰہ الذی اعطانی هذا الغلام الطیب الاردان

قد ساد فی المهد علی الغلمان اعیذه بالبیت ذی الارکان

حتی ارا ہ بالغ البنیان اعیذه من شر ذی شنان

من حاسد مضطرب العیان

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پاکیزہ لباس اور منزہ ذات والا پوتا عطا فرمایا ہے۔ جو پنگھوڑے میں ہوتے ہوئے سب بچوں پر فوقیت لے گئے ہیں۔ میں ان کو اللہ تعالیٰ کے مبارک ارکان اور اطراف واکناف والے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حتی کہ (میری خواہش ہے کہ) میں ان کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ مکمل مضبوط اور توانا جوان ہوں۔ میں ان کو کینہ ور دشمن کے شر سے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ میں دیتا ہوں اور اس حاسد کے شر سے بھی جس کی آنکھیں مرضِ حسد کی وجہ سے بے چین و بے قرار ہیں۔

میری اس دلسوز تحریر کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم جان پائیں کہ عبدالمطلب علیہ السلام کون ہیں؟ وہ بات جو میں نے شروع میں لکھی اعلیٰ حضرت کی کہ تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا، یہ جو نسلِ پاک ہے یہ جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تھا اور ہے، یہ آدم علیہ السلام سے لے کر کچھ نفوسِ قدسیہ ایسے تھے جن کی اصلابِ طاہرہ میں ایک لمبا عرصہ جاگزیں رہا اور جن پاک ارحام میں یہ نور قرار پکڑتا رہا، ان کی عظمتوں کے لیے میں الفاظ کہاں سے لاؤں؟ کس مؤرخ کی کتاب کا نشان ڈھونڈوں؟ کس محدث کی بیان کردہ کسی روایت کے پاس جاؤں۔ نہیں نہیں، میں اپنی روح، اپنے قلب، اپنے ایمان کو حاضر کرکے، گواہ بنا کے خود ان کے تقدس کی عظمتوں کا اعتراف کرنے سے جب عاجز آ جاؤں تو اپنی نگاہیں جھکائے اپنی کم مائیگی پہ نظر دوڑاؤں اور اپنی کمزوری کو سامنے لا کر ان پر درود وسلام کے نذرانے پیش کردوں۔ ان کی عظمتوں کی حد ہماری ناقص سوچوں اور تخیل سے ماورا ہے۔

بہت درد کے ساتھ یہ بات لکھ رہا ہوں کہ زندگی گزر گئی، پانچ دہائیاں میں نے بھی دیکھ لیں، بچپن سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں، میلاد النبی وسیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسے جلوس ہوتے ہیں، عرسوں کی محفلیں ہوتی ہیں، نعتیہ محافل ہوتی ہیں اور ان میں جو بھی

تذکرے ہوتے ہیں بہت اچھے ہوتے ہیں، چاہے قرآن کی آیات کی تلاوت ہو یا نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو، چاہے کسی حدیث کا بیان ہو یا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے قصّے ہوں۔ شکوہ یہ ہے کہ ان محافل میں ہر عنوان پر بات ہوتی ہے سوائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان عظیم المرتبت امہات وآباء واجداد کے کہ جن کی پاک اصلاب و پاک ارحام سے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہویدا ہوا۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا پہ میرے ماں باپ قربان، میرے دادا دادی قربان، میری نسلیں قربان، ہر ہر بچہ قربان، ہر ہر بچی قربان۔ ان کے قصّے خوش آئند ہیں مگر یہ بھی تو کوئی ہستیاں ہیں ناں کہ جن کی صلبوں میں جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور موجزن ہوتا تھا تو وہ نور ان کی جبینوں سے چمکتا تھا اور اس کے جلوے چار سو بکھرتے تھے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد جیسا کائنات میں کون ہوا؟ ہو کون سکتا ہے؟ ممکن کیسے ہے کہ جو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ہوں، جن کی صلبوں میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور رہا ہو اور جس باپ دادا کے پاس وہ عظیم امانت نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت پہنچتی رہی ہو، وہ اتنا ہی حسین ہوتا چلا جاتا تھا۔ جنابِ عبداللہ علیہ السلام، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی، جنابِ عبدالمطلب علیہ السلام، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان اور اس سے اوپر سلسلۃ الذھب کی جتنی کڑیاں ہیں، سب بہت حسین وجمیل تھے۔ جنابِ عبداللہ علیہ السلام ان سب سے بڑھ کر حسین ووجیہہ تھے کیونکہ جوں جوں ظہور کا وقت قریب آتا جاتا، اس نور کی تابانیاں اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ گردوپیش کو منور کر رہی ہوتی تھیں۔

جنابِ ہاشم علیہ السلام بہت حسین تھے۔ جنابِ عبد مناف، جناب قصی، جناب کلاب، جناب مرہ، جناب کعب، جناب لوی، جناب غالب، جناب فہر، جناب مالک، جناب نضر، جناب کنانہ، جناب خزیمہ، جناب مدرکہ، جناب الیاس، جناب مضر، جناب نزار، جناب معد، جناب عدنان من ذریۃ اسماعیل بن ابراہیم علیہم السلام، سب ایک سے بڑھ کر ایک حسین وجمیل اور یگانۂ روزگار اور آبروعرب تھے، سلسلۃ الذھب کی ان ساری کڑیوں پر سلام۔ یہی آل ابراہیم ہیں جن پر ہم نماز میں درود پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ حسرت ہے کہ ان محافل میں نور کے سلسلہ کی ان کڑیوں کا تذکرہ کرنے کی بھی سعادت حاصل کی جائے۔

ہم نسبتوں کا خیال رکھتے ہیں، حیا کرتے ہیں اور احترام بجالاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس لیے احترام کرتے ہیں کہ وہ صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزین ہیں، فیض یاب ہیں۔ ازواج النبی رضی اللہ عنھن کا احترام اس لیے کرتے ہیں کہ وہ حرمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئی ہیں۔ یہ حیا، یہ احترام، یہ خیال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ کچھ ایسے لوگ بھی تو تھے ناں کہ جن کے خون میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور گردش کرتا رہا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ جنابِ آمنہ سلام اللہ علیھا تک کچھ ایسی ہستیاں بھی تو تھیں کہ جن کے پاک اصلاب وارحام میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور قرار پکڑتا رہا۔

آدم علیہ السلام سے جناب شیث علیہ السلام کو، شیث علیہ السلام سے انوش علیہ السلام کو، انوش علیہ السلام سے چلتا چلتا نوح علیہ السلام کو، نوح علیہ السلام سے ہوتا ہوتا ابراہیم علیہ السلام کو، ابراہیم علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السّلام کو، اسماعیل علیہ السلام کی اولاد

سے منتقل ہوتا ہوا جنابِ ہاشم علیہ السلام کو، ہاشم علیہ السلام سے جناب عبد المطلب علیہ السلام کو، عبد المطلب علیہ السلام سے جنابِ عبداللہ علیہ السلام کو ملا پھر وہاں سے رحمِ بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا سے ہویدا ہوا۔ جہاں جہاں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور قرار پکڑتا رہا وہ آباء و امہات کس مرتبے کے لوگ ہوں گے؟ اور وہ لوگ جن کے وجود میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خون گردش کرتا رہا، جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آل ہیں، یہ نسبت کتنی بڑی ہو گی؟

شکوہ یہ ہے کہ میلاد کے سلسلہ کے جو اصل مخاطب ہیں، ان ہی کا ذکر نہیں کیا جاتا باقی تو ہر بات کی جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے روزِ محشر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکوہ بھی ہو کچھ اس طرح سے کہ میلاد کے جلسے ہوں اور وہ نور جن صلبوں میں قرار پکڑتا رہا ہو ان کے تذکروں سے خالی رہیں؟ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شکوہ کرسکتے ہیں، کیوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۲ پشتوں تک اپنا شجرہ طیبہ خود بیان فرمایا ہے گویا اپنا میلاد خود پڑھا ہے۔ اس ماں کی عظمت و تقدس کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں جس سے نورِ وجہ تخلیق کائنات ظاہر ہوا۔ اہلِ درد کے لیے یہ لمحہ فکر یہ ہے، میں اس طرف توجہ دلاسکتا ہوں، باقی محبت و توجہات پر کسی کا جبر تو نہیں ہوا کرتا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد سا، ان جیسا شجیع اور وجیہہ، ان جیسا موحد کائنات میں نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے جیسا گھرانہ جبرائیل امین علیہ السلام کو کہیں دکھائی نہیں دیا۔ یہ وہ گھرانہ ہے جو دین کا گڑھ ہے اور میں دین کے گڑھ کی بات کر رہا ہوں۔ یہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ہیں۔ کتب یہ بات بتاتی ہیں صراحتاً، کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ کعبہ کے متولی تھے۔ اُس بیت اللہ کے جو ہماری برکتوں، محبتوں، عقیدتوں اور عبادتوں کا مرکز ہے۔ جس کی طرف منہ کر کے ہم نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ اس گھر کے متولی ہیں۔ حرم کی طرف (سورہ فیل میں ہے) ابرہہ ارادۂ بد سے آیا تھا، غرق ہو کے چلا گیا، تو کون کھڑا تھا اس کے سامنے؟ زم زم کے کنویں کا اجرا دوبارہ کس نے کیا؟ سورہ قریش کس کی شان میں نازل ہوئی؟

اس خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بڑے بڑے نگینے ہیں۔ بنی ہاشم علیہ السلام میں جنابِ حمزہ علیہ السلام کس سے کم ہیں؟ سید الشہداء ہیں؟ جناب حمزہ علیہ السلام کے قبول اسلام کے واقعات مودت سے عبارت ہیں۔ جب جنابِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارادۂ قتل سے آئے تھے تو جنابِ حمزہ علیہ السلام پہلے سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود تھے اور ان کے الفاظ کتب میں موجود ہیں کہ اگر وہ (عمر) صحیح ارادے سے آیا ہے تو آنے دو، اگر ارادۂ بد سے آیا ہے تو دیکھ لیں گے، لیکن جنابِ عمر فاورق رضی اللہ عنہ اپنے بہن اور بہنوئی پہ تشدد کے ارادے سے نکلے تھے، قرآن کی تلاوت سنی اور ہدایت پالی۔

خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور درخشاں ستارہ جنابِ جعفرِ طیار بن ابوطالب علیہما السلام ہیں۔ کون ہیں جعفر طیار علیہ السلام؟ جنابِ جعفر طیار علیہ السلام اسی بنی ہاشم سے ہیں اور عبد المطلب علیہ السلام کے پوتے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب چچا ابوطالب علیہ السلام کے بیٹے اور مولا علی علیہ السلام کے بڑے بھائی ہیں۔ پہلی ہجرت جو حبشہ کی طرف ہوئی جس میں جنابِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، اس کی قیادت کس نے کی؟ جب ابوسفیان اور دیگر کفار مکہ نے نجاشی کو بدظن اور متنفر کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ مسلمانوں کی پناہ سے دستبردار ہو جائے اور کہا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں سے جدا عقیدہ رکھتے ہیں، کس نے

نجاشی کے دربار میں خطاب کیا اور سورہ مریم کی آیات پڑھیں؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کے بارے میں فرمایا تھا کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ خیبر کے فتح ہونے کی زیادہ خوشی ہے یا کہ جعفر طیار علیہ السلام سے ملاقات کی؟ فاتحین میں ایک طرف جعفر طیار علیہ السلام کھڑے تھے تو دوسری طرف مولا علی علیہ السلام کھڑے تھے یعنی ابوطالب علیہ السلام کے دونوں لعل کھڑے تھے اور میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی سے اس قدر سرشار تھے کہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کس کے بارے میں زیادہ خوشی کا اظہار کریں؟

قمر بنی ہاشم عباسِ علمدار ابن امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ بنی ہاشم اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ جو بچے تھے مولا علی، بی بی فاطمہ، سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم، حسن اور حسین علیہم السلام، یہ سب پروردۂ آغوشِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام رکھے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب ان کی گھٹی تھا اور وحی رسالت والی زبان چوس چوس کر بڑے ہوئے تھے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین کا مرکز اور شارع دین ہیں، یہ ان کے کاندھوں کے سوار ہیں اور ان کی ناز برداری میں پلے بڑھے ہیں۔ ہر ایک امتی سے میری یہ درخواست ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک آباؤ اجداد کا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد، والدہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا، بنی ہاشم اور ان سے اوپر کی جو لڑی ہے، ان سب کا تذکرہ بھی اپنی مجالس میں کیا کیجیے اور اپنی محافل کو ان کے ذکر سے زینت بخشا کیجیے۔

ناصبیت تاریخ کے آئینے میں:

جوش ملیح آبادی نے کہا

کربلا میں امر حق کی برتری سے جنگ تھی
طاقت نان شعیر حیدری سے جنگ تھی
عظمت دیرینہ پیغمبری سے جنگ تھی
جس کا قرآں میں ہے ذکر اس داوری سے جنگ تھی

کب نفاق ارباب حق سے برسر پیکار تھا
وہ خدا پر آخری لات و ہبل کا وار تھا

گزشتہ چار دہائیوں سے کربلا کو پڑھتے ہوئے، کربلا کے تصور میں زندگی بسر کرتے ہوئے، کربلا کے عشاق کو جانتے ہوئے، کربلا کے دشمنوں اور ان کی چالوں کو سمجھتا چلا آ رہا ہوں۔ جب سے ہوش سنبھالا، کربلا اور صاحب کربلا کا درد ہی تو وظیفہ رہا۔ اس ضمن میں جوش ملیح آبادی کا سارا دیوان کھنگالا، علامہ محمد اقبال کا فارسی و اردو سارا کلام، میر ببر علی انیس، مرزا سلامت علی دبیر، مرزا اسد اللہ خان غالب کا فارسی و اردو کلام، مثنوی مولانا روم، دیوان حافظ شیرازی، بوستان سعدی، کلیات نصیر و فیض نسبت و دیگران گنت شعراء کو

پڑھا۔جس نے بھی کربلا پہ لکھا،نظم میں،نثر میں،تحریر کی صورت،تقریر کی صورت، جو بھی لکھا، کہا، اسے بغور پڑھا اور سنا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جوش ملیح آبادی نے اپنے مسدس کے درج بالا بند میں،صرف چھ مصرعوں میں، پوری کربلا کی تاریخ رقم کر دی ہے۔کربلا کے محرکات کو اپنے ان تین اشعار میں سمودیا ہے۔

یہ امتِ مسلمہ ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والی امت مسلمان ہے۔اس میں ۱۵ سے ۱۷ فیصد اہل تشیع ہیں،صرف ۱۵ سے ۱۷فی صد اقلیت، باقی ۸۳ سے ۸۵ فیصد اہلِ سنت ہیں۔اہل تشیع کو ایک طرف رکھیے وہ اقلیت ہے ان کا اپنا الگ منہج ہے۔وہ کیا ہیں وہ کیا نہیں، اس سے قطع نظر اس ۸۳ یا ۸۵ فیصد جمہور کی بات کرتے ہیں جو اہل سنت ہیں۔آج اہل سنت کا معاشرے میں ہم رو یہ دیکھ رہے ہیں کہ کربلا، اہل بیت اور امامِ حسین علیہ السّلام کے کتنے قریب ہیں؟ آج امتِ مسلمہ کربلا کے کتنے قریب ہے؟ آج لوگ حسین علیہ السّلام اور کربلا سے کیوں دور ہیں اور کیوں اس ذکر سے جی چراتے اور تلملاتے نظر آرہے ہیں؟ وہ کیا وجوہات ہیں، وہ کیا محرکات ہیں، جنھوں نے آج امتِ مسلمہ کو، حسین علیہ السّلام کے نانا کا کلمہ پڑھنے والوں کو حسین علیہ السّلام اور کربلا سے دور کر رکھا ہے؟ پڑھے لکھے لوگ، صاحبانِ علم و دانش،علم کے دعویدار بھی دور ہیں اس لیے کہ اس کے پیچھے کئی صدیوں پر محیط ناصبی مشن کارفرما رہا ہے جس نے لوگوں کو اس مقدس گھرانے اور اس کے ذکر سے دور رکھا ہوا ہے۔ناصبیت اور یزیدیت کسی ایک دور تک محدود نہ تھی، یہ چلتی آرہی ہے اور ظہورِ امام مہدی علیہ السّلام تک چلتی رہے گی۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید

(علامہ محمد اقبال)

فرعون کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السّلام اور یزید کے مقابلے میں حسین علیہ السّلام آئے ہیں اور یہ دو طاقتیں زندگی کے آغاز سے ہی چلتی آرہی ہیں۔

ناصبیت کی گندی تہذیب نے جب شام میں انڈے دیے، ان کے بچے نکلے اور ان بچوں نے پر پرزے نکالے تو اس کے تعفن نے امتِ مسلمہ کے ایمان کو زہر آلود، تعفن زدہ اور بدبودار کیا۔امت کو علی علیہ السّلام اور آل علی علیھم السلام کی دشمنی سکھائی گئی۔ لوگوں کی تربیت اس انداز سے کی گئی کہ اہل بیت علیھم السلام سے دوری اور ان کی دشمنی کو ایمان سمجھا گیا۔ جہاں عبادتوں کا معیار یہ ہو کہ مسلمانوں کی مساجد میں، نماز جمعہ وعیدین کے خطبوں میں مولا علی علیہ السّلام اور آلِ علی علیھم السّلام کو گالی دینا اور سب وشتم کرنا عبادت سمجھا جائے اور عبادات کا جزو لاینفک بنایا جائے، وہاں ایمان کا کیا حال ہوگا؟ اور یہ ایک دو دن کی بات نہیں، کئی صدیوں پر محیط ناصبیت کا یہ سلسلہ ہے۔بنی امیہ کی ملوکیتیں اپنے مرکز دمشق سے اس کا آغاز کرتی ہیں اور ان کے گورنر و عمال تمام بلاد اسلامیہ میں، کوفہ میں زیاد بن ابیہ، مدینہ میں مروان بن حکم و دیگر گورنر و عمال حلب میں، موصل میں، حمص میں، بصرہ میں، مکہ میں بفرمان حاکم اس قبیح عمل کا ارتکاب کرتے رہے سوائے عمر بن عبدالعزیز کے مختصر دور میں کچھ وقت کے لیے یہ سلسلہ رکا رہا اور عمر بن عبدالعزیز کی

شہادت کے بعد دوبارہ اس کا اجراء ہوا اور بنی امیہ کے آخری حکمران مروان الحمار تک کئی دہائیاں دوبارہ سے چلتا رہا۔

ہمارے علماء آج بھی جب جمعہ کے خطبہ میں قرآن کی درج ذیل آیت پڑھتے ہیں تو اس تصور سے بال بال کھڑا ہو جاتا ہے اور قلب و روح میں ایک طلاطم برپا ہوتا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں پر بنی امیہ علی و آل علی علیہم السلام کو سب و شتم کیا کرتے تھے۔ جمعہ کے خطبے میں ان گالیوں اور سب و شتم کو ختم کر کے عمر بن عبدالعزیز نے سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۰ اس مقام پر شامل کرائی تھی۔

اِنَّ اللّٰـهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ(90) ترجمہ: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: **من سب عليا فقد سبني و من سبني فقد سب اللّٰه تعالىٰ** ،جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی۔

مسند أحمد بن حنبل (ج 18 / 314) الحدیث رقم: ح 26627، الحاکم فی المستدرک، 3 / 121، الحدیث رقم: 4616، الہیثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 130: رجالہ رجال الصحیح، ابن عساکر فی تاریخہ، 42 / 533. 42 / 266، 266، 268. 267، 533

حج پر جاتے ہوئے سعد بن ابی وقاص کی ملاقات امیر معاویہ سے ہوئی اور جب کچھ لوگوں نے مولا علی کا ذکر کیا تو اس پر معاویہ نے علی کی بدگوئی کی اور سعد سے کہا کہ تم علی کو گالی کیوں نہیں دیتے ہو؟ اس پر سعد بن ابی وقاص غضب ناک ہو گئے اور کہا کہ تم علی کے متعلق ایسی بات کیوں کہتے ہو۔ میں نے رسول اللہ (ص) کو کہتے سنا ہے کہ جس جس کا میں مولا، اُس اُس کا یہ علی مولا، اور یہ کہ اے علی آپکو مجھ سے وہی نسبت ہے جو کہ ہارون (ع) کو موسیٰ (ع) سے تھی سوائے ایک چیز کہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور میں نے رسول اللہ (ص) سے یہ بھی سنا ہے کہ کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اسکے رسول (ص) سے محبت کرتا ہے۔ یہ بالکل صحیح الاسناد روایت ہے۔ صحیح مسلم حدیث نمبر ۶۰۹۵ کے علاوہ سلفیوں/ وہابیوں کے امام ناصر الدین البانی نے اسے کتاب' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ' ج 1 ص 26 میں ذکر کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت ۶۱۰۴ میں سھل بن سعد کو بھی مولا علی کو گالی دینے کا کہا گیا، اسی طرح ابن حجر عسقلانی نے لکھا: اًبدا اور ابی یعلی نے سعد بن ابی وقاص سے ایک اور ایسے حوالے (سند) سے نقل کیا ہے کہ جس میں کوئی نقص نہیں کہ سعد نے معاویہ ابن ابی سفیان سے کہا: اگر تم میری گردن پر آرہ (لکڑی یا لوہا کاٹنے والا آرہ) بھی رکھ دو کہ میں علی ابن ابی طالب پر سب کروں (گالیاں دینا، برا بھلا کہنا) تو تب بھی میں کبھی علی پر سب نہیں کروں گا۔ (صحیح مسلم، حدیث ۶۰۹۵، ۶۱۰۴، ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۸، ص ۴۲۴، ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۷ ص ۴۹۳، ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۵۶۵)

اسی روایت کے ذیل میں لفظ سب کے متعلق شاہ عبدالعزیز کا ایک جواب فتاویٰ عزیزیہ، مترجم (شائع کردہ سعید

کمپنی، کراچی) صفحہ 413 پر موجود ہے، جس میں شاہ صاحب فرماتے ہیں: بہتر یہی ہے کہ اس لفظ ''سب'' سے اسکا ظاہری معنی سمجھا جائے۔ مطلب اسکا یہی ہوگا کہ ارتکاب اس فعل قبیح کا یعنی سب یا حکم سب حضرت معاویہ سے صادر ہونا لازم آئے گا۔ تو یہ کوئی اول امر قبیح نہیں ہے جو اسلام میں ہوا ہے، اس واسطے کہ درجہ سب کا قتل وقتال سے بہت کم ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ''باب المومن فسوق وقتالہ کفر'' یعنی برا کہنا مومن کو فسق ہے اور اسکے ساتھ قتال کرنا کفر ہے۔

امام الذھبی تاریخ الاسلام، جلد دوم، صفحہ 288 پر یہی بات لکھ رہے ہیں: مروان بن الحکم ہر جمعے کے خطبے کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب پر سب (گالی) کیا کرتا تھا۔ دیوبند کے امام محمد انور شاہ کشمیری صحیح بخاری کی شرح 'فیض الباری شرح صحیح بخاری' میں لکھتے ہیں: **ثم إن من السُّنة تقديمَ الصلاةِ على الخُطبة. وإنما قَدّمها مراونُ على الصلاةِ لأنه كان يَسُبُّ عليًا رضى الله عنه** سنت نبوی یہ ہے کہ نماز کو خطبے سے پہلے ادا کیا جائے، لیکن مروان بن الحکم نے خطبے کو نماز پر پہلے جاری کر دیا کیونکہ وہ خطبے میں علی (رض) کو برا بھلا کہتے تھے۔ فیض الباری شرح صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 722، روایت: 954، کتاب العیدین امام الذھبی تاریخ الاسلام، جلد دوم، صفحہ 288 پر یہی بات لکھ رہے ہیں: مروان بن الحکم ہر جمعے کے خطبے کے بعد علی ابن ابی طالب پر سب (گالی) کیا کرتا تھا۔

ایک عام مسلمان کو گالی دینا فسق ہے چہ جائیکہ اول المسلمین مولا علی علیہ السلام اور ان کی اولاد پاک کو حالت وضو میں، نماز میں، مسجد میں، عبادت میں، جمعہ اور عید کے خطبوں میں، مسجد نبوی میں گالیاں دینا دین اسلام کی کون سی تعلیمات ہیں؟ کسی انسان کا سر کاٹ کر شہر بہ شہر پھرانا دین اسلام میں منع ہے پھر یہ معصوم بچوں پر پانی بند کرنا، سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کرنا، لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرنا، بیمار اور لاچار عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ بغرض رسوائی وتشہیر پھرانا، لاش کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دینا اور دیگر مظالم کون سی اسلامی تعلیمات ہیں؟

کربلا دراصل بغض علی علیہ السلام کا شاخسانہ ہے۔ دین کا تصور اور عقیدوں کے معیارات علی علیہ السّلام کی دشمنی میں پنپتے رہے، مولا علی علیہ السّلام کا قصور کیا تھا؟ علی علیہ السّلام کی آل مسلسل کئی صدیوں تک جو قربانیاں دیتی رہی، کربلا اس میں سب سے بڑی قربانی ہے۔ ایک کربلا ہی نہیں کئی صدیوں پر محیط کئی کربلائیں برپا کی گئیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرمائیں کہ علی کو گالی دینا مجھے گالی دینا ہے اور مجھے گالی دینا حق تعالیٰ کو گالی دینا ہے مگر سلاطین بنی امیہ وہی کام عبادت سمجھ کر پوری صدی انجام دیتے رہیں۔ حدیث پاک کی روشنی میں یہ سب وشتم مولا علی علیہ السلام پر نہیں درحقیقت خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا جاتا رہا۔ جوش ملیح آبادی نے اس طرف اشارہ کیا کہ: کربلا میں امرِ حق کی برتری سے جنگ تھی، طاقتِ نانِ شعیرِ حیدری سے جنگ تھی۔

بنوامیہ کے دور میں یزید بن معاویہ کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید آیا جس کے تخت کو ٹھوکر مارنے کے بعد مروان بن الحکم قابض ہوا۔ مروان بن الحکم کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان آیا، پھر اس کے چار بیٹے ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک اور پھر بنوامیہ کے چودھویں حکمران مروان الحمار تک سب وشتم اور دشمنی اہل بیت کا سلسلہ جاری

رہا سوائے عمر بن عبدالعزیز کے مختصر دور خلافت کے۔

بعدازاں عباسی دور حکومت آیا، حکومت تو انھوں نے علی وآل علی علیھم السلام کے نام اور نعرے کے ساتھ لی تھی مگر ناصبیت اور دشمنی اہل بیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ابوالعباس السفاح کے بعد منصور دوانقی ہو یا ہادی عباسی، ہارون رشید ہو یا متوکل عباسی، مستنصر باللہ ہو یا معتز باللہ یا دیگر عباسی ملوک، سب اپنے اپنے ادوار میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اہل بیت کی دشمنی پر کمربستہ رہے۔ حکومتوں کے اثر ورسوخ کا لوگوں پر، لوگوں کے رویوں اور عقائد پر بڑا گہرا اثر رہا بلکہ یوں کہیے کہ ناصبیت کئی صدیاں حکومتی زیر سایہ پلتی، بڑھتی، پنپتی اور پروان چڑھتی رہی۔ اس حوالے سے ہم نے اپنی دوسری کتاب ''کارزار عشق'' میں ''اہل بیت سے مخاصمت اور اس کا تاریخی پس منظر'' کے عنوان سے تفاصیل درج کی ہیں۔

ذکر علی علیہ السلام سے روگردانی:

شام میں جو ناصبی انڈے اور بچے نکلے تھے اس تعفن سے شام اور گردونواح کی فضا بالخصوص اور دیگر بلاد اسلامیہ کی فضا بالعموم ناصبیت زدہ ہو چکی تھی۔ دمشق، موصل، حمص اور حلب وغیرہ پر اس کا بہت برا اثر پڑا تھا۔ یہاں کے لوگ علی وآل علی علیھم السلام سے دشمنی رکھتے تھے حتیٰ کہ یہاں کے عوام تو عوام، خواص ومحدثین وعلماء تک علی وآل علی پر لعن کرنا اپنا وظیفہ اور عبادت سمجھتے تھے۔ حریز بن عثمان، جوزجانی ودیگر کئی محدثین کے نام اس ضمن میں کتب اسماء الرجال میں موجود ہیں۔ اہلِ سنت کے ہاں احادیث کی چھ مستند کتب ہیں جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں، ان میں سے ایک سنن نسائی ہے۔ سنن نسائی کے دیباچے میں بھی لکھا ہے، ذہبی نے سیَر اعلام النبلاء میں، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، دیگر ائمہ حدیث کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور علمائے دیوبند و بریلوی نے بھی لکھا اور امام نسائی کی وجہ شہادت بیان کی ہے۔ ظاہر ہے امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی نے حدیث کی کتاب سنن نسائی تحریر کی تو وجہ شہادت بھی ان کی کتاب میں پبلشرز نے درج کی ہے۔ امام نسائی اہل سنت کے جید اور جلیل امام ہیں اور ان کی کتاب سنن نسائی یکے از صحاح ستہ ہے۔

امام نسائی کا دل چاہا کہ میں مولا علی علیہ السلام کے خصائص پہ ایک کتاب لکھوں جس میں صحیح احادیث کی روشنی میں فضائلِ مولا علی علیہ السّلام درج ہوں اور اسے دمشق کی جامع مسجد میں اور دیگر جگہوں پر پڑھ کر لوگوں کو سناؤں تاکہ ناصبیت کا اثر زائل ہو۔ چنانچہ مولا علی علیہ السلام کے فضائل ومناقب پر ایک کتاب تصنیف فرمائی ''خصائص امیر المومنین علی علیہ السلام'' اور اس کتاب کو لے کر جامع مسجد اموی دمشق میں پڑھنا شروع کیا۔ ابھی کتاب کا کچھ حصہ ہی پڑھا تھا کہ مجمع میں سے ایک شخص نے دریافت کیا: آپ نے امیر معاویہ کے متعلق بھی کچھ تحریر کیا ہے؟ امام نسائی نے جواباً فرمایا: وہ اگر برابر ہی چھوٹ جائیں جب بھی غنیمت ہے (یعنی امیر معاویہ کے مناقب کی ضرورت نہیں)۔ نیز فرمایا: میں کیا لکھتا؟ یہی **اَللّٰهُمَّ لَا تُشْبِعْ بَطْنَهٗ**، اے اللہ اس کا پیٹ نہ بھرنا، یہ بات سنتے ہی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا شروع کر دیا اور اس قدر مارا کہ ان کے خصیتین پر شدید چوٹیں لگیں اور بے ہوش ہو

گئے۔ لوگ ان کو گھر لے آئے، جب ہوش آیا تو فرمایا: مجھ کو تم لوگ مکہ مکرمہ پہنچا دو، چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچا دیا گیا۔ اور وہیں امام موصوف کی وفات ہوئی اور صفا اور مروہ کے درمیان تدفین ہوئی۔ سنہ وفات ماہ صفر ۳۰۳ ہجری ہے۔

اندازہ لگائیں لوگوں کی ذہنی حالت اور تربیت کس انداز سے ہوئی کہ وہ طلقاء کا ذکر سننے پر بضد ہیں اور سابقول الاولون کے سردار، اول المسلمین، اول المومنین اور اول المصلین مولا علی علیہ السلام کے فضائل سننے کے روادار نہیں تھے۔ آج بھی مجموعی صورتحال کچھ اس سے کسی صورت مختلف نہیں ہے اور لوگ ناصبیت کے اسی اثر کے زیر سایہ ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **زینو مجالسکم بذکر علی ابن ابی طالب** ، اپنی مجالس ومحافل کو علی ابن ابی طالب کے ذکر سے زینت بخشو۔ اور یہ کہ: **حب علی عبادۃ** ، علی کی محبت عبادت ہے، **ذکر علی عبادۃ** ، علی کا ذکر عبادت ہے، **النظر الی علی عبادۃ** ، علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور **النظر الی وجہ علی عبادۃ**، علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حکم دیں کہ اپنی مجالس کو مولا علی علیہ السلام کے ذکر سے زینت بخشو اور اپنی محافل میں مولا علی علیہ السلام کا ذکر کرو کہ یہ ذکر عبادت ہے۔ مگر لوگ سننے کو روادار نہ ہوں، الٹا اس ذکر پر چیں بہ جبیں ہوں، اس ذکر سے تلملانا شروع کر دیں، مطعون ومعذوب کرنا شروع کر دیں، شیعہ شیعہ کہنا شروع کر دیں، پتھر مارنا شروع کر دیں، برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور اس ذکر خیر کے مقابلے میں اپنی ساری توانائیاں طلقاء کا ذکر کرنے پر خرچ کر دیں۔ دانستہ اور غیر دانستہ، بالواسطہ اور بلا واسطہ فضائل علی واہل بیت علیھم السلام سننے سے انحراف اور روگردانی کریں اور طلقاء کے ذکر کا مطالبہ وتقاضہ کریں۔ تو آج کی امت کی، اہل سنت کی مجموعی صورتحال امام نسائی کے زمانے کی صورتحال سے ہرگز مختلف نہیں ہے۔ امام نسائی نے جس وقت یہ ذکر کرنا چاہا وہ چوتھی صدی ہجری کی شروعات تھی اور آج پندرھویں صدی ہجری ہے۔ مگر کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود امت کے رویے اور ناصبیت کے اثر پر سرمو فرق نہیں پڑا اور آج بھی ناصبیت کے اثر سے لوگوں کا نکلنا محال نظر آتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

ہشام بن عبدالملک اموی اور متوکل عباسی:

یہ ناصبیت بلادِ اسلامیہ میں بنو امیہ نے پھیلائی اور پھر بنی عباس نے بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ہشام بن عبدالملک اموی اور متوکل عباسی تو ناصبیت میں اتنے آگے نکل گئے کہ علی الاعلان کہنے لگے کہ ہم نسل کوثر کو ختم کر کے رہیں گے۔ ہم دنیا سے آل فاطمہ سلام اللہ علیھا کا یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نشان مٹا کر دم لیں گے۔ یوں تو کسی اموی یا عباسی حکمران نے سوائے عمر بن عبدالعزیز کے، اہل بیت سے دشمنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی مگر مؤخر الذکر دو حکمرانوں نے تو آخری حدیں بھی پار کر دیں۔ عبدالملک بن مروان کے گورنر حجاج بن یوسف نے تو بربریت کی انتہا کر دی تھی اور محبان علی وآل علی علیھم السلام کا قتل عام کیا۔ ہادی عباسی کے دور میں کربلا کے بعد ایک اور کربلا برپا کی گئی جس میں آل حسن علیہ السلام کے حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبےٰ علیھم السلام کو تین سو سے زائد نفوس آل حسن وآل حسین علیھم السلام سمیت مکہ کے قریب فخ کے مقام پر شہید کیا گیا۔ بنی امیہ اور بنی عباس کی

ملوکیتوں میں آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے محبین پر زمین تنگ کر دی گئی تھی یہاں تک کہ وہ بلادعرب سے بلادعجم کی طرف ہجرت کرنے اوراپنی شناخت چھپانے پر مجبور ہوئے۔

بنی امیہ و بنی عباس کی حکومتیں عاص بن وائل، جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتر ہونے کا طعنہ دیا تھا اور جس کے جواب میں سورہ کوثر نازل ہوئی، کے مشن پر گامزن رہیں۔ کچھ ملوکیتوں کو قبر حمزہ علیہ السلام کا نشان گوارا نہ تھا اور انھوں نے اسے مٹانے کی تدابیر اختیار کیں مگر ناکام رہے بعینہٖ متوکل عباسی کو قبر حسین علیہ السلام کا نشان گوارا نہ تھا۔امام حسین علیہ السلام تو کربلا میں شہید ہو گئے تھے اب کئی دہائیوں بعد متوکل عباسی ان کی قبر کا نشان تک مٹادینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اپنے اس مشن کو سرانجام دینے کے لیے جب کوئی مسلمان تیار نہ ہوا تو اس نے ایک یہودی کو اجرت پہ تیار کیا اور قبر حسین علیہ السلام کی طرف ایک نہر نکالنے کی کوشش کی جو قبرِ حسین علیہ السّلام سے ہو کر گزرنی تھی تا کہ قبرِ حسین علیہ السّلام کا نشان مٹ جائے مگر نامراد رہا۔ اموی وعباسی حکمران اپنی ناصبیت، اہل بیت سے دشمنی اور خبث باطن کا اظہار کرتے رہے۔

علی علیہ السلام کی جنگیں رضائے الٰہی اور عدل کے نفاذ کی خاطر تھیں:

آج لوگ اہل بیت، کربلا، امام حسین اور مولا علی علیہم السلام سے دور کیوں ہیں؟ لاتعلق کیوں ہیں؟ کیا قصور ہے مولا علی علیہ السّلام کا؟ مولا علی علیہ السّلام غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کے سینے پہ سوار ہیں، خنجر اس کی گردن پہ رکھا ہے اور قریب ہے کہ اس کی گردن اتار دیں، وہ شقی آپ علیہ السّلام کے چہرہ مبارک پہ تھوک دیتا ہے، آپ اس کے سینے سے اتر جاتے ہیں۔آپ نے کہا اپنی ذات کے لیے، اپنے غصے کے لیے، اپنے جذبات کے لیے، اپنے نفس کے لیے تو میں کسی کی جان نہیں لیتا۔ مولا علی علیہ السلام نے جو بھی جان لی ہے وہ رب کی رضا کے لیے لی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے دین کی نصرت کے لیے لی ہے۔ مولا علی علیہ السّلام اپنے جوتے کی مرمت کر رہے ہیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا علی علیہ السّلام، یہ جوتا اتنا بوسیدہ ہو گیا ہے، پھٹا ہوا جوتا ہے، بالکل بوسیدہ ہو گیا ہے آپ اس سے جان چھڑائیں، آپ اس کو پھینک دیں تو مولا علی علیہ السّلام نے جواباً فرمایا: اے ابن عباس، کیا یہ جوتا اتنا بوسیدہ ہے کہ پھینکنے کے قابل ہے؟ عبداللہ ابن عباس نے کہا: جی ہاں بالکل۔ مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اگر مسلمانوں میں عدل نافذ نہ کرنا ہوتا تو ہرگز خلافت قبول نہ کرتا۔

مولا علی علیہ السلام کے نزدیک تو اقتدار اس پھٹے ہوئے جوتے سے بدتر ہے، جس میں عدل نہ ہو۔ وہ تو اللہ کے قانون کو رائج کرنے کے لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کے لیے اور عدل کے نفوذ کے لیے تلوار اٹھاتے تھے۔ اپنی ذات کے لیے تو مولا علی علیہ السلام کو نہ خلافت چاہیے تھی نہ اقتدار چاہیے تھا اور نہ تلوار اٹھانے کے روادار تھے۔ دینِ محمدی اور شریعتِ محمدی کے لیے تلوار اٹھائی تھی، رب کے لیے اٹھائی تھی، رب کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد کے لیے اٹھائی تھی۔ آپ کی ساری زندگی گواہ ہے کہ آپ نے دنیا کو تین طلاق بائنہ دے رکھی تھیں۔ مولا علی علیہ السلام کی زندگی کی ایک ہی دھن تھی: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

نصرت۔اپنے والد جناب ابوطالب علیہ السلام کی طرح، جس طرح وہ پہرہ دارِنبوت بن کے رہے،آپ ناصرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن کے رہے، ہر جنگ میں رہے، ہر طرح سے رہے، ہر حال میں رہے۔صرف رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی خاطر،اپنی ذات کے لیے کسی کی جان نہیں لی؟

محدثین ومورخین کی مجبوریاں یا بغض علی علیہ السلام:

جوز جانی بہت بڑا محدث ہے اتنا بڑا محدث کہ امام احمد بن حنبل اور امام ابوداؤد کا استاد ہے، لاکھوں احادیث کا حافظ تھا۔ذرا ناصبیت کا اثر رسوخ دیکھیے، جوز جانی کے گھر مہمان آئے اور اس نے اپنی خادمہ کو مرغی ذبح کروانے کے لیے بھیجا۔تھوڑی دیر بعد وہ ویسے ہی واپس آ گئی اور کہا کہ مرغی ذبح کرنے والا کوئی نہیں ملا۔جوز جانی نے کہا تمہیں مرغی ذبح کرنے والا کوئی نہیں ملا، علی نے تو ایک دن میں ہزاروں ذبح کر دیے تھے۔حریز بن عثمان بہت بڑا محدث، صحاحِ ستہ میں سوائے صحیح مسلم کے باقی پانچ کتابوں کا راوی، صحیح بخاری کا راوی، لاکھوں احادیث کا حافظ اور راوی۔علامہ ابنِ حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ اس کا وظیفہ تھا کہ صبح ۷۰ مرتبہ مولا علی و آلِ علی علیھم السّلام پہ لعن کرتا تھا اور شام کو ۷۰ مرتبہ مولا علی اور آلِ علی علیھم السّلام پہ لعن کرتا تھا۔کسی نے اس حدیث کے بارے میں حریز بن عثمان سے پوچھا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ:''اے علی تیری میرے نزدیک وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السّلام کو موسیٰ علیہ السّلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں''، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ حریز بن عثمان نے کہا حدیث تو ٹھیک ہے متن میں کچھ فرق ہے۔پوچھنے والے نے پوچھا کیا فرق ہے؟ تو اس نے کہا ہارون من موسیٰ کی جگہ قارون من موسیٰ ہے۔پوچھنے والے نے کہا کہ کیا تو مولا علی علیہ السلام کی ہجو کرتا ہے؟ تو حریز بن عثمان نے کہا: انھوں نے صفین میں میرے آباءواجداد کو قتل کیا تھا اور میرے دل سے یہ کینہ نہیں جاتا۔

اس کے علاوہ بھی طویل فہرست ہے جس میں مولا علی علیہ السلام کے ساتھ مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے دلوں میں چھپے اور کچھ نے علی الاعلان کینے کا اظہار کیا۔مگر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ائمہ اہلبیت علیھم السلام جو علی علیہ السلام اور آلِ علی علیھم السّلام کے وارث ہیں، ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا گیا؟ ان سے احادیث روایت نہیں کی گئیں جبکہ ان سے زیادہ صادق، سچا اور ثقہ کون سا راوی ہو سکتا تھا؟ کربلا میں بہتر حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے تو لاکھوں یزیدی فوج تھی جس کو قتل حسین علیہ السلام پر مامور کیا گیا تھا۔بائیس ہزار اگر کربلا میں تھے تو قادسیہ کے چوراہے پر، کوفہ میں جو مارشل لاء لگایا ہوا تھا اور دیگر اردگرد کے علاقوں میں کسی بھی ممکنہ امداد کو روکنے کے لیے تعینات تھے۔شام سے یزید نے ساری فوج جھونک دی تھی آلِ رسول علیھم السّلام کا نشان مٹانے کے لیے، تو وہی روش آج بھی چلی آ رہی ہے۔ناصبی مشن کارفرما ہے، کچھ سادہ لوح مسلمان ہیں، کچھ پکے یزیدی ہیں۔

امام بخاری بہت بڑے محدث ہو گزرے ہیں اور ان کی کتاب صحیح بخاری، صحاح ستہ میں سب سے اعلیٰ درجے کی کتاب گردانی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری حدیث کی سب سے بڑی کتاب ہے۔امام بخاری کو امام علی رضا، امام

محمد تقی، امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیھم السلام، چار ائمہ اہل بیت کا دور میسر آیا۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث بھی ائمہ اہل بیت علیھم السلام سے مروی نہیں ہے، حالانکہ اس وقت ان سے زیادہ سچا، صادق اور ثقہ راوی کوئی اور ممکن ہی نہ تھا۔ امام بخاری ان سے حدیث کی روایت کیوں نہیں لے سکے؟ ظاہر ہے لوگ حکمرانوں کے جبر اور ظلم کے آگے مجبور تھے، گردنیں اتار دی جاتی تھیں، زبانیں گدی سے کھینچ لی جاتی تھیں۔ متوکل عباسی اور ان ناصبی عباسی حکمرانوں کا دورِ حکومت تھا، جن کو امام حسین علیہ السّلام کی قبرِ مبارک کا نشان تک گوارا نہ تھا اور اس کا نشان تک مٹانے میں لگے ہوئے تھے، وہ علی اور آلِ علی علیھم السّلام کا ذکر کہاں کرنے دیتے تھے؟ یا اولادِ علی علیہ السلام سے حدیث کب لینے کی اجازت دیتے تھے؟

کس محدث کی مجال تھی کہ وہ مولا علی علیہ السلام اور آلِ علی علیھم السلام کا ذکر کرے؟ امام بخاری نے خود اعتراف کیا ہے کہ صحیح بخاری میں جتنی احادیث میں نے جمع کی ہیں اس سے زیادہ چھوڑی ہیں۔ امام بخاری نے جو احادیث چھوڑی تھیں وہ ساری مولا علی اور اہل بیت علیھم السلام کی شان میں تھیں اور اس سے کئی گنا زیادہ ہیں جو احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ مستدرک کہتے ہی اس مجموعہ احادیث کو ہیں جو بخاری اور مسلم کی شرائط پر پوری اترتی ہوں مگر بوجوہ ان کتب میں نہ آسکی ہوں۔ ان چھوڑی ہوئی احادیث کو امام حاکم نے بعد میں اپنی مستدرک میں جمع کیا، جس کی تلخیص امام ذہبی نے لکھی۔ اہل سنت کے نامی گرامی ائمہ احادیث میں سے ایک ذہبی ہیں، جنھوں نے مستدرک للحاکم کی تلخیص لکھی اور اس میں شامل احادیث پر حکم لگایا کہ یہ صحیح ہے، یہ حسن ہے وغیرہ وغیرہ۔ امام بخاری نہیں لکھ سکے، نہیں لکھ سکتے تھے اور یہی مجبوری کچھ دوسرے ائمہ حدیث کی بھی رہی ہے۔

لوگوں کو علی، حسن، حسین نام رکھنے کی جرات نہیں تھی، گردنیں کاٹ دی جاتی تھیں اور گردنیں کاٹی گئیں۔ صوفیاء کے سلسلے کا بہت بڑا نام ہے خواجہ حسن بصری۔ جو صوفیاء اور طریقت کے سلسلے کو جانتے ہیں وہ بخوبی واقف ہیں حسن بصری کے نام سے، مولا علی علیہ السلام کے براہ راست شاگرد اور اجل تابعی تھے لیکن مولا علی علیہ السلام سے روایت نہیں کر سکتے تھے۔ حسن بصری سے مروی روایات میں عن ابوزینب ہے یا مرسل روایات ہیں، نہ عن ابوالحسن کہہ کر روایت کر سکے نہ عن ابوالحسین کہہ کر اور نہ ہی براہ راست عن علی کہہ کر ہی کر سکے۔ امام مالک براہ رست امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں سے ہیں اور مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔ بنی امیہ کے دور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے کوئی حدیث روایت نہیں کی البتہ بنی امیہ کی حکومت کے خاتمے پر کچھ احادیث اپنی حدیث کی کتاب موطأ امام مالک میں شامل کر سکے۔

حجاج بن یوسف اور اس کا بھتیجا محمد بن قاسم:

حجاج بن یوسف اور اس کا بھتیجا محمد بن قاسم پکے ناصبی تھے اور مولا علی علیہ السلام پر لعن کیا کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف عبدالملک بن مروان کا گورنر تھا اور اس کی ملوکیت کے استحکام کے لیے بربریت کی آخری حدیں تک پار کی تھیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کی سفاکی کو یوں بیان کیا کہ تمام اہل مذاہب اپنے اپنے اشقیاء پیش کریں تو ہماری (مسلمانوں کی) طرف سے اکیلا حجاج بن

یوسف کافی ہے۔انھوں نے چن چن کے آل علی ومحبان اہلِ بیت علیھم السلام کو مارا۔کربلا میں صرف بہتر شہید نہیں ہوئے،کئی سو سال علی علیہ السّلام اوران کی اولاد پرظلم کے پہاڑ گرائے جاتے رہے۔ائمہ اہل بیت علیھم السلام سے ملنے نہیں دیا جاتا تھا،امتِ مسلمہ کو دور رکھا گیا۔ان کا نام نہیں لے سکتے تھے،جوان کے پاس جاتا،اس کا گھر جلا دیتے،مال ضبط کر لیتے تھے،املاک کونقصان پہنچاتے اور قتل کر دیتے تھے۔ان سے روایات کوئی کیسے لیتا؟ان کی شان وفضائل ومناقب کیسے بیان کیے جاتے؟ممکن نہ تھا۔یہی وہ ناصبیت ہے، جو پنپتی رہی ۸۳ سے ۸۵ فیصد جم غفیر میں،اہلِ سنت کے ہاں،پنپتی چلی آتی رہی۔ناصبی مشن ایک نکتے پر کارفرما ہے،لوگوں کو کربلا اور حسین علیہ السّلام سے دور رکھا جائے،جس دن لوگوں کو کربلا اور حسین علیہ السلام کی سمجھ آ گئی،لوگوں کو حقیقت سمجھ آ جائے گی،کربلا اور اس کے محرکات سے آ گاہی حاصل ہو جائے گی جو ناصبیت کو کسی صورت گوارا نہیں۔

ردروافض یا تنقیص علی علیہ السلام:

ابنِ تیمیہ اہل سنت کا ایک بہت بڑا نام ہے۔ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہا جاتا ہے،ابن کثیر سمیت متعدد مفسرین وائمہ حدیث کے استاد ہیں اور ابن کثیر کے سسر بھی۔شیخ ابن تیمیہ کی مشہور تصنیف ہے منہاج السنہ جو رد روافض میں لکھی گئی۔موصوف رد روافض میں اس درجہ آ گے نکل گئے کہ اعتدال سے ہٹ گئے۔مولا علی علیہ السلام کی شان میں وارد اکثر فضائل کا انکار کیا اور صحیح احادیث کو موضوع یا ضعیف کہا۔یہاں تک کہ غدیر خم کے مقام پر بیان کی جانے والی حدیث ثقلین جس کو اہل سنت کے ۱۵۰ سے زائد ائمہ حدیث نے بیان کیا اور ۱۵۰ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے مروی ہے اور تواتر کا درجہ رکھتی ہے،اس کا بھی انکار کر دیا۔رد روافض میں یوں راہ حق سے ہٹے کہ محدثین نے تصریح فرمائی کہ موصوف تنقیص مولا علی علیہ السلام کے مرتکب ہو گئے۔قاضی ابوبکر ابن العربی مشہور مفسر قرآن جو امام غزالی کا شاگرد ہے اور جس کی مشہور تصنیف العواصم والقواصم درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہے،ناصبی تھا۔ابوبکر ابن العربی نے کہا کہ حسین علیہ السلام اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے یعنی ان کا قتل شریعت محمدی کی رو سے جائز تھا(العیاذ باللہ)۔

یزید کے ہمدرد اور طرفدار:

قرون اولیٰ ہے جب کربلا میں لاکھوں لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کیا تھا اور حسین علیہ السلام کو چھوڑ کر یزید کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے تھے۔کیا لوگوں کو نہیں معلوم تھا کہ حسین علیہ السلام کون ہیں؟پشتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سوار ہیں۔کیا لوگوں نے نہیں دیکھا تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سجدے میں ہیں اور حسین علیہ السّلام پشت پہ آتے ہیں،نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے کو طویل کر دیتے ہیں اور ۷۳ بار **سبحان ربی الاعلی** کہتے ہیں جب تک کہ حسین علیہ السلام اپنی مرضی سے اتر نہیں جاتے؟نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو حالت سجدہ میں ان کا پشت سے گرنا گوارا نہ تھا تو کربلا میں گھوڑوں سے گرانا،گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسد اطہر کی پامالی کس طرح گوارا ہوگا؟کاشانہ زہرا سے ننھے حسنین علیھم السلام

نکلیں، لڑکھڑائیں اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ موقوف کر کے حسنین علیہما السلام کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا کر دوبارہ سے شروع کریں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے اور حسین علیہ السلام پیاس سے رو رہے تھے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ علیہا السلام سے نواسے کو لیا، سیراب کیا اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حسین علیہ السّلام کو رونے نہ دیا کرو، اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ علی کون ہیں؟ فاطمہ کون ہیں؟ حسن وحسین کون ہیں؟ علیہم السلام، سب جانتے ہیں کہ یہ جنت کے سردار ہیں، اہل کساء ہیں۔ آج امتِ مسلمہ میں جمہور اہل سنت ناصبیت کے اثر ورسوخ کی وجہ سے سب کچھ جانتے ہوئے بھی حسین علیہ السلام اور کربلا سے دور ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو یزید کے بہی خواہ ہیں۔ یہ مانسہرہ میں ہیں لوگ، سوات میں، خیبر پختو خواہ میں، پنجاب میں اور ملک کے دیگر حصوں میں جواب کھلم کھلا یزید کو رضی اللہ کہنا شروع ہو گئے ہیں اور اس کی حمایت میں کتب تحریر کرتے ہیں۔

ناصبیوں کی طویل فہرست ہے، یہ تعلیم القرآن والے مولوی، شیخ التفسیر مولوی غلام اللہ اور اس کے معتقدین، لال مسجد والے مولوی عبداللہ، اس کا بیٹا مولوی عبدالعزیز، عطاء اللہ بندیالوی، محمد عظیم الدین صدیقی، ڈاکٹر محمد دین بٹ، حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی، حویلیاں والا قاضی طاہر علی الہاشمی، ڈاکٹر ذاکر نائیک ودیگر جو کھل کر یزید ومروان کو اپنا امام مانتے ہیں۔ قاضی طاہر علی الہاشمی نے تو اپنے ممدوح مروان بن حکم پر ایک ضخیم کتاب تحریر کی ہوئی ہے جس میں اس نے ہر طرح کے قلابے ملا کر اسے متقی، فرشتہ صفت، صحابی اور پارسا ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ جو مروان ویزید کے نام لکھ کر اپنی مساجد میں آویزاں کرتے ہیں یا کندہ کراتے ہیں اور حسین علیہ السلام کو معاذ اللہ خطا پر کہتے اور سمجھتے ہیں، ان سے کربلا اور اہل بیت کے ذکر کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟

لوگوں کو مختلف قسم کی باتوں میں الجھا کر آلِ رسول علیہم السّلام سے دور کیا گیا اور آج بھی کیا جا رہا ہے۔ آج بھی سادہ لوح لوگ موجود ہیں جو ناصبیت کا بہ آسانی شکار ہو جاتے ہیں۔ محرم آتا ہے، کربلا اور حسین علیہ السّلام کی بات نہیں کرتے؟ شیعہ کی بات کرتے ہیں، شیعہ یہ کرتے ہیں، شیعہ وہ کرتے ہیں، شیعہ تعزیہ کا جلوس نکالتے ہیں، یہ علم کا جلوس نکالتے ہیں، یہ گھوڑے کی پوجا کرتے ہیں، یہ متعہ کرتے ہیں، یہ نیاز بانٹتے ہیں، یہ سبیلیں لگاتے ہیں۔ وہ طبقہ جو ۷ فیصد ہے، وہ ان کا عمل ہے، ان کے اپنے رسوم ورواج ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں، کیا نہیں؟ آپ یہ بتائیے کہ ان ایام میں آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ کا کیا عمل ہے؟ آپ کربلا کا کتنا ذکر کرتے ہیں؟ شہدائے کربلا کے بارے میں کوئی بات کرتے ہیں؟ خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کی پاک بیبیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر افسوس ودکھ کا اظہار کرتے ہیں؟ ان مظالم پر گریہ کرتے ہیں؟ یزید کے ظالمانہ وسفاکانہ اقدامات سے اور اس کی برائیوں سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں؟ نہیں محرم کی آمد کے ساتھ بس شیعہ سنی کی ابحاث چھیڑ دی جاتی ہیں۔

کچھ یزید کے بہی خواہ ایسے ہیں جو اس ملعون کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کچھ اسے رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کچھ ہمارے لوگ ایسے ہیں جو نکالنا چاہیں تو بادلوں سے چاند نکال لیں اور نہ دیکھنے پر آئیں تو قتلِ حسین پر ہی انجان بن بیٹھیں اور یزید انھیں قصوروار نظر نہ آئے اور کہیں کہ ہمیں تو کوئی ایسی روایت نہیں ملی کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ یزید نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا۔

اتنے معصوم تو نہیں جتنے دکھائی دیتے ہیں یزید کے اس طرح کے بہی خواہ۔ یہ اندھے ہو جاتے ہیں اور انھیں بریدہ سر نیزوں پر نظر نہیں آتے، یزید کی تضحیک آمیز حرکتیں نظر نہیں آتیں۔ یزید کا آیات قرآنی سے تاویلات باطلہ کرنا نظر نہیں آتا، یزید کا حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی مارنا نظر نہیں آتا۔ سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمہ بنت الحسین اور امام زین العابدین علیھم السلام کے ساتھ مکالمے نظر نہیں آتے، اسیران کربلا کی کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق تک بغرض تشہیر ورسوائی پھرایا جانا اور دمشق میں جس طرح عید کا سماں تھا، جشن منایا گیا، دربار یزید میں جو سلوک تھا، یہ سب کہاں نظر آتا ہے؟ حسین علیہ السلام سے اور اہل بیت علیھم السلام سے جو آنکھیں پھیر لے اسے واقعی پھر کچھ نظر آ سکتا نہیں، آئے گا بھی نہیں۔

آج لوگ یزید کے دفاع میں متحرک ہیں، کوئی کہتا ہے اس کو برا نہ کہیں کوئی کہتا ہے یزید کافر نہیں تھا، کوئی یزید کو حدیث قسطنطنیہ کی غلط تاویلات کے ذریعے جنتی ثابت کرنے کے درپے ہے تو کوئی کہتا ہے اس پہ لعنت نہ بھیجیں، ہوسکتا ہے اللہ اس کو معاف کر دے۔ اللہ اگر یزید کو معاف کر دے گا تو ہم جو یزید پہ لعنت بھیجتے ہیں تو ہمیں نہیں معاف کرے گا؟ یزید کربلا میں سارے مظالم کر کے، گلشن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاراج کر کے، اہل مدینہ کی بربادی کے لیے مسلم بن عقبہ کی سربراہی میں لشکر بھیج کر، واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں گھوڑے باندھ کے، ریاض الجنہ میں ان گھوڑوں کے پیشاب اور لید سے مسجد نبوی کا تقدس پامال کر کے، حفاظ مدینہ اور مہاجرین وانصار کو شہید کر کے، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو قتل کر کے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے داڑھی کے بال نوچ کے بھی ان کی نظر میں قصوروار نہیں تو انھیں کہاں نظر آتا ہے کچھ؟ صحابہ رضی اللہ عنھم کی بیٹیوں سے زبردستی شامیوں کا زنا بالجبر کے ساتھ ہزاروں ناجائز اولادیں تولد ہونا، سترہ سو حفاظ کا شہید کیا جانا، مسجد نبوی میں اذان ونماز کا معطل ہونا، کعبے کی بے حرمتی کرنا۔ یہ سب مظالم جاننے کے بعد بھی اگر کوئی یزید سے ہمدردی کرتا ہے تو وہ اپنے ایمان کی فکر کرے، اس لیے کہ اس کا ایمان ناقص ہے۔ ظاہر ہے جو یزید کی محبت اور دفاع کو کعبہ کی حرمت سے، مدینہ، اہل مدینہ اور مسجد نبوی کی حرمت سے، انسانیت سے، اہل بیت کے تقدس سے، خاندان رسول، مخدرات اہل بیت اور حسین علیہ السلام سے بڑھ کر سمجھتا ہے اور فوقیت دیتا ہے، اس کے ایمان کی حالت کون بیان کر سکتا ہے؟

یزید کی جنگ عظمت دیرینہ پیغمبری سے جنگ تھی:

جو لوگ اہل بیت علیھم السلام سے وابستگی کے بغیر قرآن اور قرآن سمجھنے کا خیال خام رکھتے ہیں ان کے حلق سے نیچے قرآن، قرآن کا تقدس، قرآن کے معانی ومطالب نہیں اترتے۔ قرآن سمجھ کہاں آتا ہے؟ قرآن اہلِ بیت کے بغیر حلق سے اتر کیسے سکتا ہے؟ مولا علی علیہ السلام اور اہل بیت قرآنِ ناطق اور ناطقِ قرآن ہیں۔ مولا علی علیہ السّلام کی ساری زندگی جنگوں میں گزر گئی، جب خلافت کا وقت آیا تو ان پر جنگیں مسلط کر دی گئیں یہاں تک کہ شہادت تک جنگوں میں ہی مصروف کر دیا گیا۔ اپنی ذات کے لیے تو وہ تلوار نہیں اٹھانا چاہتے تھے اور نہ کبھی اٹھائی۔ ہمیشہ اللہ کی رضا کے لیے، مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کے لیے اور دین مصطفی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے لیے تلوار اٹھائی۔ جوش ملیح آبادی نے یہی کہا کہ کربلا میں امرِ حق کی برتری سے جنگ تھی، طاقت نانِ شعیرِ حیدری سے جنگ تھی، عظمتِ دیرینہ پیغمبری سے جنگ تھی۔

وہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیھم السلام کا پیغام تھا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیھم السلام کے سر کے تاج امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پیغام تھا، وہ پیغام توحید کا پیغام تھا۔ کربلا میں امام حسین علیہ السلام سے جنگ توحید سے جنگ تھی عظمتِ دیرینہ پیغمبری سے جنگ تھی، وہ جو عظمت تھی انبیاء کرام علیھم السلام کی، سارے نبی آئے توحید کے اعلان کی خاطر آئے، اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر آئے۔ امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں قربانیاں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر تھیں۔ یزید نے سرِ حسین علیہ السلام کو مخاطب کر کے یہی کہا تھا دربار میں کہ نہ کوئی وحی آئی تھی نہ کوئی فرشتہ آیا، بنی ہاشم نے اپنے اقتدار کے لیے ڈھونگ رچایا تھا۔ یہ اگر مسلمانی ہے تو بتا تو سہی پھر کافری کیا ہے؟

اگر یزید جیسے مسلمان ہیں اور یزید کے ماننے والوں جیسے مسلمان ہیں تو پھر کافروں کو ہم کیا کہیں؟ ہندوؤں کو ہم کیا کہیں سکھوں اور عیسائیوں کو کیا کہیں؟ جو آج کربلا میں جاتے ہیں، پرسہ دیتے ہیں، امام حسین علیہ السلام کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور انھیں صرف مسلمانوں کا نہیں، انسانیت کا امام مانتے ہیں۔ ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب کے لوگ تو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اپنی عقیدتوں کا اظہار کرتے ہیں اور یہ کیسے مسلمان ہیں جو کربلا اور امام حسین علیہ السلام کے پاک ذکر سے جی چراتے ہیں؟ سکھوں کے گرو، بابا گرونانک نے اپنے معتقدین سے کہا کہ جب محرم الحرام آئے تو حسین علیہ السّلام کا نام لیا کرو، ان کے ماننے والوں نے پوچھا: حسین علیہ السّلام تو مسلمانوں کے ہیں ہم ان کا ذکر کیوں کریں؟ بابا گرونانک نے جواب دیا حسین علیہ السّلام صرف مسلمانوں کے نہیں بلکہ ساری انسانیت کے ہیں۔ انھوں نے ہمیں عزت وغیرت دی ہے، بہن کو بہن کا مقام دیا ہے، بیٹی کو بیٹی کا مقام دیا ہے، ماں کو ماں کا مقام دیا ہے۔ اگر حسین علیہ السّلام کی قربانی نہ ہوتی تو یہ رشتے، یہ حرمتیں پامال ہو جاتیں۔ شریعتِ محمدی کی بقا کے ضامن حسین علیہ السلام ہیں۔

جوش ملیح آبادی کہہ رہے ہیں کہ یزید اور یزیدیوں کی کربلا میں جنگ عظمتِ دیرینہ پیغمبری سے جنگ تھی، قرآں میں ہے جس کا ذکر اس داوری سے جنگ تھی۔ جن کا اولی الامر یزید ہو وہ کربلا، حسین اور ائمہ اہل بیت علیھم السلام اور ان کے تقدس وعظمتوں کو کیا جانیں؟ ایسے لوگ عظمت دیرینہ پیغمبری کو کب جان سکتے ہیں؟ ایسے لوگ قرآن میں بیان کردہ داوری کو کیا سمجھیں؟ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ حسین علیہ السّلام کو امام نہیں لکھنا چاہیے۔ کربلا اور حسین علیہ السلام کا آخرت میں نہیں پوچھا جائے گا۔ بس ایک واقعہ تھا ہو گیا دیگر واقعات کی طرح، امام حسین علیہ السّلام کو کون سی حکومت مل گئی؟ وہ کون سا کامیاب ہو گئے تھے؟ پڑھے لکھے لوگ ان کا یہ حال ہے، ناصبیت کے پروپیگنڈے میں آ کر اس طرح کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ آخرت کے سوالوں میں سے سوال نہیں ہے، کربلا اور حسین علیہ السلام کے بارے میں قبر میں سوال نہیں ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

محبان اہل بیت مطعون ومعذوب کیے جاتے ہیں:

محبان اہل بیت، کربلا، آل عبا، اہل کساء، پنجتن پاک اور امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرنے والوں پر شیعہ کا فتویٰ جڑ دینا، ناصبیت کا شیوہ اور وطیرہ رہا ہے۔ چنانچہ امام نسائی کے علاوہ کثیر تعداد میں اہل سنت کے مفسرین وائمہ احادیث پر ناصبیوں کی طرف سے شیعت کے فتوے صادر ہوتے رہے۔ مفسر ابن جریر طبری صاحب تاریخ الامم والملوک کو شیعہ کہا گیا۔ امام حاکم صاحب المستدرک کو نہ صرف شیعہ کہا گیا بلکہ ان کے گھر پر بلوائیوں نے حملہ کیا اور ذکر طلقاء پر مجبور کیا، جس کے انکار پر انھیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ دیوبند کے مشہور عالم، مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری فاضل بنوری ٹاؤن نے امام اعظم ابوحنیفہ، شہید اہل بیت کے عنوان سے کتاب لکھی ہے جس میں ان محرکات کا ذکر کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ پر شیعت کا فتویٰ لگایا گیا اور انھیں اہل بیت سے محبت کی پاداش میں شہید کیا گیا۔ دیوبندی فاضل کوثری نے کتاب کا ٹائیٹل ہی شہید اہل بیت رکھا۔

امام شافعی کو شیعہ کہا گیا اور ان کا نام باقاعدہ شیعہ علماء کی فہرست میں درج کیا گیا درآنحالیکہ وہ اہل سنت کے عظیم امام ہیں۔ مورخ مسعودی کو، یعقوبی کو، اور دیگر بے شمار ائمہ حدیث کو شیعہ کہا گیا۔ ایک لمبی فہرست ہے جس میں اہل سنت کے جید اور جلیل اماموں کے نام موجود ہیں جنھیں اہل بیت کی محبت کی وجہ سے شیعہ کہا گیا اور مطعون ومعذوب کیا گیا۔ آپ تحقیق کیجیے، ڈھونڈیے، حق کو تلاش کیجیے، کربلا کو پڑھیے، پڑھائیے، اپنے بچوں کو سکھائیے اور ان عوامل کو تلاش کیجیے جن کی وجہ سے آج امت مسلمہ کربلا سے اور حسین علیہ السّلام سے دور ہوتی جارہی ہے۔ نواصب کا تو اپنا مقصد ہی یہی ہے، آپ کو سوچنا ہے کہ آپ کیوں دور ہیں؟ لوگ جانتے ہی نہیں کہ کربلا کیا ہے؟

امام شافعی کو کیوں ضرورت پڑی کہ حج کے لیے منیٰ میں مقیم حاجیوں کو مخاطب کر کے اشعار پڑھتے ہیں۔ جو لوگ حج کر آئے ہیں یا حج کے احکام سے واقف ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ حاجی منیٰ میں ۸ ذی الحجہ کو احرام باندھ کر پہنچ جاتے ہیں اور آٹھ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک قیام کرتے ہیں۔ اسی دوران باقی ارکان حج، وقوفِ عرفات، مزدلفہ میں رات اور پھر منیٰ میں واپسی، طواف زیارت، قربانی، رمی وجمرات ادا کیے جاتے ہیں۔ مگر منیٰ میں کچھ روز قیام کیا جاتا ہے، مسجد خیف بھی وہیں پر موجود ہے۔ امام شافعی منیٰ میں مقیم حاجیوں سے کہتے ہیں کہ اگر دوستیِ آلِ محمد رفض ہے تو جن وانس یہ شہادت دیتے ہیں کہ میں رافضی ہوں۔ مزید فرماتے ہیں کہ او بدکار عورتوں کے بچو، او گندی ماؤں کے بچو۔ امام شافعی اس طرح سے کیوں مخاطب کرتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ او زانیہ عورتوں کے بچو! ہم جب علی علیہ السّلام اور اولادِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا ذکر کرتے ہیں تو تم کہتے ہو کوئی اور بات کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی باتیں اور دیگر باتیں لے آتے ہو کہ صحابہ کا ذکر کرو، کسی اور کا ذکر کرو اور دوسری باتوں میں الجھاتے ہو اور کہتے ہو علی علیہ السّلام کا ذکر چھوڑو۔ یہ تم صحابہ کی محبت میں نہیں کہہ رہے ہوتے یہ اس لیے کہہ رہے ہوتے ہو کہ تمھیں اہل بیت کا ذکر گوارا نہیں ہوتا۔ امام شافعی کی بات ہو رہی ہے جو اہل سنت کے چار ائمہ میں سے ایک جلیل القدر امام ہیں، آپ نے کہا کہ ہمیں دیگر باتوں میں مشغول کر لیتے ہو جب ہم علی علیہ السّلام کی بات کرتے ہیں۔ جب علی علیہ السلام کا ذکر کریں تو علی علیہ السلام کی بات سنو۔

محمد بن ادریس شافعی (امام شافعی) کے اشعار:

اذافی مجلس ذَکَرُوا علیاً

وسِبُطَیِہِ وَفاطمۃَ الزَّکیَۃَ

فَاجُریٰ بَعُضُھم ذِکریٰ سِواہُ

فَاَیُقِنَ اَنَّہُ سَلَقُلَقِیَۃَ

اِذٰا ذَکَرُوا عَلیاً اَو بَنیہِ

تَشٰاغَلَ بِالُرّوایاتِ الُعَلیَۃِ

یُقال تَجاوَزُوا یاقومِ ھٰذا

فَھٰذا مِنُ حَدیثِ الرّٰافَضِیَّۃِ

بَرِئتُ الی الُمُھَیُمِن مِن اناسٍ

بَرونَ الرَّفُضَ حُبَّ الُفاٰطِمَیۃِ

عَلیٰ آلِ الرَّسولِ صَلوۃُ رَبّی

وَ لَعُنَتُہُ لِتِلُکَ الُجاھِلِیَّۃِ

''جب کسی محفل میں ذکرِعلی علیہ السلام ہو یا ذکرِ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہو یا اُن کے دوفرزندوں کا ذکر ہو، تب کچھ لوگ اس واسطے کہ لوگوں کو ذکرِمحمد وآلِ محمد سے دور رکھیں، دوسری باتیں چھیڑ دیتے ہیں۔ تمہیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ جو کوئی اس خاندان کے ذکر کے لیے اس طرح مانع ہوتا ہے، وہ بدکار عورت کا بیٹا ہے۔ وہ لمبی روایات درمیان میں لے آتے ہیں کہ علی وفاطمہ اور اُن کے دوفرزندوں کا ذکر نہ ہوسکے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اے لوگو! ان باتوں سے بچو کیونکہ یہ رافضیوں کی باتیں ہیں (میں جو امام شافعی ہوں) خدا کی طرف سے ان لوگوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جو فاطمہ سے دوستی ومحبت کرنے والے کو رافضی کہتے ہیں۔ میرے رب کی طرف سے درود وسلام ہو آلِ رسول پر اور اس طرح کی جہالت (یعنی محبانِ آلِ رسول کو گمراہ یا رافضی کہنا) پر لعنت ہو''۔

1۔ شیخ سلیمان قندوزی حنفی، کتاب ینابیع المودۃ، صفحہ 329، باب 62، از دیوانِ شافعی

2۔ شبلنجی، کتاب نورالابصار، صفحہ 139، اشاعت سال 1290

قاٰلُوا تَرَفَّضُتَ قُلُتُ کَلّاٰ

مَاالرَّفُضُ دِیُنی وَلَااعُتِقاٰدِی

لکِنُ تَوَلَّیُتُ غَیُرَ شَکٍّ

خَیْرَ اِمامٍ وَ خَیْرَ ھادٍ
اِنَّ کانَ حُبُّ الْوَصِیِّ رَفْضاً
فَاِنَّنِی اَرْفَضُ الْعِبادِ

''مجھے کہتے ہیں کہ تو رافضی ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کہ رافضی ہونا ہرگز میرا دین اور اعتقاد نہیں۔ لیکن بغیر کسی شک کے میں بہترین ہادی وامام کو دوست رکھتا ہوں۔ اگر وصیِ پیغمبر سے دوستی ومحبت رکھنا رفض (رافضی ہونا) ہے تو میں انسانوں میں سب سے بڑا رافضی ہوں''۔

1۔شیخ سلیمان قندوزی حنفی، کتاب ینابیع المودۃ، صفحہ 330، اشاعت قم، طبع اوّل 1371

2۔ شبلنجی، کتاب نور الابصار، صفحہ 139، اشاعت 1290

یارا کِباً قِفْ بِالْمُحَصَّبِ مِنْ مِنیٰ
وَاھْتِفْ بِساکِنِ خِیْفِھا وَالنّاھِضِ
سَحَراً اِذَافَاضَ الْحَجِیْجُ اِلٰی مِنیٰ
فَیْضاً کَمُلْتَطَمِ الْفُراتِ الْفائِضِ
اَنْ کانَ رَفْضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلْیُشْھَدِ الثَّقَلانِ اِنِّیْ رافِضِیْ

''اے سواری! تو جو مکہ جارہی ہے، ریگستانِ منیٰ میں توقف کرنا، صبح کے وقت جب حاجی منیٰ کی طرف آرہے ہوں تو مسجدِ خیف کے رہنے والوں کو آواز دینا اور کہنا کہ اگر دوستیِ آلِ محمد رفض ہے تو جن وانس یہ شہادت دیتے ہیں کہ میں رافضی ہوں''۔

1۔ابن حجر مکی، صواعق محرقہ، باب 9، صفحہ 97، اشاعتِ مصر

2۔یاقوتِ حموی، کتاب معجم الادباء، جلد 6، صفحہ 387

3۔فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 406

اشعار کے آخر میں سخت وتند لہجہ میں دشمنانِ اہلِ بیت کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لَوْلَمْ تَکُنْ فِی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ
ثَکَلَتْکَ اُمُّکَ غَیْرَ طَیِّبِ الْمَوْلِدِ

''اگر تم میں آلِ محمد کی محبت نہیں تو تمہاری ماں تمہارے لیے سوگ میں بیٹھے کہ تم یقیناً حرام زادے ہو''

1۔شیخ سلیمان قندوزی حنفی، ینابیع المودۃ، صفحہ 354، 366، اشاعت قم، طبع اوّل 1371

2۔ابن حجر مکی، صواعق محرقہ، صفحہ 88

یزید لات وہبل کا نمائندہ:

جوش ملیح آبادی نے کہا، کب نفاق اربابِ حق سے برسرِ پیکار تھا، وہ خدا پر آخری لات وہبل کا وار تھا۔ وہ منافقت نہیں تھی، وہ اربابِ حق سے جو یزید کربلا میں برسر پیکار تھا۔ یزید منافق تو نہیں تھا، منافق تو ڈھکا چھپا ہوتا ہے، یزید تو سامنے تھا، کھلا دشمن تھا، پورے ارادے اور اقدامات کے ساتھ اس نے قتلِ عام کیا شہدائے کربلا کا، اسیران کربلا پر جو مظالم ڈھائے اور واقعہ حرہ میں جو کچھ کیا گیا، وہ سب خدا پر لات وہبل کا وار ہی تھا۔ کربلا میں لات وہبل کا نمائندہ یزید تھا اور ذات حق کا نمائندہ حسین علیہ السلام تھے۔ مگر یزید ناکام و نامراد ہوا اور ناصبی بھی ناکام ہی رہیں گے۔ حسین علیہ السلام نوک سناں پر بھی سربلند ہوئے ان کا ذکر بھی تا صبح قیامت سربلند رہے گا۔

ظلم یزیدیت، عدل حسینیت:

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم اعظم ہیں، وہ سکھا رہے ہیں کہ یوں انعام یافتہ لوگوں کی راہ کی دعا مانگو، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقش قدم ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ**، ان کا ہر عمل تائید الٰہی سے عبارت ہے۔ اللہ منعم ہے، انعام کا خالق اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر انعام یافتہ۔ اسی طرح انبیاء کرام، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، شہداء، صدیقین و صالحین سب انعام یافتہ ہیں۔ جس کو جو بھی بھلائی میسر ہے بواسطہ سید الابرار و سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ حکومت و اختیار اللہ تعالی کی طرف سے عنایت کردہ ہو تو انعام ہوتا ہے اور جبر و زور سے حاصل کیا جانے والا اختیار و اقتدار عذاب ہوتا ہے۔

حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالی کی ہے اور بندوں کو جو اختیار، اقتدار اور حکومتیں ملتی ہیں وہ حاکم اعلیٰ کی طرف سے امانت ہوتی ہے۔ جس اختیار، اقتدار اور حکومت میں اللہ کی رضا و تائید شامل نہ ہو یا بزور جبر و استبداد حاصل کیا گیا ہو، ایسے صاحبان اختیار و اقتدار و حکمران فرعون، یزید اور شیطان کے نمائندے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نہیں۔ جو اختیار و اقتدار و حکمرانی عدل و انصاف سے خالی ہو تو ایسی مطلق العنانی ہی تو فرعونیت اور یزیدیت ہے۔ عدل پر دنیا کا وجود قائم ہے، یوم محشر یوم عدل ہے۔ عدل اور ظلم ایک دوسرے کی ضد ہیں، ظلم یزیدیت اور ابلیس کی میراث ہے، عدل حسینیت ہے۔ اللہ کے نمائندے تو اس کی رضا کے متلاشی ہوتے ہیں اور اپنے اختیار و اقتدار و حکمرانی کو اللہ کی امانت سمجھ کر پوری دیانتداری، ایمانداری اور عدل و انصاف سے کام میں لاتے ہیں۔

یہی اہل اللہ ہوتے ہیں اور اپنی ذات اور اپنے مفادات ان کا مطمع نظر نہیں ہوتا بلکہ رب کی رضا کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اپنے ہر ہر عمل، ہر ہر فیصلے اور ہر ہر حکم میں خوف خدا اور رب کی رضا کے ساتھ عدل و انصاف کے نفوذ کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ایسے صاحبان اختیار و اقتدار و حکمران نہ تو خود کسی جبر و ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی جابر و ظالم کا ساتھ دیتے ہیں چاہے اس کے لیے انھیں کوئی بھی قیمت چکانی پڑے۔ **کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ**، تم سب راعی (حاکم) ہو اور تم سب

اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیے جاؤ گے،اس حدیث پاک میں اسی طرف اشارہ ہے۔چنانچہ اس ضمن میں صحیح مسلم سے درج ذیل صرف ۱۳احادیث بغور سمجھ لیجیے جبکہ اس عنوان پر متعدد احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں۔

بابٌ : كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ

تم سب راعی (حاکم) ہواور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیے جاؤ گے

(1201)**عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْأَمِيرُ الَّذِى عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَ وَلَدِهِ وَ هِىَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ**

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنھما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا (حاکم سے مراد منتظم اور نگراں کار اور محافظ ہے) پھر جو کوئی بادشاہ ہے وہ لوگوں کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا (کہ اس نے اپنی رعیت کے حق ادا کیے،ان کی جان و مال کی حفاظت کی یا نہیں؟) اور آدمی اپنے گھر والوں کا حاکم ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی اور بچوں کی حاکم ہے،اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا اور غلام اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔ غرضیکہ تم میں سے ہر ایک شخص حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا۔''

بَابٌ : **كَرَاهِيَةُ طَلَبِ الْإِمَارَةِ وَ الْحِرْصِ عَلَيْهَا**، طلب حکومت اور اس پر حریص ہونے کی کراہت

(1202)**عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ سَمُرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ لاَ تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا**

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اے عبدالرحمٰن! کسی عہدے اور حکومت کی درخواست مت کر،کیونکہ اگر درخواست سے تجھ کو (حکومت عہدہ) ملا تو اسی کے سپرد کر دیا جائے گا تو اللہ تجھے چھوڑ دے گا اور جو بغیر سوال (درخواست) کے ملے،تو اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے گا۔''

(1204) **عَنْ أَبِى ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلاَ تَسْتَعْمِلُنِى؟قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِى ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَ إِنَّهَا أَمَانَةٌ وَ إِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْىٌ وَ نَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَ أَدَّى الَّذِى عَلَيْهِ فِيهَا**

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ مجھے گورنری (وغیرہ) نہیں دیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے پر مارا اور فرمایا: ''اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ امانت ہے (یعنی بندوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سب حاکم کو ادا کرنے ہوتے ہیں) اور قیامت کے دن اس عہدہ سے سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا مگر جو اس کے حق ادا کرے اور سچائی سے کام لے۔''

ملک عضوض، دانتوں سے کاٹنے والی ملوکیتیں:

ملوکیتوں کے ادوار، احوال، افعال اور اعمال ملاحظہ فرمالیجیے، بنی امیہ، بنی عباس اور دیگر ملوکیتوں کو ان احادیث کی روشنی میں پرکھیے اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر بتائیے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچا کون ہوگا؟ کہ جن کی سچائی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مہر ثبت ہے، انھیں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح منع فرما رہے ہیں، باقی ملوک کا کیا حال ہوگا؟ جن ملوکیتوں کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا ہو کہ یہ ملوکیت ملک عضوض یعنی دانتوں سے کاٹنے والی ملوکیت ہے، لوگ سابقون الاولون کو چھوڑ کر خلافت راشدہ کے مقابلے میں ان ملوکیتوں کے اعمال وافعال کا تاویلات کے ساتھ دفاع کرنے میں جتے رہتے ہیں۔ کف لسان کو اپنانے کی بجائے ان ملوک کے من گھڑت فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ دفاع صحابہ کے نعرے کے پیچھے چھپ کر طلقاء کے لیے بے خطا بے خطا کے نعرے بلند کرتے ہیں اور خلافت راشدہ کے مقابلے میں ان ملوک کی سیاست زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔

دورِ ملوکیت میں عدل وانصاف کہاں نظر آتا ہے، بے گناہ لوگوں کا قتل عام محض اس لیے کہ وہ اہل بیت سے محبت کرتے تھے۔ کوئی عہد کی پاسداری نہیں، لوگوں کو اس لیے مسلمان نہیں ہونے دیا جاتا تھا کہ ذمیوں سے وصول ہونے والا جزیہ کم نہ ہوجائے۔ جن درباروں میں حسن مجتبےٰ علیہ السلام کی شہادت پر تکبیر کہی گئی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چمن کے پھول کو ایک انگارہ تھا جو بجھ گیا، کہا گیا اور ایسا کہنے والے کو انعام واکرام سے نوازا گیا، وہاں محبت اہل بیت کا درس تو نہیں دیا گیا، بلکہ دشمنی اہل بیت کو فروغ ملا۔ حسن علیہ السلام کو رومی خزانے سے منگوائے گئے زہر ہلاہل سے شہید کیا گیا جس سے ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر باہر نکلتے رہے۔ ملوکیت کے ادوار میں ائمہ اہل بیت علیھم السلام کو زہر خورانی سے شہید کیا جاتا رہا، **كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ** ، تم سب راعی (حاکم) ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیے جاؤ گے، اس حدیث پاک کی کیا تاویلات کی جائیں گی؟ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پس پشت ڈال کر ملوکیتوں کے دفاع کے لیے تاویلات باطلہ کی گئیں۔ خوشامد اور چاپلوسی کی طرز پر بادشاہ سلامت زندہ باد کی روش کو اپنایا گیا۔

امام حسین علیہ السلام ظالم کا ساتھ دینا ظلم سمجھتے ہیں۔ ظالم ہونا یا ظالم کا ساتھ دینا ذلت ہے اور ھیہات من الذلہ کا قول مبارک خود یہ بات آشکار کرتا ہے کہ حسینی ہمیشہ عادل ہوگا، عدل کرے گا، ناانصافی سے اجتناب کرے گا، اس لیے کہ ناانصافی ہی تو ظلم ہے۔ جو صاحبان اختیار ہیں ان کے پیش نظر ہمیشہ یہ بات رہنی چاہیے کہ اختیارات تو چند روزہ ہیں۔ اس میں عدل پر کار بند رہنا

چاہیے۔ جو عدل کو اختیار نہ کرے، چاہے اس کے اختیار کا دائرہ کار محدود ہو یا وسیع ، وہی تو یزید وقت ہے۔ حسین علیہ السلام کے اسوہ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے والا کبھی بھی عدل وانصاف سے انحراف نہیں کرسکتا، چاہے اس کے لیے اسے کچھ بھی قیمت چکانی پڑے۔ ظلم اور ناانصافی کی راہ پر چلنے والا یزید کا جانشین ہے چاہے سید ہی کیوں نہ ہو، ذریت حسین علیہ السلام سے ہی کیوں نہ ہو، حسن حسین اور مولا علی علیھم السلام کا نام صبح اور شام ہی کیوں نا جپتا ہو۔ ظالم انسان اور انصاف سے روگردانی والے کا حسین پاک سے کیا لینا دینا؟ مولا علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اقتدار واختیار پھٹے ہوئے جوتے سے بھی بدتر ہے جس میں عدل نہ ہو۔ اللہ پاک ہم سب کو صحیح معنوں میں حسینی بنائے اور ظلم اور ناانصافی سے محفوظ رکھے۔

حق پرستوں کے لیے زنداں کی سختیاں:

حق پرست زنداں کی سختیاں سہتے ہیں تو ہی معاشرے میں عدل باقی رہ پاتا ہے۔ زنداں تو زندگی دیتا ہے معاشروں کو، قوموں کو۔ نیلسن منڈیلا ۲۶ سال جیل میں رہا، پھر کہیں جا کر ساؤتھ افریقہ قوم بنی اور آج بابائے ملت ہے نیلسن منڈیلا۔ زندان قوموں کو زندگی بخشا کرتے ہیں، شعور عطا کرتے ہیں۔ ملوکیتوں کے ادوار میں حق پرستوں کو زندان کے حوالے کیا جاتا رہا۔ ہشام بن عبدالملک نے فرزدق شاعر کو امام زین العابدین علیہ السلام کی شان میں قصیدہ لکھنے پر مکہ اور مدینہ کے درمیان عسفان کے زنداں میں قید کر دیا تھا۔ فرزدق زندان سے گھبرایا نہیں اور زنداں کی سختیاں بخوشی قبول کیں اور اتنا دلیر ہو گیا کہ جابر وظالم حاکم ہشام بن عبدالملک کی ہجو میں اشعار کہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا، بالآخر زہر دے کر شہید کیا گیا۔ ظالم وجابر عباسی حکمران منصور دوانقی کا بس نہیں چلتا تھا کہ کس طرح امام جعفر صادق علیہ السلام کو قتل کر کے دم لے بالآخر زہر دلوا کر شہید کر دیا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ہارون رشید عباسی نے ۱۰ سال زندان میں رکھا اور وہیں آپ کی زہر خورانی سے شہادت ہوئی۔ امام علی نقی علیہ السلام کو بھی متوکل عباسی ناصبی نے کئی برس تک ایک تنگ زنداں میں محصور رکھا، ایسے زندان میں جہاں زندگی کا تصور بھی محال ہے۔ امام علی نقی علیہ السلام کو بھی زہر دے کر شہید کیا گیا۔ بی بی سکینہ سلام اللہ علیھا بنت الحسین علیہ السلام نے تو زندان شام میں ہی جاں بلب ہو کر جان جان آفریں کے سپرد کی۔ زندان زندہ معاشروں کے لیے بنیادی سی چیز ہے اور حق پرستی کی ادنیٰ سی قیمت۔

مفکر ڈاکٹر علی شریعتی نے کیا خوب کہا ہے کہ '' کار حسینی انجام دو یا کار زینبی اس کے علاوہ تم کافر ہو'

زنداں کی سختیاں حق پرستوں کے عزم وحوصلے میں کمی نہیں لا سکتیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ سقراط نے زندان میں ہنس کے زہر کا پیالا پی لیا تھا مگر اپنے اصول اور موقف سے دستبردار نہیں ہوا۔ حسین ابن علی علیھما السلام لاکھوں کے لشکر کو خاطر میں نہ لائے، انسانی اقدار اور عزت انسانوں کو سکھا گئے اور حریت پسندوں کو اسوہ حریت سونپ گئے۔ زندان زندگی ہے مگر بہت کم لوگ ہیں جو زندان

کوگلزار سمجھتے ہیں ورنہ آج کل ہم نے دیکھا کہ لوگ پریس کانفرنس کرکے، گھٹنے ٹیک کر، کان پکڑ کر، زندان کی سختیوں سے بھاگ گئے۔ مختصر سی جمیعت ہوا کرتی ہے جو زندان کو ماتھے کا جھومر بنا لیتی ہے مگر اصول اور موقف پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتی۔ ایسے حق پرستوں کو سلام۔ زنداں زندگی ہے قوموں کی، معاشرے کی، ضروری ہے اقدار کی سربلندی کے لیے اور قیمت ہے حریت پسندی کی۔

حریت کا سرچشمہ کربلا ہے:

حریت کا سرچشمہ کربلا ہے اور حریت کا سبق حریت پسندوں نے کربلا سے سیکھا۔ امام ابوحنیفہ پر اہل بیت کا ساتھ دینے کی پاداش میں ملوکیتوں کی طرف سے تشدد کر کے شہید کیا گیا یہاں تک کہ آپ کو شہید اہل بیت کہا گیا۔ زید بن زین العابدین علیہما السلام کا اموی ملوکیت کے خلاف خروج اور شہادت اسی حریت پسند تحریک کا تسلسل ہے۔ امام احمد بن حنبل پر ملوکیتوں کی طرف سے کوڑے برسائے گئے اور زدوکوب کیا گیا، امام مالک کو ملوکیتوں نے مدینہ میں کوڑے مارے۔ آل حسن علیہ السلام میں سے عبداللہ المحض، محمد نفس الزکیہ اور ابراہیم نفس الرضیہ علیھم السلام کی تحاریک اور شہادتیں ملوکیتوں کے خلاف خروج اور حق پرستی و حریت پرستی کی وجہ سے تھیں۔ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر، میثم تمار، کمیل بن زیاد نخعی کو اہل بیت سے محبت، حق پرستی اور حریت پرستی کی وجہ سے ملوکیتوں کی طرف سے شہید کیا گیا۔ آل حسن علیہ السلام میں سے حسین بن علی علیہما السلام صاحب فخ، کو ملوکیتوں نے نشانہ بنایا۔ ایسی ہزاروں لاکھوں مثالیں تاریخ کے اوراق میں میسر ہیں جہاں لوگوں نے سختیوں، تشدد اور شہادتوں کو ہنس کر گلے لگایا مگر حق پرستی و حق گوئی سے پیچھے نہ ہٹے۔

ابن سکیت ناصبی عباسی حکمران متوکل کے بیٹوں کا استاد تھا، متوکل عباسی ابن سکیت سے پوچھتا ہے کہ بتا میرے دو بیٹے معتز اور منتصر افضل ہیں یا حسن اور حسین علیہما السلام تو ابن سکیت برملا جواب دیتا ہے کہ اے حکمران تیرے ان دو بیٹوں کی علی علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو بیٹوں حسن اور حسین علیہما السلام سے کیا نسبت، تو اور تیرے یہ دونوں بیٹے علی علیہ السلام کے غلام قنبر کی مثل نہیں ہو سکتے، علی علیہ السلام کے بیٹوں کی شان اور منزلت تو دور ہے۔ ابن سکیت کی زبان گدی سے کھینچ لی اور شہید کر دیا۔ یزید کے بیٹے معاویہ ثانی کے خلع بیعت اور ترک حکومت پر بنی امیہ نے اس کے استاد عمر المقصوص پر تشدد کیا کہ یہ علی و آل علی علیھم السلام کی محبت تو نے اس کے دل میں ڈالی ہے اور اس طرح کی بدعات تم نے ہی اسے لبھائیں ہیں۔ بنی امیہ نے عمر المقصوص کو پکڑا اور زندہ دفن کر دیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔

سکھوں کے پیشوا، بابا گرو نانک نے کہا:

جگت گرو حسین ہے، ایسا ہور نہ کوئے
ایسی کرنی کر گیا نانک نام لوے جگ روئے

سوچتا ہوں کہ اسی قوم کے وارث ہم ہیں:

سوچتا ہوں کہ اسی قوم کے وارث ہم ہیں
جس نے اولادِ پیمبرؐ کا تماشا دیکھا
جس نے سادات کے خیموں کی طنابیں توڑیں
جس نے لختِ دلِ حیدر کو تڑپتا دیکھا
برسرِ عام سکینہ کی نقابیں الٹیں
لشکرِ حیدرِ کرّار کو لُٹتا دیکھا
اُمّ کلثوم کے چہرے پہ طمانچے مارے
شام میں زینب و صغریٰ کا تماشا دیکھا
شہِ کونینؐ کی بیٹی کا جگر چاک کیا
سبط پیغمبرؐ اسلام کا لاشا دیکھا
دیدۂ قاسم و عباس کے آنسو لُوٹے
قلب پر عابد بیمار کے چرکا دیکھا
توڑ کر اصغر و اکبر کی رگوں پر خنجر
جورِ دَوراں کا بہیمانہ تماشا دیکھا
بھائی کی نعش سے ہمشیر لپٹ کر روئی
فوج کے سامنے شبیر کو تنہا دیکھا
پھاڑ کر گنبدِ خضریٰ کے مکیں کا پرچم
عرش سے فرش تلک حشر کا نقشہ دیکھا
قلبِ اسلام میں صدمات کے خنجر بھونکے
کربلا میں کفِ قاتل کا تماشا دیکھا
ابوسفیان کے پوتے کی غلامی کر لی
خود فروشوں کو دنائت سے پنپتا دیکھا
اے مری قوم! ترے حُسنِ کمالات کی خیر
تو نے جو کچھ بھی دکھایا، وہی نقشہ دیکھا
یہ سبھی کیوں ہے، یہ کیا ہے
مجھے کچھ سوچنے دے
کوئی تیرا بھی خدا ہے؟
مجھے کچھ سوچنے دے

(شورش کاشمیری)

فاطمہؑ تو اب بھی کربلا میں ہے:

آغا شورش کاشمیری، مسلک دیوبند کے نقیب، پاکستان کے مشہور اہل قلم، دردمند، محبّ اہل بیت اور نامور صحافی تھے۔ شاہ فیصل کے دور میں سعودی عرب میں ۱۴ دن گزارنے کے بعد اپنے جذبات واحساسات وتاثرات کو اپنی مشہور کتاب ''شب جائے کہ من بودم'' میں تحریر کیا ہے۔ جنت البقیع کے حوالے سے شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

کئی لوگ باہر زائروں کے انتظار میں رہتے اور معاوضہ طے کیے بغیر انعام کی توقع پر ساتھ ہو جاتے ہیں وہ ڈھیریوں کی نشاندہی کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کون سی قبر کس وجود مبارک کی ہے؟ ۔۔۔ جنت البقیع جو خاندان رسالت کے دو تہائی افراد کا مدفن شروع اسلام کے درخشندہ چہروں کی آخری آرام گاہ اوران گنت شہدائے اسلام صلحائے امت اور اکابر دین کے سفر

آخرت کی منزل ہے، ایک ایسی اہانت کا شکار ہے کہ دیکھتے ہی خون کھول اٹھتا ہے، دامن یزداں چاک کرنے کا حوصلہ نہیں، کلاہ سلطانی تک رسائی نہیں، اپنا گریبان چاک کرنے سے فائدہ نہیں۔۔۔۔انہیں ذرہ برابر احساس نہیں کہ اس مٹی میں کون سو رہے ہیں، رسول مقبول کے لخت پارے ہیں، انکی نور نظر اور نور نظر کے چشم و چراغ ہیں۔۔۔۔

عرب ہیں کہ قبریں ڈھائے اور محل بنائے جا رہے ہیں، مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی، بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا، دل یوں ہوگیا جس طرح کنوئیں میں خالی ڈول تھر تھراتا ہے۔دائیں طرف بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام حسنؑ، امام زین العابدینؑ، امام باقرؑ، امام جعفر صادقؑ۔ بچے ماں کی گود میں ہیں اور جو کربلا میں رہ گئے تھے انکی جدائی کا حزن ماں کی قبر سے محسوس ہو رہا ہے، شوہر نجف اشرف میں اور باپ وہ سامنے کہ بیچ میں چند مکان حائل ہیں، دنیا والوں نے مرنے کے بعد بھی دیواریں کھینچ دی ہیں، گنبد خضریٰ کو اس رخ سے دیکھیے سوگوار معلوم ہو رہا اور ویرانی کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا ہے۔میں ساکت و صامت کھڑا رہا، ہوش گم ہو گئے، کیا جواب دیں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال کریں۔تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد کیا سلوک کیا۔ بنت رسول کی قبر پر میں بے دست و پا کھڑا تھا، محویت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہوش رہے نہ حواس، آہ نارسا منجمد ہو چکی یا آنسوؤں کی طغیانی رک گئی۔(ملک عباس نے کہا آغا صاحب فاتحہ پڑھیے)

میں پوری طرح ہل چکا تھا کس لیے؟ کیا انہیں ہمارے ہاتھوں کی احتیاج ہے، ہم کیا ہماری دعائے مغفرت کیا؟ ہم تو خود انکے محتاج ہیں، ہماری مغفرتیں انکی بدولت ہوں گی فاطمہ تو اب بھی کربلا میں ہے، تیرے باپ کا کلمہ پڑھنے والوں نے تجھے اب تک ستایا، تیری کہانی زخموں کی کہانی ہے۔تیرے ابا کی امت نے تیری اولاد کو ہمیشہ ستایا ہے، آج چودہ صدیاں ہونے کو ہیں تیری اولاد قبروں میں ستائی جا رہی ہے۔آل رسول شہید ہوگئی جب تک زندہ رہے معاندوں کی تلواریں نیام سے باہر رہیں، وہ رحلت کر گئے تو انکے قلم تلوار ہو گئے۔آخر ہچکی بندھ گئی آنسوؤں کی بوندا باندی موسلا دھار ہوگئی میں دھاڑیں مار مار کے رونے لگا۔

(مدینہ یونیورسٹی کے طالبعلم سے مکالمہ)

میں آبدیدہ تھا میں نے کہا ان عربوں کو کیا ہوگیا؟ ان مزارات کی بے حرمتی انکے نزدیک قرآن وسنت ہے؟ کیا انہیں روحوں کے اس سفینے کی عظمت کا اندازہ نہیں؟

جواب:-آل سعود کی فرماں روائی سے پہلے بدعت، گمراہی، اور شرک انتہا کو پہنچ چکے تھے۔

جواب الجواب:-منطق کے ڈھیر الگ کیجیے، سوال اتنا ہے اُس بدعت اور اس شدت میں کیا رشتہ ہے، گمراہی کو روکنے کی آڑ میں بے حرمتی جائز ہے؟ کیا عشق کا نام عربوں کی لغت میں شرک ہے؟ یا انکے ہاں سرے سے یہ لفظ ہی موجود نہیں، ان کے دل ابھی تک بنو امیہ ہیں؟ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم وطنو! تم نے جنت البقیع میں ہل پھروا کر ہمارے دل کے شیشے توڑ دیے ہیں اور اب ان میں کوئی صدا باقی نہیں رہ گئی ہے!

ان کے درج ذیل اشعار اسی حاضری کی یادگار ہیں:

اِس سانحہ سے گنبدِ خضریٰ ہے پُر ملال
لختِ دلِ رسول کی تربت ہے خستہ حال
دل میں ٹھٹک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا
اس جنت البقیع کی تعظیم کا خیال
طیبہ میں بھی ہے آلِ پیمبر پہ ابتلا
اس ابتلا کی خاطر کونین ہے نڈھال
سوئے ہوئے ہیں ماں کی لحد کے ہی آس پاس
پورِ خلیل، سبط پیمبر، علی کے لال
جس کی نگاہ میں بنتِ نبی کی حیا نہ ہو
اس شخص کا نوشتۂ تقدیر ہے زوال
کب تک رہے گی آلِ پیمبر لُٹی پُٹی
کب تک رہیں گے جعفر و باقر گسختہ حال
از بس کہ ہوں غلامِ غلامانِ اہلبیت
ہر لحظہ اُن کی ذات پہ قربان جان و مال
کیا یونہی خاک اڑے گی مزارات پاک پر
فیصل کی سلطنت سے ہے شورش میرا سوال

(شب جائے کہ من بودم: شورش کاشمیری، صفحہ 205)

بیتاب کر رہی ہے تمنّائے کربلا:

بیتاب کر رہی ہے تمنّائے کربلا
یاد آ رہا ہے بادیہ پیمائے کربلا

ہے مقتلِ حسین میں اب تک وہی بہار
ہیں کس قدر شگفتہ یہ گلہائے کربلا

روزِ ازل سے ہے یہی اک مقصدِ حیات
جائے گا سر کے ساتھ، ہے سودائے کربلا

جو رازِ کیمیا ہے نہاں خاک میں اُسے
سمجھا ہے خوب ناصیہ فرسائے کربلا

مطلب فرات سے ہے نہ آبِ حیات سے
ہوں تشنۂ شہادت و شیدائے کربلا

جوہر مسیح و خضر کو ملتی نہیں یہ چیز
اور یوں نصیب سے تجھے مل جائے کربلا

(مولانا محمد علی جوہر)

رات آئی ہے شبّیر پہ یلغارِ بلا ہے:

رات آئی ہے شبّیر پہ یلغارِ بلا ہے
ساتھی نہ کوئی یار نہ غمخوار رہا ہے
مونِس ہے تو اِک درد کی گھنگھور گھٹا ہے
مُشفِق ہے تو اک دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
اِک گوشے میں ان سوختہ سامانوں کے سالار
اِن خاک بسر، خانماں ویرانوں کے سردار
تشنہ لب و درماندہ و مجبور و دل افگار
اِس شان سے بیٹھے تھے شہِ لشکرِ احرار
تنہائی کی، غربت کی، پریشانی کی شب ہے
یہ خانۂ شبّیر کی ویرانی کی شب ہے
مسند تھی، نہ خلعت تھی، نہ خدّام کھڑے تھے
ہاں تن پہ جدھر دیکھیے سو زخم سجے تھے

دشمن کی سپہ خواب میں مدہوش پڑی تھی
پل بھر کو کسی کی نہ اِدھر آنکھ لگی تھی
ہر ایک گھڑی آج قیامت کی گھڑی تھی
یہ رات بہت آلِ محمّد پہ کڑی تھی
کچھ خوف تھا چہرے پہ نہ تشویش ذرا تھی
ہر ایک ادا مظہرِ تسلیم و رضا تھی
ہر ایک نگہ شاہدِ اقرارِ وفا تھی
ہر جنبشِ لب منکرِ دستورِ جفا تھی
رہ رہ کے بُکا اہلِ حرم کرتے تھے ایسے
تھم تھم کے دِیا آخرِ شب جلتا ہے جیسے
پہلے تو بہت پیار سے ہر فرد کو دیکھا
پھر نام خدا کا لیا اور یوں ہوئے گویا

الحمد قریب آیا غمِ عشق کا ساحل
الحمد کہ اب صبحِ شہادت ہوئی نازل
بازی ہے بہت سخت میانِ حق و باطل
وہ ظلم میں کامل ہیں تو ہم صبر میں کامل

سَطوت نہ حکومت نہ حشم چاہیئے ہم کو
اورنگ نہ افسر، نہ علَم چاہیئے ہم کو
زر چاہیئے، نے مال و دِرم چاہیئے ہم کو
جو چیز بھی فانی ہے وہ کم چاہیئے ہم کو

بازی ہوئی انجام، مبارک ہو عزیزو
باطل ہُوا ناکام، مبارک ہو عزیزو

سرداری کی خواہش ہے نہ شاہی کی ہوس ہے
اِک حرفِ یقیں، دولتِ ایماں ہمیں بس ہے

پھر صبح کی لَو آئی رخِ پاک پہ چمکی
اور ایک کرن مقتلِ خوںناک پہ چمکی
نیزے کی انی تھی خس و خاشاک پہ چمکی
شمشیر برہنہ تھی کہ افلاک پہ چمکی

طالب ہیں اگر ہم تو فقط حق کے طلبگار
باطل کے مقابل میں صداقت کے پرستار
انصاف کے، نیکی کے، مروّت کے طرفدار
ظالم کے مخالف ہیں تو بیکس کے مددگار

دم بھر کے لیے آئینہ رُو ہو گیا صحرا
خورشید جو ابھرا تو لہو ہو گیا صحرا

جو ظلم پہ لعنت نہ کرے، آپ لعیں ہے
جو جبر کا منکر نہیں وہ منکرِ دیں ہے

پر باندھے ہوئے حملے کو آئی صفِ اعدا
تھا سامنے اِک بندہ حق یکّہ و تنہا
ہر چند کہ ہر اک تھا اُدھر خون کا پیاسا
یہ رُعب کا عالم کہ کوئی پہل نہ کرتا

تا حشر زمانہ تمہیں مکّار کہے گا
تم عہد شکن ہو، تمہیں غدّار کہے گا
جو صاحبِ دل ہے، ہمیں ابرار کہے گا
جو بندہ حُر ہے، ہمیں احرار کہے گا

کی آنے میں تاخیر جو لیلائے قضا نے
خطبہ کیا ارشاد امامِ شہداء نے

نام اونچا زمانے میں ہر انداز رہے گا
نیزے پہ بھی سر اپنا سرافراز رہے گا

فرمایا کہ کیوں درپے آزار ہو لوگو
حق والوں سے کیوں برسرِ پیکار ہو لوگو
واللہ کہ مجرم ہو، گنہگار ہو لوگو
معلوم ہے کچھ کس کے طرفدار ہو لوگو

کر ختم سخن محوِ دعا ہو گئے شبّیر
پھر نعرہ زناں محوِ وغا ہو گئے شبیر
قربانِ رہِ صدق و صفا ہو گئے شبیر
خیموں میں تھا کہرام، جُدا ہو گئے شبیر

کیوں آپ کے آقاؤں میں اور ہم میں ٹھنی ہے
معلوم ہے کس واسطے اس جاں پہ بنی ہے

مرکب پہ تنِ پاک تھا اور خاک پہ سر تھا
اِس خاک تلے جنّت فردوس کا در تھا

(فیض احمد فیض)

دشمنی تھی مولا علیؑ سے، ہدف بنالیا ابو طالبؑ کو:

دشمنی تھی مولا علی علیہ السلام سے اور اپنے بغض اور کینے کا ہدف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے، محبوب اور شفیق چچا جناب ابو طالب علیہ السلام کو بنایا گیا۔ جناب ابو طالب علیہ السلام کے جیسا مضبوط مسلمان ہے ہی کہاں؟ گمراہ چچا کہنا بہت بڑی جسارت اور گستاخی ہے۔ ایسے جملے سے ہزار بار بے زاری، برأت اور توبہ کرنی چاہیے، العیاذ باللہ۔ لوگوں نے علم تو حاصل کرلیا مگر معرفت نہ پا سکے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بڑے بڑے صاحبان ایمان جناب ابو طالب علیہ السلام کے جوتے پر پڑی گرد کے برابر نہیں ہو سکتے۔ فاعتبرو! اولاد ابو طالب علیہ السلام کو تو احتیاط کرنی چاہیے ایسے جملے کہتے اور لکھتے ہوئے۔ مولا علی علیہ السلام کی تلوار ذوالفقار نے بڑے بڑوں کے باپ دادوں کو فی النار کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے محدث جوز جانی و حریز بن عثمان جیسے بغض علی علیہ السلام سے نہ نکل سکے اور اعتراف کرتے تھے کہ کیا کریں علی علیہ السلام نے ہمارے اجداد کو صفین میں تہہ تیغ کیا اس لیے ہجو سے باز نہ آتے تھے۔

اولاد علی کو ہزار بار سوچنا چاہیے، ناصر رسول، غیرت رسول، علی کے بابا، حسنین کے دادا کی ذات رفیع پر بات کرنے سے پہلے، علیہم السلام۔ اگر سمجھ نہ آ رہی ہو تو زبان بند رکھ لیں ناکہ گستاخی و بے ادبی کے مرتکب ہو جائیں۔ عجیب معیارات ہیں۔ حریز بن عثمان صحیح بخاری کا راوی اور محدث ہے، ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں لکھا کہ وہ ستر بار صبح اور ستر بار شام کو مولا علی علیہ السلام پر لعن کیا کرتا تھا پر لاکھوں احادیث یاد تھیں۔ مولا علی علیہ السلام پر لعن کرنے والا ثقہ کیسے ہو گیا؟ کاذب اور گستاخ کیوں نہ ٹھہرایا گیا؟ گستاخ صحابہ کیوں نہ گردانا گیا؟ روایات بھی لی گئیں اور ثقہ بھی بنا رہا؟

مولا علی علیہ السلام اور خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخیاں، گستاخیاں نہ سمجھی گئیں۔ افسوس صد افسوس حریز بن عثمان برملا کہتا تھا کہ علی علیہ السلام نے صفین میں میرے اجداد کو مارا، اس لیے میں ہجو اور لعن کرتا ہوں۔ صاحبان علم کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ جوز جانی بھی کوئی چھوٹا محدث نہ تھا، اس کا حال بھی جدا نہ تھا اور ایسے لاتعداد لوگ تھے جو بغض علی علیہ السلام سے بھرے ہوئے تھے، علی الاعلان اظہار کرتے مگر معتبر بنے رہے۔ عکرمہ جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام تھا، خارجی اثرات سے آلودہ تھا۔ مسلمان اتنا بے باک ہو گیا کہ جناب ابو طالب علیہ السلام کی ذات رفیع پر بات کرتے ہوئے نہیں شرماتا اور اپنے نام کے ساتھ بڑے بڑے القاب دھرے ہوتے ہیں پھر بھی احساس نہیں ہوتا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے تکلیف پہنچتی ہو گی۔ اموی پروپیگنڈوں نے جہاں دیگر محاذ پر دشمنی علی ابن ابی طالب علیہما السلام میں کام دکھایا وہیں جناب ابو طالب علیہ السلام کا ذکر عامیانہ انداز میں کرنا اور گمراہ چچا اور گڑھے میں پھینک آؤ وغیرہ جیسی خرافات، العیاذ باللہ۔

جناب ابو طالب علیہ السلام کا احسان ہے ہر مسلمان پر۔ دین کی تبلیغ و ترویج میں بنیادی اور اہم کردار ہے ذات ابو طالب علیہ السلام کا۔ احسان فراموش انسان اچھا مسلمان کیسے ہو سکتا ہے؟ **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** کا کیا یہی تقاضہ ہے؟ اگر کوئی ایمان ابو طالب علیہ السلام کا قائل نہ بھی ہو تو بھی ان کی شان رفیع ملحوظ خاطر رہے۔ توحید کی پہلی دعوت ابو طالب علیہ

السلام کے گھر سے دی گئی، دعوت ذی العشیر ہ۔ جناب ابوطالب، حضرت ابوطالب کر کے بلاتے اور لکھتے رہے صاحبانِ علم، چاہے کسی بھی مسلک سے ان کی وابستگی رہی ہو۔ ہمیشہ ادب ملحوظ خاطر رہا ان کے پیش نظر بھی جو ایمان کے قائل نہ تھے، ایسی ذات پاک ہے جناب ابوطالب علیہ السلام کی۔ سبحان اللہ! ابوطالب سے حسین ملے، حسن ملے، علی ملے، ائمہ اہل بیت ملے، ایمان ملا، عشق ملا، وارفتگی ملی، وفا کو معنی ملے، جانثاری کو مفہوم ملا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصرت ملی، پرورش ملی، دفاع ملا، دین اسلام کی تبلیغ کو فراوانی ملی گویا سب کچھ ملا۔ فاعتبر و!

دو ہی گروہ ہیں حسینی یا یزیدی اور ہم تو آل حسین علیہ السلام ہیں، خون حسین علیہ السلام ہیں، محبّ حسین علیہ السلام ہیں۔ اللہ کی عزت کی قسم! مرتے دم تک نبی وابوطالب وعلی وحسن وحسین وعابد وباقر وصادق وکاظم ورضا وتقی ونقی وعسکری ومہدی ودیگر آل ابوطالب کے قصیدے پڑھتے رہیں گے، ذکر کرتے رہیں گے، گن گاتے رہیں گے، علیہم السلام۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے ساتھ جناب ابوطالب علیہ السلام کا پڑھا جانے والا نکاح کا خطبہ اور اس خطبے کا ایک ایک لفظ ہی توحید ہے، تصدیق نبوت ہے، عزم وفا ونصرت ہے، ایمان ہے۔ ابوطالب علیہ السلام کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کی انمول وفا کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میں نے سینکڑوں بار نکاح کا یہ خطبہ پڑھا، آپ بھی اس کا ایک ایک لفظ خود کو روبرو تصور کر کے گویا نکاح کی محفل کے شریک کی حیثیت سے کچھ بار محبت سے ضرور پڑھیے، لطف نہ ملے ممکن نہیں، ایمان نہ تازہ ہو امر محال ہے۔

اسی طرح جناب ابوطالب علیہ السلام کا لکھا ہوا قصیدہ لامیہ اور اس کا ہر ہر شعر محبت کے ساتھ پڑھیے۔ سیرت ابن ہشام سمیت سیرت کی دوسری کتب میں موجود ہے، بار بار پڑھیے۔ سادات کے دادے کا نصرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھا ہوا کلام ہے، کیوں نہ پڑھیں؟ واللہ! مکی زندگی کے ۱۰ سالہ بعثت کا دور اور حالات سامنے رکھیے اور قصیدہ لامیہ کے اشعار پڑھیے، ایمان ہی ایمان ہے۔ وہ مکہ کے کافروں کی ساری قوت کے آگے تنہا ابوطالب علیہ السلام کھڑے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنھم کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔ یکہ وتنہا سب کافروں کے سامنے کھڑے اپنے اشعار میں کفار کو للکارتے ہیں۔ واہ! ابوطالب علیہ السلام، میں صدقے، میرے ماں باپ قربان، میرے دادا، پردادا واری، میری نسلیں فدا۔ آپ جیسا صاحب وفا، صاحب عزم، صاحب قرب، صاحب صحبت، صاحب ایمان، صاحب غیرت کہاں؟

جناب ابوطالب علیہ السلام کے ایمان کے حوالے سے بہت سارے علماء نے کتب لکھی ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کے ایمان کی روایت درج کی ہے اور ان کی خدمات کا احسن طریقے سے اعتراف کیا ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری نے ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت پیاری گفتگو کی ہے۔ علامہ صائم چشتی نے بہت خوبصورت کتاب تحریر فرمائی ہے۔ علامہ احمد بن زینی دحلان مکی، جو امام کعبہ تھے اور شاہ احمد رضا خان بریلوی کے استاد تھے، نے پوری کتاب لکھی ہے۔ قاضی محمد برخوردار ملتانی نے بہت تحقیقی کام کیا ہے۔ سید یعقوب حیدری صاحب نے بہت ضخیم کتاب تحریر فرمائی ہے۔ عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی نے بہت خوبصورت کتاب لکھی ہے، منشا تابش قصوری نے بہت ایمان افروز کتاب لکھی ہے۔ علامہ اشرف قریشی صاحب

دیوبندی نے بہت دل افروز کتاب لکھی جو مکتبہ جمال لاہور سے شائع ہوئی ہے۔علاوہ ازیں بہت سارے علماء نے ایمان ابوطالب علیہ السلام پر کتب تحریر کرنے کے علاوہ گفتگو کی ہے،جس میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری، پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی اور پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب وغیرھم شامل ہیں۔ائمہ اہل بیت اور آل حسن وآل حسین علیھم السلام کا ایمان ابوطالب علیہ السلام پر اجماع ہے۔

فتح مکہ اور طلقاء:

١٦ رمضان، ١٧ رمضان اور ٢٠ رمضان کے اقوال ہیں فتح مکہ کے، بہرحال دن جو بھی ہو رمضان کا مقدس مہینہ تھا جب مکہ فتح ہوا۔ فتح مکہ تاریخ اسلام کا اہم ترین دن ہے۔ یہ وہ دن ہے جب پیغمبر اسلام، سرکار ختمی مرتبت، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی شان کے ساتھ **وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ-اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا**،اور فرما دیجیے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا، کی آیات بینات تلاوت فرماتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ وہی مکہ ہے جہاں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ یہ وہی مکہ ہے جہاں بنی ہاشم کا محلّہ تھا اور خاندان بنی ہاشم میں عبداللہ کے در یتیم سیدہ آمنہ سلام اللہ علیھا کے ہاں تشریف لائے۔٨ سال کی عمر مبارک تک دادا عبدالمطلب علیہ السلام اور پھر شفیق چچا ابوطالب علیہ السلام کی نگرانی میں بچپن، لڑکپن اور جوانی کی منازل طے کرتے ہوئے ٤٠ کے سن کو پہنچ گئے۔نبوت کا اعلان کرتے ہی کفار ومشرکین مکہ آپ کے خلاف ہو گئے، جن میں ابوجہل، ابوسفیان بن حرب، ہندہ زوجہ ابوسفیان، ہندہ کا باپ عتبہ بن ربیعہ، ولید بن مغیرہ، عقبہ بن ابی معیط، ابولہب اور ابولہب کی بیوی ام جمیل، جو ابوسفیان کی بہن تھی، پیش پیش تھے۔کفار ومشرکین مکہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور ہر قبیلے کا اپنا بت ہوتا تھا۔صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھرانہ بنی ہاشم موحد تھا اور جس کا کوئی بت نہ تھا۔

مکہ اور اس کے گردونواح میں ٣٦٠ بتوں کی پوجا کی جاتی تھی،کلمۂ توحید نے بتوں کے پجاریوں میں کہرام مچا دیا اور کفار ومشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہو گئے۔ وہ جو اعلان نبوت سے قبل آپ کو صادق وامین مان چکے تھے، وہ جو اپنے تنازعات میں آپ کو حکم بناتے جیسے کہ حلف الفضول وغیرہ، وہ سب آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔نبوت کے ساتویں سال تک بہت کم لوگ اسلام لائے تھے جن میں ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وجعفر وحمزہ وبلال وخدیجہ وزید وبوذر ویاسر وسمیہ وعمار وغیرھم شامل ہیں رضوان اللہ علیھم اجمعین۔مختصر سی جمیعت تھی۔مشرکین مکہ پیشکش ومطالبات لیے سردار قریش جناب ابوطالب علیہ السلام کے پاس وفد کی صورت آئے۔خوبصورت ترین لڑکی وزر وجواہرات وسرداری کی پیشکش کے ساتھ مطالبہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بس لا الہ سے پیچھے ہٹ جائیں، جونبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تو بھی میں اعلان توحید سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

اس انکار جلی پر کفار سیخ پا ہوئے اور یہاں تک کہ بعثت کے ساتویں سال کفار مکہ نے مل کر بنی ہاشم کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔مقاطعہ قریش کی وجہ سے ٣ سال بنی عبدالمطلب کے بچے،خواتین اور جوان جناب ابوطالب علیہ السلام کے زیر سایہ محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت خاص میں شعب ابی طالب میں محصور ہوئے اور ہر طرح کی سختیاں جھیلیں۔ جناب ابوطالب علیہ السلام پوری زندگی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور بعثت کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین پر بھی ڈھال بن کر پہرہ دیتے رہے اور ہر آفت وایذا کے آگے ڈھال بن کر کھڑے رہے۔

بعثت کے دسویں سال شفیق چچا ابوطالب علیہ السلام کی وفات کے بعد کفار مکہ نے ایذا رسانیوں کی انتہا کر دی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زدوکوب کیا گیا، اوجھڑیاں پھینکی گئیں، پتھر مارے گئے، آپ کے صحابہ پر ظلم وتشدد کیا گیا۔ جناب یاسر و سمیہ جو عمار کے والد و والدہ ہیں، کو بے رحمانہ اور سفاکانہ طور پر شہید کیا گیا، بلال کو تپتی ریت پر لٹا کر ظلم وستم کا بازار گرم کیا گیا، عمار ابن یاسر کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا، رضی اللہ عنھم۔ شفیق چچا ابوطالب علیہ السلام اور غمگسار زوجہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیھا کے ارتحال پر پورا سال عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا گیا۔ بعدازاں ان سب تکالیف میں آپ کی غمخوار بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اپنے بابا کا دفاع کرتی رہیں۔ کبھی اپنے ہاتھوں سے اوجھڑیاں اور آلائشیں ہٹاتیں تو کبھی کفار مکہ کو برا بھلا کہتیں اور اپنے بابا کی دلجوئی وغمگساری کرتی تھیں۔

مکہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اب رہنا دشوار ہو گیا یہاں تک کہ آپ کے قتل کا ناپاک منصوبہ بنایا گیا، بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ یہ آپ کی زندگی کا ۵۳ واں اور بعثت کا ۱۳ واں سال تھا۔ مکہ کو خیرآباد کہہ کر علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر سوئے مدینہ چل پڑے۔ انصار نے دیدہ ودل فرش راہ کیا، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، ابوایوب انصاری، اوس وخزرج نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین کا استقبال کیا، گھر بار دیے، ساتھ دیا، مال ودل وجان سے نصرت کی، رضی اللہ عنھم۔ ۲ ہجری میں ابوسفیان بن حرب شام سے لوٹا تو اس نے خوفزدہ ہو کر کفار مکہ کو پیغام بھیجا، ابوجہل ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ ۳۱۳ کی مختصر سی جمعیت کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مقام پر دفاع کیا۔ پہلی باقاعدہ جنگ تھی جس میں ۷۰ کفار فی النار ہوئے جن میں ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ وشیبہ بن ربیعہ وغیرہ شامل ہیں۔ مولا علی علیہ السلام نے ۷۰ میں سے ۳۵ یا اس سے زائد کفار کو اپنی تلوار سے جہنم رسید کیا۔

بدر کے بدلے کی آگ اور اپنے باپ عتبہ بن ربیعہ چچا شیبہ بن ربیعہ اور بھائی ولید بن عتبہ وغیرہ کی موت نے ہندہ زوجہ ابوسفیان کو بے چین کیا۔ ہندہ کے ابھارنے اور انتقام کے نعرے کے ساتھ اگلے سال پھر کفار ومشرکین مکہ حملہ آور ہوئے اور احد میں گھمسان کا رن پڑا۔ شروع میں لشکر اسلام کا پلڑا بھاری تھا مگر خالد بن ولید کے عقب سے حملہ آور ہونے پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے یہاں تک کہ میدان جنگ میں افراتفری پھیل گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت تک کی خبر پھیل گئی، شاہ لافتیٰ حیدر کرار غیر فرار کی تلوار چلتی رہی اور کفار کو تہہ تیغ کرتی رہی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے، حمزہ علیہ السلام شہید ہوئے، لشکر اسلام کا بہت بھاری نقصان ہوا۔ مدینہ میں شہادتوں کا آوازہ گونجتا رہا، مغموم وغمناک وخوفناک ماحول دیکھنے میں نظر آیا۔ ہندہ کے ایما پر وحشی نے گھات لگا کر حمزہ بن عبدالمطلب علیھما السلام کو شہید کیا۔ ہندہ نے حمزہ علیہ السلام کی لاش کے ٹکڑے کروائے اور جگر چبانے کی کوشش

کی مگر نا کام رہی۔ جناب حمزہ علیہ السلام کی شہادت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غم سے نڈھال کیا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار جلی فرمایا یہاں تک کہ انصار کی خواتین پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر جناب حمزہ علیہ السلام پر روتی تھیں پھر اپنے اپنے گھروں میں جا کر اپنے شہیدوں پر غم وگریہ وماتم کرتیں۔ اپنے چچا، علمدار لشکر اسلام، جناب حمزہ علیہ السلام سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد وحشی کے قبول اسلام کے باوجود اور وصف رحمت اللعالمینی کے باوجود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحشی کو زندگی بھر سامنے آنے سے منع کر دیا تھا۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب حمزہ علیہ السلام سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مدینہ میں منافقین کی چالیں اور یہودی قبائل کی سازشیں الگ تھیں اور گروہ صحابہ میں چھپے ہوئے منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ بیرونی خطرہ مشرکین مکہ کی صورت اور اندرونی ریشہ دوانیاں منافقین اور یہود کی صورت موجود تھیں۔ یہاں تک کہ غزوہ احزاب یا غزوہ خندق ۵ ہجری بعثت کے ۱۸ویں سال پیش آیا۔ ابوسفیان ایک بڑا لشکر، جو ۱۰ ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا، لے کر مدینہ کی طرف حملہ آور ہوا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر خندقیں کھود کر مہاجرین وانصار کی ۳ ہزار کی جمعیت کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کا دفاع کیا۔ عمرو بن عبدود کا خندق پار کر کے آنا اور لشکر اسلام کو للکارنا اور مولا علی علیہ السلام کا مقابلے کے لئے بیتابانہ نکلنا اور اسے واصل جہنم کرنا غزوہ خندق کا اہم ترین واقعہ ہے۔ مدینہ کے یہودیوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایک دعوت میں چھت سے پتھر گرا کر شہید کرنے کا منصوبہ بنایا مگر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بروقت وحی کے ذریعے آگاہ کر دیا گیا، نتیجتاً یہود کو بالآخر مدینہ بدر کر دیا گیا۔

ہجرت کے ۶ویں اور بعثت کے ۱۹ویں سال صلح حدیبیہ ہوئی۔ دشمنانِ اسلام مائل بہ اسلام ہوئے، خالد بن ولید اور متعدد لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں آنے لگے اور گروہ صحابہ رضی اللہ عنھم میں شامل ہوئے۔ ہجرت کے ۷ویں اور بعثت کے ۲۰ویں سال خیبر کا معرکہ ہوا، لشکر اسلام نے قلعہ خیبر کا معاصرہ کیا۔ جب ۴۰ دن تک مسلسل کوشش کے باوجود خیبر فتح نہ ہوسکا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں علم اس شخص کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور اس کا رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہیں، جس کے ہاتھ پر یقینی فتح ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنھم نے بیتابی اور علمداری کی خواہش و دعا کے ساتھ رات بسر کی۔ صبح حیدر کرار کو بلا کر علم عطا کیا گیا، زور ید اللٰہی کے آگے خیبر کا دروازہ ٹوٹ گیا اور مرحب وحارث وعنتر کا ٹھکانہ جہنم ہوا اور یہودیوں کا کام تمام ہوا۔ خیبر کی فتح کی خوشی کے ساتھ ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جعفر بن ابی طالب علیھما السلام کی حبشہ سے واپسی کی خوشی بھی میسر آئی۔

اب ہجرت کا ۸واں اور بعثت کا ۲۱واں سال ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لشکر جرار کے ساتھ عازم مکہ ہوئے، **وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ - اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا**، کی تلاوت فرماتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ کے قریب پہنچے تو کفار ومشرکین مکہ پر خوف طاری ہوا۔ ڈر کے مارے چہرے زرد تھے کہ ۲۱ سال پیغمبر اسلام پر ظلم وستم و جنگ وایذا کی کوئی

کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مجاہدین اسلام کو شہید کیا۔ اسی شہر مکہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا یہاں تک کہ مکہ سے مدینہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔ آج کفار مکہ لرز رہے تھے اور یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ کسی طور جان بخشی نہ ہو پائے گی۔ ابوسفیان بن حرب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت وعظمت پیغمبری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھنے کی بجائے اسے باشاہت کا جلال کہہ رہا تھا اور اس کا ظہار عباس بن عبدالمطلب علیھما السلام سے کر رہا تھا۔

مکہ فتح ہو چکا تھا، کفار مکہ مغلوب ہو چکے تھے، باطل مغلوب ہو گیا، حق غالب آ گیا، مشرکین مکہ مفتوح ہو چکے تھے۔ جنگی قاعدے اور عرب کے دستور کے مطابق کفار مکہ کی گردنیں اترنی تھیں، لیکن وصف رحمت اللعالمینی کے تحت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **لا تثریب علیکم الیوم** کا فرمان جاری کرتے ہوئے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اس کے لیے امن ہے، جو کعبے میں آ جائے اس کے لیے امن ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کے لیے امن ہے۔ یوں تسلیم کرتے ہوئے، گردنیں جھکانے پر کفار ومشرکین مکہ کو گردن زنی سے نجات ملی۔ دائرہ اسلام میں کفار مکہ داخل ہوئے۔ ابوسفیان بن حرب، معاویہ بن ابوسفیان، ہندہ زوجہ ابوسفیان، وحشی، عکرمہ بن ابوجہل وغیرھم کو کریم آقا نے عام معافی کے اعلان کے تحت اسلام کا پروانہ تھما دیا۔ ان نومسلموں کو طلقاء ومؤلفۃ القلوب کہا گیا یعنی جو قابل گردن زدنی تھے، ان کی جاں بخشی کر کے اسلام کا پروانہ دے دیا گیا۔ طلقاء، طلیق کی جمع ہے جس کا مطلب ہے آزاد کردہ غلام، مؤلفتہ القلوب یعنی ان کی تالیف قلبی کے لیے ان کو عطیات ومراعات و بخششوں کے ذریعے اسلام کی طرف مائل کرنا۔

بت شکن مولا علی علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھوں پر سوار ہو کر بتوں کو توڑ رہے ہیں، کعبہ کو بتوں سے صاف کیا جا رہا ہے گویا توحید کا علم بلند کیا جا رہا ہے۔ کعبہ کی چھت پر بلال حبشی اذان دیتے ہیں، مطاف میں ایک طرف کھڑے طلقاء میں چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں ہو رہی ہیں، آج بے بس دکھائی دے رہے ہیں۔ وہی حبشی غلام اذان دے رہا ہے جس پر کبھی ظلم وستم کی انتہا کی گئی تھی، آج وہی غلام سرافراز ہو کے کعبہ کی چھت پہ چڑھا ہے اور سب اس کی طرف حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ کیا نظارا ہے اور کیا شان بلالی؟ مطاف میں کعبہ رو ہو کر سید الانبیاء، فخر بنی ہاشم، فخر انس وجاں، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جانثار صحابہ، سابقون الاولون، مہاجرین وانصار رضی اللہ عنھم کے جھرمٹ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ طلقاء کا پہلا دن ہے، حیرت زدہ و انگشت بدنداں ہیں۔ حجاز پر اسلام کا غلبہ ہوتا ہے۔ فتح مکہ کے فوراً بعد حنین وطائف کے معرکے ہوتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین وطلقاء نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلو میں ہوازن وثقیف کے قبائل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور یوں جزیرۃ العرب پر اسلام کا پرچم سربلند ہوتا ہے۔ فتح مکہ تاریخ اسلامی کا اہم ترین باب ہے۔

سنی مدرسوں کے لیے سوالیہ نشان:

سنی مدرسوں کے لیے سوالیہ نشان ہے کہ آج بہت سارے جید علماء ومفتی حضرات یہ اعتراف کرتے نظر آ رہے ہیں

کہ ہمیں مدرسوں سے وابستہ ہوئے اور درس و تدریس کرتے ہوئے دس دس بیس بیس سال یا اس سے بھی زائد کا عرصہ گزر گیا مگر اہل بیت علیھم السلام اور مولا علی علیہ السلام کی شان میں وارد احادیث سے لاعلم رہے، اب جا کر جب وہ احادیث ان کے سامنے آتی ہیں اور وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں تو حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان اعترافات میں دیگر علماء کے ساتھ ساتھ دیوبند مکتب فکر کے مشہور مبلغ علامہ طارق جمیل صاحب بھی شامل ہیں۔ یہ وہ افسوسناک حقیقت ہے کہ ناصبیت کے زیر اثر کس طرح لوگوں کو اہل بیت علیھم السلام سے دور رکھا گیا اور آج کے آگہی کے اس دور میں بھی رکھا جا رہا ہے۔

حدیث ثقلین اور اعلان غدیر اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ کہلائیں سنی اور بیان نہ کریں متواتر و متفق علیہ احادیث جیسے حدیث ثقلین، محض اس وجہ سے کہ یہ احادیث اہل بیت علیھم السلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ حدیث ثقلین اور غدیر خم پر ولایت علی علیہ السلام کا اعلان، یہ اتنی متواتر احادیث ہیں کہ ۱۵۰ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اور تابعین عظام نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور ۱۶۰ سے زائد ائمہ حدیث نے ان احادیث کی تخریج کی ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے وہ تمام حوالہ جات اپنی کتاب **'السیف الجلی علیٰ منکر ولایت علی'** میں درج کیے ہیں۔ بچپن سے سنتے چلے آ رہے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 'کتاب اللہ وسنتی' فرمایا اور 'کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی' کا کوئی ذکر نہیں۔ ایک امر قابل غور یہ بھی ہے کہ اس حدیث متواتر کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے رد روافض کی وجہ سے تسلیم نہیں کیا اور امام بخاری نے کسی مجبوری کی وجہ سے درج نہیں کیا جس کا ذکر ہم مفصل کر چکے ہیں۔

دو احادیث ہیں حجۃ الوداع کے حوالے سے جو کتب میں موجود ہیں، جن میں سے ایک 'دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک قرآن اور دوسری سنت' اور دوسری حدیث 'ایک قرآن اور دوسری میری عترت اہل بیت'۔ سنت قرآن کے مطابق ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ہر عمل قرآن کی تفسیر ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ضعیف یا موضوع روایت 'کتاب اللہ وسنتی' کو ترویج دیا گیا اور 'کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی' جیسی متواتر روایت کو امت سے چھپایا گیا اور چھپایا جا رہا ہے۔ جواب بہت آسان ہے، بغض و دشمنی اہل بیت میں۔ اگر سنتی والی حدیث کو بھی صحیح مان لیا جائے تو بھی جس کو قرآن کا سب سے زیادہ علم ہوگا وہی سنت کا سب سے بڑا عالم ہو گا۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی حدیث میں بیان ہے کہ امت میں قرآن و سنت کے سب سے بڑے عالم مولا علی علیہ السلام ہیں۔ دیگر صحابہ رضی اللہ عنھم اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اعترافات بھی اس ضمن میں کتب احادیث میں موجود ہیں۔

قرآن اور اہل بیت، دونوں لازم وملزوم:

اہل بیت سے بڑھ کر قرآن وسنت کو کون جان سکتا ہے؟ اہل بیت کے بارے میں فرمایا کہ قرآن اور اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آ ملیں۔ مولا علی علیہ السلام کے بارے میں الگ سے تصریحاً فرمایا کہ **'علی مع القرآن و القرآن مع علی لن یتفرقا حتی یرد علی الحوض'**، علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ

ہے، دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملیں۔قرآن اور سنت والی حدیث بیان کی جاتی رہی اور قرآن اور اہل بیت والی احادیث چھپائی جاتی رہیں۔وجہ صاف ظاہر ہے، مگر ذرا سی بھی عقل دوڑائی جائے تو معاملہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔یہ بات سچ، تلخ اور مبنی برحقیقت ہے، ساری زندگی اس بات کی تحقیق میں گزار دی۔وہ حدیث جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوا لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع عام میں بیان کیا، جو متفق علیہ ہے، متواتر ہے، محض ناصبیت کے زیر اثر اور رد روافض کے تحت عام مسلمانوں سے چھپائی جاتی رہی۔فاعتبرو!

قرآن اور اہل بیت، دونوں کو لازم پکڑو، ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے، مولا علی قرآن ناطق ہیں، علی مع القرآن والقرآن مع علی، دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر لوٹ آئیں، یہ فرامین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، تواتر کے ساتھ ہیں، متفق علیہ ہیں، منسوب یا من گھڑت نہیں ہیں، ۱۵۰ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں اور اس سے زائد ائمہ حدیث نے اس کو اپنی کتب کی زینت بنایا ہے۔ایسی کوئی عام سی بات نہیں، کسی عام شخص یا محبّ کی ذاتی رائے نہیں۔ام المومنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے کہا کہ قرآن وسنت کے سب سے بڑے عالم مولا علی علیہ السلام ہیں۔گروہِ صحابہ میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ علی علیہ السلام کی موجودگی میں کسی علمی مسئلے پر بات کرے، قول فاروق رضی اللہ عنہ بھی یہی ہے۔قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اس کی توثیق کرتا ہے۔قاضی القضاۃ بھی علی علیہ السلام ہیں، باب العلم بھی علی علیہ السلام ہیں۔

صفین میں جب اہل شام کی طرف سے نیزوں پر قرآن بلند کیا گیا تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا کہ مولا علی علیہ السلام نے کہا کہ ان کے دھوکے میں نہ آؤ میری طرف دیکھو، **انا القرآن الناطق**، میں بولتا قرآن ہوں۔بہت تدبر اور فہم درکار ہے اہل بیت کی شان سمجھنے کے لیے۔یہ بہت خاص ہیں اس لیے سیاست ہوگی جس کی بھی ہو چاہے کوئی بھی ہو۔اہل بیت کا ہر عمل قرآن اور قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ان کے کسی بھی عمل کو چاہے مولا علی علیہ السلام کی جنگیں ہوں، امام حسن علیہ السلام کی صلح ہو، امام حسین علیہ السلام کا قیام کربلا، امام زین العابدین علیہ السلام کی گوشہ نشینی یا دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا طرز عمل، ان کو محض سیاست کہنا یا سمجھنا کسی طور اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔ان کی ہر ہر ادا، ہر ہر عمل عین قرآن ہے، کیوں کہ ان کا اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے، دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر لازم وملزوم ہیں، اس سے سارے سیاسی محرکات بھی بخوبی سمجھے جا سکیں گے۔اس لیے ان احادیث پر تدبر بہت ضروری اور ناگزیر ہے۔

بدر کی حد بڑھتے بڑھتے کربلا تک آ گئی:

کربلا کو سمجھنے کے لیے تھوڑا تاریخ کو سمجھنا ضروری ہے اور قبائلی عصبیتوں، ان کے محرکات، بنی امیہ کی ملوکیتوں اور ان کے منعقد ہونے میں قبائلی عصبیتوں کے کردار، بنی امیہ کی بنی ہاشم کے ساتھ دیرینہ دشمنی، کینہ اور عداوت و دیگر عوامل کو سمجھنا لازمی ہے۔کربلا میں امام حسین علیہ السلام کا یزید کی ولی عہدی کے خلاف قیام اور امام حسین علیہ السلام کے قول 'مجھ جیسا اس (یزید) جیسے کی

بیعت نہیں کرسکتا' کا فہم نہایت ضروری ہے۔ یزید خود تو تخت پر نہیں بیٹھا تھا، یزید کو تخت پر بٹھانے کے لیے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام (جو یزید کی بطور خلیفہ تقرری میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے، صلح کی شرائط کے مطابق) کی ۴۹ ہجری میں شہادت کے بعد سے امیر شام کی یزید کی ولی عہدی کے لیے راہ ہموار کرنے کی ۱۰ سال سے زائد عرصہ کی تمام تر کاوشیں اور عوامل کا جاننا ضروری ہے۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی زہر خورانی سے شہادت میں تو مروان بن الحکم اور یزید بن معاویہ کا کردار تو علمائے دیوبند نے بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

کربلا تو ۶۱ ہجری میں وقوع پذیر ہوئی تھی، کربلا کے واقعہ سے بہت پہلے شہادت حسن علیہ السلام کے بعد جلد ہی امیر شام کا مکہ اور مدینہ میں آنا اور مجمع عام میں یزید کو بطور جانشین خلیفہ نامزد کرنا اور ۵ صحابہ کرام (حسین بن علی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھم اجمعین) کا امیر شام کے اس فیصلے پر علی الاعلان اعتراض اور رد عمل صراحت کے ساتھ کتب تواریخ میں موجود ہے۔ بہر حال امیر شام کے انتقال کے بعد ان کی وصیت اور خواہش کے عین مطابق جب یزید تخت پر بیٹھا اور امام حسین علیہ السلام سے بذریعہ گورنر مدینہ مطالبہ بیعت کیا تو امام حسین علیہ السلام نے انکار کرکے یزید کے خلاف قیام کیا۔ امام حسین علیہ السلام کا قیام کس بات پر تھا؟ یقیناً اس بات پر کہ انھیں یزید کی بطور خلیفہ نامزدگی قطعاً قبول نہ تھی۔ یزید خود تو تخت پر نہیں بیٹھا تھا، اس کو تو تخت پر بٹھانے کے لیے راہیں ہموار کی گئی تھیں اور تخت تو اس کی جھولی میں ڈال دیا گیا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کا قیام اس اصول پر تھا کہ یزید جیسے شخص کی اور کسی بھی شخص کی بطور ولی عہد نامزدگی اسلامی اصولوں سے انحراف ہے اور قابل قبول نہیں۔ امام حسین علیہ السلام کا قیام اس نامزدگی کے خلاف تھا جو دین میں ایک بدعت کے طور پر متعارف کرائی جا رہی تھی اور صلح امام حسن علیہ السلام کی شرائط کے برعکس اور صریحاً خلاف ورزی تھی۔

یزید جب تخت پر بیٹھا تو اپنے ساتھ اہل بیت علیھم السلام کی دشمنی، تعصب، نفرت اور انتقام کی آگ لے کر آیا۔ یزید کا بچپن اور پرورش اہل بیت اور مولا علی علیہ السلام کے ساتھ جنگوں، بنی امیہ کا بنی ہاشم سے تعصب اور اپنے اجداد کی محبت اور انتقام کے زیر سایہ ہوئی۔ مودت اہل بیت علیھم السلام سے کوسوں دور ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والے یزید نے کسی بات سے دریغ نہ کیا اور اپنی ساری قوت کربلا میں نواسۂ رسول امام حسین علیہ السلام اور ان کے رفقاء کو شہید کرنے پر لگا دی۔ اسی پر بس نہیں کیا، مخدرات اہل بیت اور سرہائے شہداء کو بغرض تشہیر شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ پھرایا گیا اور اپنے دربار میں اس نے امام حسین علیہ السلام کے لبوں پر چھڑی مارتے ہوئے اشعار پڑھے: ''کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں تھے، خزرج کا (کربلا میں) نیزوں سے پچھاڑا جانا دیکھتے۔ مارے خوشی کے ان کی باچھیں کھل جاتیں اور وہ کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔ ہم نے ان کی قوم کے بزرگوں کو قتل کیا، بدر کا بدلہ لیا اور بدلہ برابر ہو گیا۔ بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ کھیل کھیلا، نہ کوئی خبر آئی تھی نہ وحی نازل ہوئی تھی۔ میں خندف سے نہ ہوں اگر بدلہ نہ لوں بنی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، جو کچھ انھوں (احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کیا تھا''۔

اک محمدؐ دشمنی کیا کیا قیامت ڈھا گئی
بدر کی حد بڑھتے بڑھتے کربلا تک آ گئی

(امید فاضلی)

یزید کے ان اشعار سے اس کا جذبۂ انتقام، بنی ہاشم سے بنی امیہ کا تعصب، اہل بیت کے ساتھ روا رکھے جانے والا رویہ اور مظالم، ان مظالم پر جشن و مسرت اور اپنے بدر میں قتل ہونے والے بزرگوں کا درد ٹپکتا ہے۔ یہ اشعار اس کی تربیت کے بھی عکاس ہیں کہ یہ جذبۂ انتقام گھٹی میں لے کر یزید بڑا ہوا اور چھ دہائیاں گزرنے کے بعد بھی سرد نہ ہوا اور کربلا برپا کر کے ہی یزید کا دل ٹھنڈا ہوا۔ افسوس یہ ہے کہ حقائق جاننے کے باوجود بھی لوگ ملوکیتوں کے غلط افعال و اعمال کی ہر ممکن تاویل کرتے نظر آتے ہیں اور ان کے دفاع میں اہل بیت سے منہ موڑ لیتے ہیں، دراصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یزید بھی بنی امیہ کی انہی ملوکیتوں کا نمائندہ ہے کہ جس نے اپنے دربار میں اپنے اشعار کے ذریعے اہل بیت کے خلاف بنی امیہ کی دشمنی، تعصب اور رجحان کو آشکار کیا۔ یزید کے اشعار صراحت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ اہل بیت اور مولا علی علیہ السلام سے بنی امیہ کی دشمنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی وجہ سے تھی۔ چنانچہ یزید نے اپنے اشعار میں وحی کا انکار کیا اور نبوت کو بنی ہاشم کا کھیل کھیلنا قرار دیا، العیاذ باللہ۔

یہ بجا تو ہی ہدف تھا سر مقتل، لیکن
دشمنی اصل میں تھی احمد مختارؐ کے ساتھ

(پیر نصیر الدین نصیر)

انہوں نے پھر بھی محمدؐ سمجھ کے مارا اُسے
اگرچہ ان کو پتا تھا پسر حسینؑ کا ہے

(فرحت عباس شاہ)

یزید کے بزرگ، بدر کے مقتول:

یزید کے جو بزرگ بدر میں مارے گئے تھے اور جن کا بدلہ اس نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام اور خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر کے اور مخدرات آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کر کے اور سر ہائے شہداء اور اسیران اہل حرم کو بغرض رسوائی و تشہیر اپنے زیر اثر ملک میں پھرا کر لیا، کون تھے؟ یزید کے وہ اشراف، یزید کی دادی ہندہ کا باپ عتبہ بن ربیعہ تھا، یزید کی دادی ہندہ کا چچا شیبہ بن ربیعہ اور یزید کی دادای ہندہ کا بھائی ولید بن عتبہ تھے۔

بدر تاریخ اسلام کا پہلا معرکہ ہے جو یزید کے دادا ابوسفیان کی ایما پر ابوجہل کے ایک ہزار لشکر کفار کے ساتھ مدینہ پر یلغار کی وجہ سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے دفاع میں لڑا۔ کفار مکہ کی طرف سے سب سے قبل یزید کے بزرگوں

میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان جنگ میں نکلے اور مبارزہ طلبی کی۔ جس کے جواب میں کچھ انصار کے جوان نکلے مگر انھوں نے یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ ہماری لڑائی تم سے نہیں، جن سے ہماری لڑائی ہے وہ میدان میں آئیں۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر لشکر اسلام سے جناب حمزہ بن عبدالمطلب، عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب، علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب علیہم السلام میدان میں نکلے۔ جناب حمزہ علیہ السلام نے ہندہ کے باپ عتبہ بن ربیعہ کو اور جناب مولا علی علیہ السلام نے ہندہ کے بھائی ولید بن عتبہ کو واصل جہنم کیا۔ شیبہ بن ربیعہ کے حملے سے عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب علیہم السلام جو کبیر السن تھے، شدید زخمی ہوئے اور بعد ازاں شہید ہو گئے۔ حمزہ اور علی علیہما السلام نے پلٹ کر ولید بن عتبہ کا کام بھی تمام کر دیا اور داخل جہنم کیا۔

یہ تھے یزید کے بدر کے بزرگ جن کا انتقام کربلا میں لیا گیا۔ یزید کے ان بزرگوں کا انتقام یزید کی دادی ہندہ بھی احد میں لے چکی تھی جناب حمزہ بن عبدالمطلب علیہما السلام کو شہید کر کے مگر انتقام پورا نہ ہوا تھا، ادھورا رہا اگرچہ اس ادھورے انتقام نے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازحد مغموم کر دیا تھا۔ کربلا میں علی علیہ السلام کے ۷ بیٹوں، بھتیجوں، پوتوں، نواسوں اور محبان کو شہید کر کے علی علیہ السلام کی بیٹیوں، بہوؤں، پوتیوں، درز ہرا سلام اللہ علیہا کی کنیزوں اور امام زین العابدین علیہ السلام کو پابہ رسن و طوق وزنجیر بلاد اسلامیہ میں گشت کرا کے یزید بن معاویہ نے پورا کیا۔

کہا جاتا ہے اور مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلا مقدمہ جو عادل ودیّان کی عدالت میں سنا جائے گا وہ بدر کے پہلے شہید عبیداللہ بن الحارث بن عبدالمطلب علیہم السلام اور یزید کے ان بزرگوں کے مابین بدر کی لڑائی کا مقدمہ ہوگا اور یوں بدر کی حد کربلا تک پھیلی ہوئی ہے، چنانچہ تمام مقدمات کے دفاتر کھول دیے جائیں گے اور ہر ہر فریق کے حامی ومخالف بھی پیشی کے لیے تیار رہیں۔ کربلا پر بھی بنی امیہ کا انتقام ٹھنڈا نہ ہوا، بنی امیہ کے دیگر ملوک کے ادوار میں بھی جاری رہا سوائے عمر بن عبدالعزیز کے دور کے۔ بنی امیہ کے ملوک مروان بن الحکم، اس کے بیٹے، پوتے، علی علیہ السلام کی دشمنی میں ان کی آل سے ہر دور میں انتقام لیتے رہے۔ آل علی علیہم السلام اور محبان علی علیہ السلام پر زمین تنگ کرتے رہے۔

بنی امیہ کا بنی ہاشم سے حسد:

یزید کے خاندان بنی امیہ کی امام حسین علیہ السلام کے خاندان بنی ہاشم سے دشمنی اور حسد بہت پرانا تھا۔ بنی ہاشم کو اللہ نے عزتوں اور عظمتوں سے نوازا، بنی ہاشم کو کائنات کا بہترین خاندان قرار دیا اور بنی ہاشم کو نبوت وامامت سے سرفراز کیا۔ بنی ہاشم کعبہ کے متولی تھے اور دنیا بھر میں عزت وعظمت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ بنی ہاشم قریش کے سردار رہے، موحد رہے اور ہر عزت وشرف سے مالا مال رہے۔ حسد کا ستیاناس ہو جس نے ہمیشہ انسانوں کو گمراہ کیا۔ ابلیس بھی تو حسد کی وجہ سے ہی رسوا اور راندہ درگاہ ہوا۔ چنانچہ امیہ بن عبدالشمّس جو بنی امیہ کا سرخیل ہے ہمیشہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردادا جناب ہاشم بن عبدمناف

علیہما السلام سے حسد کرتا رہا اور متحارب رہا۔ امیہ بن عبدالشمّس نے ہاشم علیہ السلام کو مفاخرت کا چیلنج دیا اور ہارنے کے نتیجہ میں ۱۰ سال شام میں جلاوطنی کاٹ کر مکہ لوٹا۔

امیہ بن عبدالشمّس کے بعد اس کا بیٹا حرب ہمیشہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان عبدالمطلب بن ہاشم علیہما السلام سے متحارب رہا اور حسد کرتا رہا۔ حرب کے بعد اس کا بیٹا ابوسفیان اور دیگر سرداران بنی امیہ، جناب عبدالمطلب علیہ السلام کے بیٹے جناب ابوطالب علیہ السلام اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑتے رہے یہاں تک کہ فتح مکہ پر عام معافی کے اعلان کے نتیجے میں گروہ طلقاء میں شامل ہوئے۔ ابوسفیان کے فرزند معاویہ بن ابوسفیان کی مولا علی سے صفین کی جنگیں اور بنی امیہ کی عصبیتیں اپنے عروج پر رہیں۔ یزید بن معاویہ نے تو اپنے بدر کے بزرگوں کا انتقام لیا۔ دیگر ملوک بنی امیہ، مروان بن الحکم اور آل مروان آل علی علیہم السلام کو اپنے ملوکیت کے ادوار میں نشانہ بنانے سے ذرا پیچھے نہ ہٹے سوائے عمر بن عبدالعزیز کے۔ مروان بن الحکم اور اس کا باپ حکم بن العاص فتح مکہ کے بعد بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقلیں اتارا کرتے تھے یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں باپ بیٹے کو مدینہ بدر کر دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انھیں واپس مدینہ آنے کی اجازت مل سکی۔

حسین پاک کی گرد پا سرمۂ شرفاء رہی ہے۔ فرقوں سے باہر نکل کر، مسلکی وابستگیوں سے ہٹ کر، حقیقت کے متلاشی منزل پا سکتے ہیں۔ فرقوں میں الجھنے والے اور مسلکوں کے قیدی تاویلات میں ہی الجھے رہتے ہیں۔ پیر نصیر الدین نصیر صاحب نے قیام حسینی کی عظمت کو برملا ان الفاظ میں بیان کیا ''سارے صحابی اک پاسے تے حسین پاک دی حسینیت اک پاسے''۔

طلقاء کے نام پر مساجد و مدارس کے نام:

محبت فطری ہے اور محبت پر کسی کا جبر نہیں، ہر ایک کا اپنا مقدر ہے کہ وہ کس سے محبت کرتا ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے اس کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھے جاتے ہیں۔ ملوکیتوں کے ادوار میں علی، حسن، حسین نام رکھنے پر قدغنیں تھیں، جبر تھا، سختیاں تھیں، مگر آج اس دور میں بھی لوگ اہل بیت اور سابقون الاولون کے ناموں کو ترک کر کے طلقاء اور ملوک کے ناموں پر بچوں، مساجد اور مدارس کے نام رکھنے کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں اور دھڑا دھڑ نام رکھے بھی جا رہے ہیں۔ جہاں شیعان علی تھے وہیں شیعان معاویہ و شیعان مروان بھی تھے اور ہیں۔ پسند اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا۔ کچھ لوگ یہاں تک کہہ گئے کہ ہمارا وہ دل نہیں کہ جس میں حسین کی محبت کے ساتھ ساتھ یزید کی محبت نہ سما سکے، حالانکہ یہ ممکن نہیں کہ جس دل میں امام حسین علیہ السلام کی محبت ہو، اس دل میں یزید آ سکے۔ یزید تو یزید، یزید کا کوئی بہی خواہ، کوئی ہمدرد، کوئی محبّ تک آ سکے۔ اور جس نے دل میں اگر یزید کو بسا ہی لیا تو دراصل اس نے امام حسین علیہ السلام سے منہ موڑ لیا، باقی باتیں تو محض حیلے بہانے اور دل بہلانے کی خاطر کی جاتی ہیں، حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کچھ لوگوں کا دین ایمان فقط بنی امیہ کی طرفداری رہ گیا ہے، دفاع صحابہ کی بات ہو تو بھی طلقاء پر سارا زور لگا دیا جاتا ہے۔

دشمن حیدرؑ آتش دوزخ میں جلے گا
جنت کے سردار تو حیدرؑ کے پسر ہیں

(سید فدا حسین شاہ ترمذی)

بنی امیہ کا درود شریف سے آل محمد کو نکالنا:

درود پاک ہے ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت، امام شافعی کے اشعار: ''**یا اھل بیت رسول اللہ حبکم ....تا..... من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ**'' میں آل کا مطلب اہل بیت کی تخصیص کے ساتھ ہی سمجھا یا گیا۔ امت کو آل میں شامل کر کے اہل بیت کی شان میں سرِ مو فرق نہیں پڑا۔ کس نے اور کب شامل کیا؟ اس بات سے قطع نظر، اہل بیت کی شان وراءالورا ہے۔ آل میں اگر امت شامل سمجھی جائے تب بھی اہل بیت کی گرد راہ کو ماتھے پر مل کر ہی کوئی شان اور مقام حاصل کر پائے گی۔ نماز میں درود میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اہل بیت کی خصوصیت بالکل واضح اور عیاں ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ امت اگر آل میں شامل ہوتی تو بنی امیہ کی حکومتیں درود شریف سے آل محمد کو نکالنے کے جتن کیوں کرتیں؟ فاعتبر و! درود میں سے ''آلہٖ'' کو کب اور کیوں نکالا گیا، درج ذیل عبارات میں اس سوال کا جواب وضاحت سے موجود ہے۔ آج بھی جمہور ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھتے اور لکھتے نظر آتے ہیں، جبکہ ''صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پڑھنا اور لکھنا چاہیے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دم بریدہ درود نہ پڑھا کرو!''۔ بنو امیہ نے آلِ محمد پر درود پڑھنا بند کروایا، جبکہ آل کے بغیر درود نامکمل ہے۔ خیر جو لوگ جمعہ و عیدین کے خطبوں میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتے رہے ہوں وہ نماز میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھیں یا نہ پڑھیں، فرق نہیں پڑتا۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی کی مشہور فقہی کتاب ''بُلوغ المرام" کے شارح محمد بن اسماعیل، امیر صنعانی "سُبُل السلام شرح بلوغ المرام" میں تفصیل سے لکھتے ہیں کہ نماز میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہمارے آئمہ واسلاف کی ایک جماعت کے نزدیک واجب ہے۔ صحیح حدیث کی رُو سے آل پر بھی درود واجب ہے۔

امیر صنعانی لمبی بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے غور کیا کہ احادیثِ نبویہ میں آل پر بھی درود بھیجا گیا ہے تو ہمارے علماء نے آل پر درود کیوں ترک کر دیا؟ خود ہی فرماتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ بنی اُمیہ کے حکمرانوں کو آلِ محمد کا ذکر پسند نہ تھا۔ ہمارے علماء نے تقیہ کرتے ہوئے آل پر درود کو ترک کرنے کی غلطی کی۔ گزرتے وقت کے ساتھ بعد والے علماء نے پہلے والوں کی روش کو ہی اپنایا، یوں احادیث میں آل پر درود کے حکم کے باوجود، اُن پر درود نہیں بھیجا جاتا، پس احادیث کی روشنی میں آل پر بھی درود بھیجنا چاہیے۔ علامہ امیر صنعانی کی اصل عبارت یہ ہے:

''نَعلَمُ أَنّ حَذفَ لَفظِ الآلِ مِنَ الصّلَاۃِ کَمَا یَقَعُ فِی کُتُبِ الحَدِیثِ لَیسَ عَلَی مَا یَنبَغِی؛ وَ کُنت سَأَلت عَنہُ قَدِیمًا، فَأُجِبتُ أَنّہُ قَدْ صَحّ عِندَ أَھلِ الحَدِیثِ بِلا رِیبَ: کَیفِیّۃُ الصّلاۃِ عَلَی النّبِیّ – صَلّی اللّہُ عَلَیہِ و آلہ وَسَلّمَ

– وَهُمْ رُوَاتُهَا، وَكَأَنَّهُمْ حَذَفُوهَا خَطَأً تَقِيَّةً لَمَّا كَانَ فِي الدَّوْلَةِ الْأُمَوِيَّةِ مَنْ يَكْرَهُ ذِكْرَهُمْ، ثُمَّ اسْتَمَرَّ عَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ مُتَابَعَةً مِنَ الْآخِرِ لِلْأَوَّلِ، فَلَا وَجْهَ لَهُ"۔(سُبل السلام، جلد1، صفحہ 288، التّحمید وَالثّناء وَالصّلاۃ عَلَیہِ النّبی فِی التّشہّد)

درود کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلیم دیا ہوا ہے، آل کے بغیر درود نامکمل ہے: بعض روایات میں آل کے بغیر پڑھے جانے والے درود کو دُم بریدہ (ناقص/ابتر) درود شمار کیا گیا ہے۔ علامہ امیر صنعانی نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا اور آل پر درود نہ بھیجنا گویا ایسے ہی ہے جیسے آپ پر درود بھیجا ہی نہیں۔ اصل کلام ملاحظہ کیجیے:

"نَقُولُ: الصَّلَاةُ عَلَيْهِ – صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ و آله وَسَلَّمَ – لَا تَتِمُّ وَيَكُونُ الْعَبْدُ مُمْتَثِلًا بِهَا، حَتَّى يَأْتِيَ اللَّفْظُ النَّبَوِيُّ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ الْآلِ، لِأَنَّهُ قَالَ السَّائِلُ: " كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ " فَأَجَابَهُ بِالْكَيْفِيَّةِ، أَنَّهَا الصَّلَاةُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ، فَمَنْ لَمْ يَأْتِ بِالْآلِ فَمَا صَلَّى عَلَيْهِ بِالْكَيْفِيَّةِ الَّتِي أُمِرَ بِهَا، فَلَا يَكُونُ مُمْتَثِلًا لِلْأَمْرِ، فَلَا يَكُونُ مُصَلِّيًا عَلَيْهِ – صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ و آله وَسَلَّمَ"۔(سُبل السلام، جلد1، صفحہ 288، التّحمِید وَالثّنَاء وَالصّلَاۃ عَلَیْہِ النّبیّ فِی التّشَھُّد)

مفہومِ کلام یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود مکمل نہیں ہوتا، نہ ہی بندہ درود بھیجنے والا کہلا سکتا ہے جب تک آل والا نبوی لفظ نہ ذکر کرلے، کیونکہ سائل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ نے درود کی کیفیت بتائی ہے جس میں آپ کے ساتھ آل پر بھی درود ہے۔ جس نے آل پر درود نہ بھیجا، اُس نے اُس طرح درود نہیں بھیجا جیسے حکم دیا گیا تھا، تو وہ اِس امرِ نبوی (درود بھیجنے) پر عمل کرنے والا شمار نہ ہوگا، پس اُس نے آپ پر درود نہیں بھیجا۔

احادیث سے یہی بات امام شافعی نے بھی سمجھی ہے، چنانچہ وہ اپنے معروف شعر میں کہتے ہیں کہ اے اہل بیت رسول! (آلِ رسول) تمہاری شان کے لیے یہی کافی ہے کہ جو آدمی تُمہارے اوپر درود نہ بھیجے اُس کی نماز نہیں ہوسکتی۔

تبوک سے واپسی پر نبی پاک کو شہید کرنے کی سازش:

یہود اور کفار مکہ کے علاوہ مدینہ میں منافقین کی ریشہ دوانیاں بھی چلتی رہیں۔ یہاں تک کہ تبوک سے واپسی پر سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ نقاب پوشوں کی طرف سے ایک گھاٹی میں دھکیلتے ہوئے شہید کرنے کی کوشش کی گئی۔ مولا علی علیہ السلام تبوک کے سفر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں جاسکے تھے بلکہ مدینہ میں نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور پر اہل مدینہ کی نگرانی کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی علیہ السلام کو تبوک کی طرف نکلنے سے قبل ان الفاظ میں اپنا نائب بنایا: ''**انت منی بمنزلة هارون من موسىٰ الا انه لا نبی بعدی**''، تمہاری میرے نزدیک وہی منزلت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حدیث متواتر اور متفق علیہ ہے اور حدیث کی جمیع کتب، بشمول بخاری ومسلم ودیگر کتب صحاح ستہ، میں موجود ہے۔

تبوک کا سفر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات کے آخری سال پیش آیا تھا۔ کون لوگ تھے جنھوں

نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تھا؟ یہ نام بیان نہیں کیے گئے اوران ناموں پر پردہ ہی پڑا رہا؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نام حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بتا رکھے تھے۔منظر عام پر نہ لانے میں کوئی مصلحت ہوگی۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سابقوں الاولون میں سے تھے،صاحب السّر اور راز دان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلائے اور مولاعلی علیہ السلام کے معتمد اور قریبی رفقاء میں سے تھے۔مولاعلی علیہ السلام تبوک میں ساتھ نہیں گئے تھے، کچھ لوگوں نے واپسی پر سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کو بدکا کر گھاٹی میں گرانے کی کوشش کی تھی۔حیران کن واقعہ ہے۔مولاعلی علیہ السلام سے بڑھ کر راز دار نبوت کون ہوسکتا ہے۔مولاعلی علیہ السلام کو یقیناً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا رکھا ہوگا اگر چہ کتب میں اس بات کی صراحت نہیں۔دن میں دو ساعتیں خلوت میں مولاعلی علیہ السلام کے لیے مقرر تھیں۔خلوت،جس میں کوئی بھی،کوئی دوسرا شریک نہیں،ان ساعتوں میں سے ایک تہجد کا وقت تھا۔

محبان اہل بیت وسادات علماء کی ذمہ داریاں:

آج جولوگ بالخصوص سادات نواصب کے زیراثر یا رد روافض کی وجہ سے اہل بیت سے دور ہیں ان کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ان میں کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو صاحبان علم ہیں،مفتی ہیں اور علم سے بہرہ ور ہیں۔ائمہ اہل بیت علیہم السلام اوران کی محبت کو روافض کا شعار سمجھنے والوں سے سوال ہے کہ کیا ہم کسی ایک مسلک کے حوالے اپنے آباؤاجداد کو کر کے ان سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں؟ اگر کسی نے ان سے محبت اور نسبت کا دعویٰ کیا ہے اور آپ کی دانست میں اس میں کچھ رطب و یابس ہے تو آپ صاحبان علم ہیں،اہل سنت کے ذخیرۂ احادیث اور کتب میں اہل بیت کے مناقب وفضائل موجود ہیں جو لوگوں کو بتائے اور بیان نہیں کیے جاتے۔ آپ اپنے علم اور وسائل کو بروئے کار لا کر ان مناقب وفضائل کو سامنے لائیں اور امت کو اس سے آگاہ کریں۔

اہل سنت کے اندر جو نواصب ہیں انہوں نے بھی ہر دور میں اپنا کام کیا ہے اور اولاد یا محبّ ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے آباؤاجداد کے،جن کے مثل کوئی زمانے میں تھا ہی نہیں، ہے ہی نہیں، ہوسکتا ہی نہیں،فضائل لوگوں کو بتائیں۔جن کے فضائل لاتعداد ہیں وہ پنج تنِ پاک ہوں یا ائمہ اہل بیتِ اطہار ہوں،وہ زین العابدین ہوں،محمد باقر ہوں،جعفر صادق ہوں،موسیٰ کاظم ہوں،علی رضا ہوں،محمد تقی ہوں،علی نقی ہوں،حسن عسکری ہوں یا امام مہدی ہوں،علیہم السلام۔ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب کے ساتھ ساتھ ان کا علمی کام بھی بہت زیادہ ہے بلکہ وہی تو علم کا مرکز و ماخذ ومصدر ہیں۔امام علی علیہ السلام سے لیکر امام حسن عسکری علیہ السلام تک ہر ایک امام منبع علم ہے اور ان کے علم سے فیض یاب ہونے کی ضرورت ہے۔امام حسن عسکری علیہ السلام نے تفسیر لکھی ہوئی ہے اور تفسیرِ حسن عسکری کے تذکرے ملتے ہیں۔

سادات کرام اور محبان اہل بیت سے کچھ دہائیوں سے اس درد کے ساتھ یہی گزارش کرتا چلا آرہا ہوں کہ جب

اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم دیا ہے، مواقع دیے ہیں تو ہم ان کی چیزوں کو سامنے لے کر آئیں اور اپنی نئی نسلوں کو اس سے آگاہ کریں اور خود بھی آگاہ ہوں جیسے ہمارے بہت سارے مفتیانِ سادات نے اعتراف کیا ہے کہ ہم خود بھی آگاہ نہیں ہیں، ہمارے علماء آگاہ نہیں ہیں اور یہ ایک افسوس ناک اور المناک حقیقت ہے۔ بس یہی درد ہے کہ ہمارا علم اس وقت ہی نافع ہوگا جب ہم اس علم سے ان پوشیدہ حقائق واسرار سے آگاہ ہوں اور اس کی تبلیغ کر سکیں۔ کل ہم سے پوچھا جائے گا کہ جن کا ہماری رگوں میں خون موجزن ہے، وہ ہم سے سوال کریں گے کہ تمہیں موقع ملا تھا، تم نے علم حاصل کیا، تم فضیلۃ الشیخ تھے، تم شیخ الحدیث تھے، شیخ التفسیر تھے، مفتی تھے، کتابیں تم نے پڑھ رکھی تھیں، پڑھ سکتے تھے اور دیکھ سکتے تھے اور دوسروں کو دکھا سکنے کی صلاحیت رکھتے تھے، تلاش کر سکتے تھے پھر ہمارے مناقب وفضائل کیوں نہیں لوگوں کو بتائے؟ اور وہ مناقب جو عرصۂ دراز سے، کئی صدیوں سے ناصبیت کے اثر کی وجہ سے دبیز تہوں میں چھپا کے رکھے گئے، چھپا کے ہی رکھے گئے، ان کو منظر عام پر کیوں نہ لائے؟

صرف ایک مثال آپ کے سامنے ہے کہ جو حدیثِ ثقلین ہے، گزشتہ پانچ دہائیوں سے ہم بھی دیکھ رہے ہیں نہیں بتائی گئی، نہیں سنی اس لیے کہ بتائی نہیں جاتی تھی حالانکہ حدیث متواتر ہے۔ اتنی واضح اور صریح حدیث اور اس کے مقابلے میں کتاب اللہ وسنتی پر بات کی جاتی رہی۔ **کتاب اللّٰہ و عترتی اهل بیتی** کہیں نہیں تھا۔ اب آگہی کا دور ہے، اس لیے حق واضح ہو رہا ہے۔ اس طرف توجہ مبذول کرانے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ہم کسی ایک مسلک کی وکالت میں یا کسی دوسرے مسلک کی نفی میں کر رہے ہوتے ہیں۔ مسالک میں پھنسے لوگوں کی دنیا جدا ہے اور عاشقوں کا جہاں الگ۔ اس درد محبت کے ساتھ یہ بات کرتے ہیں جو ہمیں متصل کرتا ہے اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ، جو جوڑتا ہے ہمیں اپنے اجداد سے۔ ہم کم از کم اپنے آپ کو امام زین العابدین علیہ السّلام کی جگہ پہ رکھ کر کربلا کو پڑھیں، سوچیں اور بی بی زینب سلام اللہ علیہا کو اپنی پھوپھی کا درجہ دے کر اس درد کا اندازہ کریں اور اپنے اندر بسائیں حالانکہ وہ رسول زادی ہیں، بتول زادی ہیں، علی علیہ السلام کی بیٹی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی ہیں۔ وہ نبی کے گھرانے کی، آیۂ تطہیر کے جو مخاطب ہیں اس سائے میں پلنے والی خاتون ہیں، جہاں عزتیں، تقدس سب کچھ ان کی میراث ہے۔

بس اس درد کے ساتھ بات کرتے ہیں، خدانخواستہ کسی کے علم پہ بات کرنا یا تنقید کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ ہم تو درد کے ساتھ جھنجھوڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہماری جو صلاحیتیں ہیں اس سمت کی طرف چلی جائیں جس کے بارے میں کل روزِ محشر ہم سے پوچھا جا سکتا ہے اور یقیناً پوچھا جائے گا۔ کربلا میں ہمارا خاندان کٹ گیا ہو اور ایسی المناک شہادتیں ہوئی ہوں اور ایسے مظالم ہوئے ہوں اور صرف کربلا کی حد تک نہیں، فخ کا واقعہ ہے، باقی مختلف ادوار میں نسل در نسل سادات کو تہہ تیغ کیا گیا اور ان کے ماننے والوں کو ان کے محبان کو تکالیف دی گئیں، ان کے گھر جلائے گئے، ان کو مارا گیا۔ کئی صدیوں پر محیط یہ تاریخ ہے اتنی قربانیاں، اتنے مظالم، اتنی شہادتیں اور ہم ان سے آگاہ بھی نہ ہو پائیں اور آج کے اس آگہی اور آزادی کے دور میں بھی ہم ان کے مناقب وفضائل کی جستجو اور کھوج نہ لگا پائیں یا ان کے فضائل کا ابلاغِ عام نہ کر پائیں تو پھر یہ ایک سوال تو ضرور ہے کہ جو ہمارے اوپر ہوگا اور ہم سے پوچھا جائے گا۔

حج وعمرہ ودیگر فرائض وشعائر دین لازمی ہیں مگر سادات علماء کو مناقب وفضائل اہل بیت امت تک پہنچانے ہیں۔ یہ فرض بھی ہے اور قرض بھی۔ سادات علماء کو اس فرض کی تبلیغ کو فوقیت دینی ہوگی۔ اہل سنت میں لوگ ان سے بے بہرہ اور بے خبر ہیں جس کا اعتراف دیوبندی مبلغ علامہ طارق جمیل صاحب ان الفاظ سے بخوبی کر چکے ہیں: اہل بیت کی معرفت کے بعد میں نے غفلت میں بیتے ہوئے ایام کے لیے استغفار کیا اور ذکر اہل بیت کا اہتمام کیا۔ اور بلاشبہ علامہ طارق جمیل صاحب اس فرض کو ادا بھی کر رہے ہیں اور ذکر اہل بیت کا اہتمام بھی کر رہے ہیں۔ اس لیے اس فرض اولین کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔

سادات علماء کو سمجھنا ہوگا، معرفت اہل بیت اطہار حاصل کرنا ہوگی، امت کو بتانا ہوگا، تحقیق کے میدان میں آنا ہوگا، سچ نکال کے امت تک پہنچانا ہوگا، ورنہ بازپرس ہوگی روز محشر۔ اللہ پوچھے گا، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھیں گے، پنجتن پاک پوچھیں گے، سیدہ فاطمہ علیہا السلام پوچھیں گی، مولا علی علیہ السلام پوچھیں گے، مولا حسن علیہ السلام پوچھیں گے، مولا حسین علیہ السلام پوچھیں گے کہ بتاؤ ہم اتنی قربانیاں دے سکتے ہیں حق کی خاطر اور تم حق بیان نہیں کر سکے۔ بی بی زینب، بی بی ام کلثوم، بی بی سکینہ اور دیگر بیبیوں کو کیا منہ دکھائیں گے؟ امام زین العابدین علیہ السلام سے کیسے سامنا کریں گے؟

اللہ پاک ہمارے جی بابا جی کی اولاد پر، پیر بابا کی اولاد پر اور دیگر سادات ومحبان اہل بیت پر اپنا خاص فضل وکرم کرے، وسعتیں عطا کرے، رزق میں، علم میں، برکتوں میں اور اللہ تعالیٰ اپنے آباء کے ساتھ پیوست ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ نبی الکریم وسید المرسلین

متولی کعبہ، کفیل وناصر رسول، ابوطالب علیہ السلام:

جن کے خون میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اور جن کے وجود میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون گردش کرتا رہا، ان آباء، امہات اور اولاد کی عظمتوں کو سلام۔ وانذر عشیرتک الاقربین سے معلوم ہوا کہ لنگر علی علیہ السلام کا اور دسترخوان ابوطالب علیہ السلام کا ہے۔ جنابِ ابوطالب علیہ السلام رسالت کے لیے ڈھال اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے لیے ڈھارس تھے۔ جنابِ ابوطالب علیہ السلام اللہ کے منتخب بندے اور اپنی ساری زندگی ہر آن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واحد سہارا تھے۔ جناب ابوطالب علیہ السلام نکاح خوانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ابوطالب علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیھا کے ساتھ نکاح کے خطبے میں اللہ کی حمد، اپنی ابراہیم واسماعیل علیھم السلام اور ان کی اولاد کے ساتھ نسبت اور نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہی۔ سب سے پہلی نعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب علیہ السلام اور چچا ابوطالب علیہ السلام نے کہی۔

ابوطالب علیہ السلام کی آغوشِ محبت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کی پونے چار ہزار آیات نازل ہوئیں۔ قرآن کی سو سے زائد آیات موافقاتِ ابوطالب علیہ السلام ہیں۔ شعب ابی طالب بھی کارزارِ عشق تھا۔ ابوطالب علیہ السلام

سردار قریش عبدالمطلب علیہ السلام کے بیٹے اور فرزند بنی ہاشم تھے۔ ابو طالب علیہ السلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت مہربان اور شفیق چچا ہیں۔ ابو طالب علیہ السلام حمزہ وعباس علیہما السلام کے بھائی اور سردارِ بنی ہاشم وسردارِ قریش تھے۔ ابو طالب علیہ السلام اور عبداللہ علیہ السلام (والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سگے بھائی تھے، دونوں ایک ہی والدہ سے تھے۔ جناب ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم، سیدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم علیہم السلام کے شوہر اور بنی ہاشم کے سرپرست تھے۔

شعب ابی طالب کا ابو طالب علیہ السلام سے منسوب ہونا اور قریش کے ۳ سالہ مقاطعہ اور دفاعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو طالب علیہ السلام کی انمٹ خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ابو طالب عقیل وطالب، مولا علی وجعفرِ طیار علیہم السلام کے دلیر بابا ہیں۔ ابو طالب علیہ السلام ام ہانی کے بابا ہیں، وہی ام ہانی جن کے گھر سے سرکارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر گئے تھے۔ ابو طالب حسن وحسین علیہم السلام، زینب وکلثوم بنت فاطمہ سلام اللہ علیھن کے دادا ہیں۔ ابو طالب عباسِ علمدار و برادرانِ غازی عباس، عبداللہ بن جعفر، مسلم بن عقیل و برادرانِ مسلم بن عقیل علیہم السلام کے دادا ہیں۔ ابو طالب علیہ السلام ہی ہیں کہ جن کی آل نے کربلا میں خون کے نذرانے پیش کیے۔ پوتے، پوتیاں اور ان کی اولاد ہی اسلام پر فدا ہوئی۔

شام کے تجارتی سفر میں بحیرا راہب کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے باتیں اور سرکار کو بحفاظت واپسی کی درخواست ابو طالب علیہ السلام سے ہی کی گئی تھی۔ ابو طالب علیہ السلام کے اشعار قصیدہ لامیہ، میمیہ، بائیہ ابن کثیر اور دیگر سیرت نگاروں کے مطابق فصاحت وبلاغت کا شاہکار ہیں۔ ابو طالب علیہ السلام کے اشعار قصیدہ لامیہ، میمیہ، بائیہ میں نصرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عزم، اعلان، تاکید اور پھر آخر دم تک اس پر قائم رہنا، ابو طالب علیہ السلام ہی کی شان ہے۔ جناب ابو طالب علیہ السلام کے کچھ اشعار واقوال ہم نے اپنی دوسری کتاب ''کارزارِ عشق'' میں درج کیے ہیں۔ ابو طالب علیہ السلام ناصرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں بلکہ مابعد کے سب انصارانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بانی وسربراہ ہیں۔

یہ ابو طالب علیہ السلام ہی تھے جو بسترِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حفاظتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنے بیٹوں کو سلا دیا کرتے کہ کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنچ نہ آئے۔ ابو طالب علیہ السلام ۵۰ سال اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ (نصرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عملی طور پر پڑھتے رہے، چالیس سال اعلانِ نبوت سے قبل اور دس سال اعلانِ نبوت کے بعد۔ ابو طالب علیہ السلام کا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا پختہ ایمان تھا کہ زندگی کا ایک لمحہ بھی نصرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر نہ گزارا بلکہ ہمہ وقت اسی کارِ عظیمہ پر کاربند رہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت، پرورش، تبلیغ، دعوت، قیام، دفاع، نصرت، حمایت میں اشعار کہنا، شعب ابی طالب، نکاح کا خطبہ، فداکاری فنا فی الرسول کی انتہا ہے۔ یہ ابو طالب علیہ السلام ہی تھے جن کے گھر دعوتِ ذی العشیرہ یعنی توحید کی پہلی دعوت اور تبلیغ منعقد ہوئی۔ یہ ابو طالب علیہ السلام ہی تھے کہ جن کی آغوشِ محبت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۵۰ سال زیرِ کفالت وحفاظت رہے۔

یہ ابو طالب علیہ السلام ہی تھے کہ جو **واللہ یعصمک من الناس** ''اور اللہ آپ کو لوگوں کے ضرر سے محفوظ

رکھے گا'' کی عملی تفسیر تھے۔ یہ ابوطالب علیہ السلام ہی تھے کہ جو **الم یجدک یتیماً فاوی** '' کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی'' کی عملی تفسیر تھے۔ جناب ابوطالب علیہ السلام کی آغوش محبت میں نبیوں کے سلطان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ولیوں کے سلطان علیہ السلام پل بڑھ کر جوان ہوئے اور پر آلام ومصائب مکی زندگی میں ہر آن جناب ابوطالب علیہ السلام نگہبان وڈھال بنے رہے اور یہی ان کی زندگی کا واحد مقصد رہا، یہاں تک کہ الم یجدک یتیما فاوی کا مصداق ٹھہرے۔ یہ ابوطالب علیہ السلام ہیں جنھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باپ بن کر اور ماں بن کر پالا اور اپنی زندگی دفاع پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وقف کر دی۔ شعب ابی طالب اور مکی زندگی کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۵۰ سال اور عام الحزن اس بے مثال رشتے اور تعلق کے عکاس ہیں۔

یوں تو سارے عشاقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثال ہیں مگر مجھے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بھی عاشق رب کے علاوہ جناب ابوطالب علیہ السلام جیسا نظر آیا نہیں۔ رب کے علاوہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا عاشق کون ہے سوائے جناب ابوطالب علیہ السلام کے؟ دین اسلام کی پہلی دعوت جس گھر میں منعقد ہوئی وہ گھر کس کا تھا؟ دسترخوان کس کا تھا؟ دین اسلام کی بنیادوں میں لہو کس کا ہے؟ وہ کون سا خاندان ہے جو دین کی بقاء کے لئے ہر دور میں قربان ہوتا رہا؟

ابوطالب علیہ السلام نے کلمہ نہیں پڑھا تو پھر کس نے پڑھا، کسی نے نہیں پڑھا۔ علی علیہ السلام کی دشمنی میں وضع کردہ روایات کی بجائے ابوطالب علیہ السلام کی زندگی کے ہر ہر لمحے پر غور کیا جائے تو جواب مل جائے گا۔ ایک روایت کلمہ پڑھنے والی بھی کتب احادیث میں بواسطہ عباس بن عبدالمطلب علیہما السلام موجود ہے اور اس پر علامہ شبلی نعمانی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خوب تبصرہ فرمایا ہے۔ احسان فراموش امتی بھول گئے کہ اس دریتیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب ابوطالب علیہ السلام نے ماں اور باپ بن کر پالا پوسا، اپنی شفقتیں محبتیں اور توجہات نچھاور کیں، ہر تکلیف ایذا اور سازش کے سامنے ڈھال بنے رہے۔ شعب ابی طالب ہو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی، خواجہ ابوطالب علیہ السلام کی زندگی کا ہر ہر لمحہ محبت، عشق، مودت، ایمان، فداکاری، جانثاری، وفاداری وقربانی سے عبارت ہے۔۔۔۔۔ فاعتبروا!

ناصر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکافلہ پر کروڑوں سلام

جناب کعب کی حسرت اور جناب ابوطالب کا مقدر:

کچھ ذکر ان پاک ناموں کا جو سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباءواجداد ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ذکر مبارک خود اپنی وماینطق عن الھویٰ والی زبان اقدس سے فرمایا:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس من مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔۔۔۔۔ علیہم السلام

جناب کعب بن لوی، کلاب بن مرہ کے دادا تھے،

کلاب بن مرہ، عبد مناف بن قصی کے دادا
اور عبد مناف بن قصی، عبدالمطلب بن ہاشم کے دادا تھے۔

کلاب بن مرہ جناب ہاشم کے پردادا تھے، کلاب کے دادا کعب بن لوی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی صدیاں پہلے ہوگزرے، کعب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اشعار کہا کرتے تھے۔ کعب بن لوی کے اشعار سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی محبت اور وارفتگی کی خوش بُو آتی تھی، وہ اپنی اولاد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور نصرت کی تلقین کیا کرتے تھے۔ کعب بن لوی دورِنبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہونے کی حسرت کرتے اور کہتے:

کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب قبیلہ حق کو نامراد کرنے میں مصروفِ عمل ہوگا

جناب کعب اس خواہش کا اظہار کیا کرتے تھے کہ کاش اے کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب قبیلہ حق کو نامراد کرنے میں مصروفِ عمل ہوگا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، وارفتگی اور نصرت کی خواہش جنابِ کعب کے اشعار واقوال سے ٹپکتی ہے۔

جنابِ کعب کی خواہش کا مصداق ابوطالب علیہ السلام تھے، قصیدہ لامیہ کا ایک ایک شعر اور ابوطالب علیہ السلام کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کا مؤید ہے۔ عشاق پر لازم ہے کہ وہ قصیدہ لامیہ کے ایک ایک شعر کا مطالعہ کریں اور ان اشعار میں موجود عشق وجانثاری کے جذبات سے ایمان تازہ کریں۔

جناب فہر بن مالک کو قریش کہا جاتا ہے اور یہاں سے قبیلہ قریش چلا، جناب کعب فہر یعنی قریش کے پوتے لوی کے بیٹے ہیں۔ جناب کعب بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اجداد کرام علیھم الرضوان کی طرح صاحب ایمان وموحد، سردار قبیلہ، صاحب تقویٰ وفضیلت، صاحب حسن وجمال، صاحب امانت ودیانت، صاحب فصاحت وبلاغت اور دیگر تمام صفات خاصان وبندگان خدا کے حامل تھے کیوں کہ آپ بھی حامل نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ کی صلب بھی شرف یاب رہی کہ اس میں نور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقیم رہا، جس کی ضوفشانیوں سے، اجداد کی پیشانیوں سے، وہ نور مخلوق خدا کو خیرہ کرنے کے ساتھ ساتھ فیض یاب کرتا رہا۔

جناب کعب اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اجداد کرام علیھم الرضوان نہ صرف اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ وہ عظیم نبی جس کی بشارات تورات وانجیل ودیگر کتب وصحائف میں موجود ہیں، اس کا نور ان کی صلب میں موجود ہے بلکہ وہ اپنی اپنی قوم اور قبیلے کو اس بات سے آگاہ کرتے اور انھیں اس آخری نبی پر ایمان لانے کی تلقین بھی کرتے رہے۔ کتب تواریخ میں بیسیوں واقعات واقوال اجداد نبی پاک علیھم السلام اس بابت موجود ہیں۔ جناب کعب کی اس خواہش وحسرت کو ملاحظہ کیجیے کہ کاش میں اس وقت موجود ہوتا، جب قبیلہ حق کو نامراد کرنے میں مصروفِ عمل ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ صرف جناب کعب بن لوی اس بات سے آگاہ تھے بلکہ وہ یہ جانتے بھی تھے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان نبوت فرمائیں گے تو ان کا قبیلہ قریش ان

کا سب سے بڑا مخالف ہوگا اور حق کو نامراد کرنے میں مصروف عمل ہوگا۔

چنانچہ مکی زندگی کے ۱۳ سال اور مدنی زندگی کے ۸ سال گواہ ہیں کہ کفار قریش نے پیغام حق کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور ہر ممکن طریقے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والوں پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کرام علیہم الرضوان دفاع ونصرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسرتیں اور خواہشیں ساتھ لیے ہی اس دنیا سے انتقال کر گئے اور یوں یہ عظیم ذمہ داری جناب ابوطالب علیہ السلام کے نصیب میں لکھ دی گئی۔ مکہ کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے پچاس سال اس بات کے گواہ ہیں کہ ہر ہر لمحہ اور ہر ہر موقع پر جناب ابوطالب علیہ السلام نے اس ذمہ داری کو کماحقہٗ نبھایا۔ دیدہ و دل فرش راہ کر کے ہمہ وقت دفاع ونصرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری مستعدی، لگن اور وارفتگی کے ساتھ کاربند رہے اور پیغام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراوانی میں اپنا اہم فریضہ دفاع ونصرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت انتہائی احسن طور پر سرانجام دیتے رہے یہاں تک کہ **الم یجدک یتیما فاوٰی** کا مصداق ٹھہرے۔

کعب بن لوی کے اشعار اور خواہش کو سامنے رکھیے اور جنابِ ابوطالب کے قصیدہ لامیہ کے اشعار پڑھیے اور پھر ۵۰ سالہ دورِ نصرتِ نبوت کو سامنے رکھیے تو آشکار ہوتا ہے کہ جنابِ کعب کے ایک ایک شعر کا مصداق کوئی اور نہیں بلکہ بطحا کے سردار عبدالمطلب کے بیٹے ابوطالب ہیں، جنھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ نصرتِ رسول کے لیے وقف کر دیا تھا، علیہم السلام۔ وہ شعب ابی طالب کے تین سال ہوں یا باقی عرصۂ حیات، ساری عمر جناب ابوطالب علیہ السلام اسی ایک مشن پر گامزن رہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذرا سی کوئی آنچ نہ آئے اور وہ اپنا کارِ رسالت احسن طریقے سے انجام دیتے رہیں۔

جناب ابوطالب علیہ السلام کی وفات کا وقت جب قریب آ گیا تو آپ نے اولادِ عبدالمطلب کو بلایا اور وصیت کی: جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنتے رہو گے اور ان کی اتباع کرتے رہو گے، تم بہت اچھی حالت میں رہو گے، ان کی اتباع کرو، ان کی مدد کرو، ہدایت پا جاؤ گے۔ سبحان اللہ، قربان جایئے جناب ابوطالب علیہ السلام کے مقدر پر، پورے پچاس سال کا عرصہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکر اور ان کی نصرت پر گزارا۔ شعب ابی طالب کے تین سال، اپنے بچوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کے بستر پر راتوں کو سلا دینا کہ اگر کوئی کافر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان لینے کے ارادے سے آئے تو میرا بیٹا مر جائے مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنچ نہ آئے، مرتے وقت اپنے قبیلے کو ان کی مدد ونصرت کی نصیحت کرنا، ایسی محبت اور جذبۂ جانثاری کو سلام۔

ابوطالب علیہ السلام نے قریش کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر ایمان لانے میں سبقت کی وصیت کی، ان کی مدد ونصرت کی تلقین کی اور اپنے عزمِ وفا کا اظہار کیا۔ ابوطالب علیہ السلام نے وقتِ وصال فرمایا: بخدا جو بھی ان (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے راستے پر چلے گا، ہدایت پائے گا اور جو ان کی ہدایت قبول کرے گا، سعادت مند ہو جائے گا۔

جنابِ ابوطالب علیہ السلام نے اپنے قبیلے کے افراد کو وقتِ وصال یوں وصیت کی:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اِبْنُ اَبِيْكُمْ، كُوْنُوا لَهٗ وُ لَاةَ وَ لِحَرْبِهٖ حِمَاةَ وَ اللّٰهِ لَا يَسْئَلُكَ اَحَدٌ" مِّنْكُمْ سَبِيْلَهٗ

اِلَّا رَشَدَ وَلَا یَأْ خُذُ اَحَد" بِھَدْیِہٖ اِلَّا سَعِدَ

اے گروہ قریش! یہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے باپ کے بیٹے ہیں، ان کے دوست بن جاؤ، جنگوں میں ان کے حامی بن جاؤ، اللہ کی قسم! تم میں سے جو شخص ان کے راستے پر چلے گا ہدایت پائے گا، اور جو ان کی ہدایت کو قبول کرے گا وہ سعادت مند ہو جائے گا

بنی ابوطالب علیہ السلام کی اسلام کے لیے قربانیاں کوئی ڈھکی چھپی بات تو نہیں ہے۔ ابوطالب علیہ السلام، ان کے بیٹوں، پوتوں، نواسوں اور نسلوں کی قربانیاں ہر صاحب علم وایمان بخوبی جانتا ہے۔ دفاع اسلام ونصرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی عظیم ذمہ داری پر جناب ابوطالب کا احسان مند ہونے کی بجائے امتی آج دشمن کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر کبھی عدم ایمان کی ابحاث میں رطب اللسان رہتا ہے تو کبھی عدم ایمان کو فروغ دینا اپنا ایمانی تقاضا سمجھتا ہے۔ اللہ نے عقل وشعور دیا ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایمان سے عبارت ہو، اور جس کا ذکر و یاد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آخری سانس تک فرحت وشادمانی و تسکین کا باعث رہا ہو، اس کی قربانیوں اور مقام کا اعتراف کرنے کی بجائے اس گھرانے کی دشمنی پر مصر رہنا جہالت و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔

خیبر کے موقع پر جب چالیس دن تک قلعہ فتح نہ ہو سکا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا عُطِيَنَّ الرَّايَةَ غَداً لِرَجُلٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُولَه ويُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ
كَرَّارٌ غَيْرُ فَرَّارٍ لَا يَرْجَعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدِيهِ

کل میں علم ایک مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اس سے محبت کرتے ہیں وہ کرّار ہے فرار نہیں ہے۔ اور وہ اس وقت تک واپس نہ لوٹے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دیدے

رجل کسی نے دیکھنے ہوں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کرام علیھم الرضوان کو دیکھے، جناب عبداللہ کو دیکھے، جناب ابوطالب کو دیکھے، جناب عبدالمطلب کو دیکھے، بنی ہاشم کو دیکھے۔ اس گھرانے کا ایک ایک فرد رجل (مرد) ہے سوائے ابولہب کے۔۔۔۔ سلام بنی ہاشم کے جملہ نفوس پر

کاشانہ زہرا، پنجتن کا گھرانہ:

کاشانہ زہرا، پنجتن کا گھرانہ۔ در زہرا سلام اللہ علیھا کی بلائیں لینے کو کائنات کی نبضیں مچلتی ہیں۔ محبین کے دلوں کی دھڑکنیں بیتاب ہوتی ہیں۔ ولایت یہیں سے تو بٹتی ہے۔ صالحین اس در کی چوکھٹ کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا کر ہی فنافی اللہ کا مقام پاتے ہیں۔ قدسی اس گھرانے پر درود وسلام کے نذرانے نچھاور کرتے چلے آرہے ہیں۔ کاشانہ زہرا، پنجتن کا گھرانہ، کیا شان ہے! سبحان اللہ۔ کاشانہ زہرا، پنجتن کا گھرانہ ہے۔

اس گھر کے مکین بے مثال ولاجواب ہیں۔ ان جیسا سوچنا ہی عبث ہے، اس گھر جیسا گھر نہیں کائنات میں اور اس

گھر کے مکینوں جیسے مکین نہیں کہیں۔ اس میں زہرا ہیں، زہرا کے بابا ہیں، زہرا کے شوہر ہیں، زہرا کے بیٹے ہیں۔ زہرا سیدۃ النساء العالمین، جنت کی عورتوں کی سردار ہیں تو زہرا کے بابا سید الانبیاء والمرسلین، سب نبیوں اور رسولوں کے سردار، زہرا کے شوہر قسیم النار و الجنہ، جنت اور دوزخ تقسیم کرنے والے تو زہرا کے بیٹے سیدا شباب اہل الجنہ، جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ یہی آل عبا ہیں، یہی اہل کساء ہیں، انھی کو پنجتن پاک کہا جاتا ہے، انھی کے لیے آیت تطہیر نازل ہوئی، اسی گھر پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ یا آٹھ ماہ آیت تطہیر کی تلاوت کر کے سلامتی بھیجتے رہے۔ اس گھر کا صحن مسجد نبوی ہے اور اس گھر کا دروازہ ریاض الجنہ میں کھلتا ہے۔ بحکم الٰہی مسجد نبوی میں کھلنے والے سب گھروں کے دروازے بند کر دیے گئے سوائے درِ زہرا کے۔ اسی در سے تو صحابہ واہل اللہ وصلحاء وابرار امت نے سعادتیں سمیٹی ہیں۔ گلشن زہرا کے پھول ہیں حسنین اور کلیاں زینب وام کلثوم علیہم السلام۔ درود وسلام بھی اسی پاک گھرانے پر بھیجنے کا حکم قرآن میں نازل ہوا۔

یہ گھر کائنات کے افضل ترین گھروں میں سے ہے۔ اسی گھر کو ان گھروں میں شمار کیا گیا جو انبیاء علیہم السلام کے گھروں کی مانند ہے۔ سورہ النور کی آیت نمبر ۳۶ کچھ یوں ہے:

فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَن تُرفَعَ وَ یُذکَرَ فِیھَا اسمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیھَا بِالغُدُوِّ وَ الاٰصَالِ

(ہدایت پانے والے) ایسے گھروں میں ہیں جن کی تعظیم کا اللہ نے اذن دیا ہے اور ان میں اس کا نام لینے کا بھی،
وہ ان گھروں میں صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں

تفسیر: مردویہ نے انس بن مالک اور بریدہ رضی اللہ عنھما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس سے کون سے گھر مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیوت الانبیاء، انبیاء کے گھر۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! کیا علی علیہ السلام اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کا گھر انہی گھروں میں سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نعم من افاضلھا، ہاں! یہ تو اِس گھر کے افضل ترین گھروں میں سے ہے۔ (تفسیر الدر المنثور، ۵:۹۱)

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **ھی بیوت الانبیاء و بیت علی منھا**، یہ انبیاء کے گھروں کی طرف اِشارہ ہے اور علی علیہ السلام کا گھر بھی اِس زمرے میں آتا ہے۔

(تفسیر نور الثقلین، جلد۳، صفحہ نمبر ۶۰۷، تفسیر نمونہ، جلد ۱۴، صفحہ نمبر ۴۰۰)

گھر فاطمہ زہرا کا عجب شان کا گھر ہے
یہ وحی کی منزل ہے یہ قرآن کا گھر ہے
اسلام کے ماحول میں ایمان کا گھر ہے
مومن کی منافق کی یہ پہچان کا گھر ہے

کچھ لوگ مرے جاتے ہیں اس رنج و محن میں
اس گھر کا جو دروازہ ہے مسجد کے صحن میں
اللہ نے اس گھر کو نبوت سے نوازا
دنیا میں اسے دین شریعت سے نوازا
عصمت سے امامت سے ولایت سے نوازا
ہر فرد کو قرآن کی آیت سے نوازا
سانچے میں مشیّت کے یہ افراد ڈھلے ہیں
سب چادر تطہیر کے سائے میں پلے ہیں

(مولانا حسن امداد)

عقد زہراو مرتضیٰ:

عقد فاطمہ زہرا و مولا علی، یکم ذی الحجہ، عقد و مہر کی تفصیلات و جزئیات کتب احادیث و سیئر و تواریخ میں موجود ہیں۔ مولا علی علیہ السلام یوں تو ہر نسبت سے لاجواب و بے مثال ہیں، زوج بتول ہونا ایک ایسی نسبت ہے جس کی تمنا تو کی گئی مگر یہ نسبت مولا علی علیہ السلام کے لیے روز ازل سے مخصوص کی جا چکی تھی۔ سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خواستگاری کی درخواست تو متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی تھی مگر جبرائیل علیہ السلام حکم ربی لے کر حاضر ہوئے کہ اللہ نے زہرا و علی کا نکاح آسمانوں پر منعقد کر دیا ہے، اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ زمین پر اس کا انعقاد فرمائیے۔ کہا گیا کہ اگر مولا علی علیہ السلام نہ ہوتے تو قیامت تک روئے زمین پر فاطمہ سلام اللہ علیہا کا کوئی کفو نہ ہوتا۔ سبحان اللہ

شمس الضحیٰ علی ہیں تو بدرالدجیٰ ہے یہ
وہ جسم ہے تو جان و دل مصطفیٰ ہے یہ
بحر سخا علی، گہر بے بہا ہے یہ
عبد خدا ہے وہ تو کنیز خدا ہے یہ
زاہد ہیں حق پرست ہیں خوش خو ہیں نیک ہیں
دونوں خدا کے فضل سے رتبے میں ایک ہیں

(میر ببر علی انیس)

قرآن نے اس کو سورہ رحمٰن میں یوں کہا،

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ(19)بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ(20)فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ(21)

يَخۡرُجُ مِنۡهُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَ الۡمَرۡجَانُ(22)فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ(23)

اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے

مفسر محمود آلوسی بغدادی کی تفسیر روح المعانی کے مطابق گویا دو بحر ملے، زہرا و علی ملے، ان کے درمیان ایک پردہ ہے جو باہم متجاوز نہیں ہونے دیتا، ولایت و عصمت کا پردہ۔ پھر کہا، ان سے موتی و مرجان ظاہر ہوئے حسن و حسین، اور بطور نعمت عظیمہ اظہار ہوا۔ علامہ محمد اقبال نے یوں کہا:

بانوئے آں تاجدار ہل اتی
مرتضٰی مشکل کشا شیر خدا

یعنی زہرا تاجدار ہل اتی جو مرتضٰی ہیں، مشکل کشا ہیں، شیر خدا ہیں، ان کی ملکہ ہیں۔

آج بھی شادی و نکاح کے موقع پر علی و زہرا کی بے مثال ازدواجی زندگی کی مثال دے کر ان کے واسطے سے نئے شادی شدہ جوڑوں کے مابین الفت و پیار و وفا کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ بیوی شوہر کی طاقت و ڈھارس ہوتی ہے۔ زہرا پاک کا چکی چلانا، گھر داری، شوہر و بچوں کی دلجوئی، مولا علی کے زخموں کی مرہم پٹی، آلات حرب کی دیکھ بھال وصفائی و دیگر امور، ان کی وفا، اخلاص، پیار، الفت و جانثاری کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ علی و زہرا کی شادی۔ لاجواب و بے مثال بندھن۔ خوشی و مسرت و شادمانی۔ مبارک ہو، مبارک ہو۔

روز قیامت، خاتون قیامت کی شان:

روز قیامت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی آمد پر سب اہل محشر نگاہیں جھکالیں گے:

عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال:سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یقول:اذا کان یوم القیامۃ نادی مناد من وراء العجاب:یا اھل الجمع! غضو ابصارکم عن فاطمۃ بنت محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم حتی تمر.

"حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے روز ایک ندا دینے والا پردے کے پیچھے سے آواز دے گا: اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ فاطمہ بنت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں"

عن ابی ایوب الانصاری رضی اللّٰہ عنہ: اذا کان یوم القیامۃ نادی مناد من بطنان العرش: یا اھل الجمع ! نکّسوا رؤسکم و غُضُو ابصارکم حتی تَمُرَّ فاطمۃ بنت محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم علی الصراط، فتَمُرُّ و معھا سبعون الف جاریۃ من الحور العین کالبراق اللامع.

"حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا: اے محشر

والو! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی کرلو تا کہ فاطمہ بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گزر جائیں۔ پس آپ گزر جائیں گی اور آپ کے ساتھ حورعین میں سے چمکتی بجلیوں کی طرح ستر ہزار خادمائیں ہوں گی‘‘

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مولا علی علیہ السلام، ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، ام المومنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیھا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما و دیگر راویوں سے احادیث کی کتب بشمول المستدرک، فضائل الصحابہ، المعجم الکبیر، مجمع الزوائد، تاریخ بغداد، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، کنز العمال، الصواعق المحرقہ، تذکرۃ الخواص، فیض القدیر و دیگر کتب میں امام حاکم نیشاپوری، امام احمد بن حنبل، طبرانی، ہیثمی، خطیب بغدادی، محبّ طبری، ہندی، ابن حجر مکی، سبط ابن جوزی، مناوی و دیگر ائمہ حدیث نے رقم کی ہے۔

اے اہلِ محشر اپنے سروں کو نیچا کرلو، **نکسو رؤسکم**، اپنے سروں کو جھکا لو **و غُضُو ابصارکم** اور اپنی آنکھیں نیچی کر لو، کیونکہ فاطمہ سلام اللہ علیھا بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری جا رہی ہے، ستر ہزار حورعین کے جھرمٹ میں وہ پل صراط سے گزر کر جا رہی ہیں۔ اس خاتون جنت و خاتون قیامت کی بیٹیاں ہیں سیدہ زینب و سیدہ ام کلثوم اور بیٹے ہیں امام حسن اور امام حسین علیھم السلام۔ جہاں انبیاء کرام علیھم السلام اپنے سر جھکائیں اور فاطمہ سلام اللہ علیھا بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و شان کے مرتبے کا یہ عالم ہے کہ عرش کی گہرائیوں سے ندا دینے والا آواز دے گا کہ اے اہل محشر، اے حاضرینِ محفل! وہ محشر کی محفل ہے کہ جس میں حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کے قیامت تک آنے والے تمام لوگ شامل ہوں گے۔

اہل محشر سے خطاب ہے، اہل محشر سب لوگ ہیں، مقربین بھی، ابرار بھی، نبی بھی، رسول بھی، صحابی بھی، تابعی بھی، صالحین بھی، صدیقین بھی، اولیاء بھی، شہداء بھی۔ اتنی بڑی محفل، اس سے بڑی محفل کا تصور ہی محال ہے، وہاں اس محفل میں آواز دینے والا آواز دے گا کہ اپنے سروں کو جھکاؤ، اپنی نگاہیں نیچی کرلو۔ کون جا رہا ہے؟ کس کی سواری جا رہی ہے؟ فاطمہ سلام اللہ علیھا بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں پورے protocol، عزت، مقام، مرتبے اور احترام کے ساتھ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پل صراط سے گزرتی چلی جائیں گی۔ جنتی عورتوں کی سردار جا رہی ہیں اور یہ صرف سیدہ زہرا پاک ہی کی شان ہے، سبحان اللہ!

آزمائش و ابتلا اور غازیان وفا:

میں سوچتا رہا کہ یا اللہ یہ آزمائش کا سلسلہ تو نے اپنے خاصان پہ کیا کہ جنابِ یوسف علیہ السّلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں پھینکا۔ آزمائش کا ایک سلسلہ تھا، جناب یعقوب علیہ السلام کی ہجر یوسف اور گریہ مسلسل سے بینائی جاتی رہی۔ جنابِ ابراہیم علیہ السلام کو بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا گیا۔ جنابِ ایوب علیہ السّلام شدید بیمار پڑ گئے اور مال مویشی کے گلوں اور باغات کی تلفی، بیٹوں کی یکدم و یکجا موت آزمائش کے سلسلے تھے۔ جناب زکریا علیہ السّلام کو آرے سے چیرا گیا۔ جب تک جناب ابو طالب علیہ السّلام زندہ تھے کفارِ مکّہ کی جرأت نہیں تھی کہ میلی آنکھ سے دیکھیں، جیسے ہی ابو طالب علیہ السلام کی رحلت ہوئی، طائف میں پتھر مارے گئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا۔ میں یہ سوچتا رہا کہ وہ جو وجہ تخلیقِ کائنات ہیں، وہ جو تیرے برگزیدہ

بندے ہیں، ان کو اشقیاء نے کیسے پتھر مارے؟ یہ پتھر وہی نہیں ہیں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہاتھوں میں، مٹھی میں کلمہ پڑھتے رہے۔ یہ درخت وہی نہیں ہیں جو سرکارِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جڑوں سے نکل کے، چل کے آکے، سجدہ ریز ہو کے سلام کر کے واپس جاتے رہے۔ یہ جمادات، نباتات، یہ پتھر سب سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام بجالاتے رہے۔ پتھروں کی کیا مجال کہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھو سکتے، مگر مشیت ایزدی تھی اور سب آزمائش کے سلسلے ہیں۔

میں یہ سوچتا رہا کہ ایسی کون سی چیز ہے جو سب سے زیادہ مجبور اور بے بس تھی۔ پتھروں کے اپنے بس میں تو نہیں تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسم کو اس طرح سے زخمی کریں۔ ان آروں سے پوچھا ہوتا وہ تو مامور تھے قدرت کی طرف سے اس امر پہ کہ جنابِ زکریا علیہ السلام کے جسم پہ چلے ہیں؟ وہ گھوڑے کتنے بے بس ہوں گے جو امام حسین علیہ السلام کی لاش کو پامال کرنے کے لیے ان کے لاشے پر دوڑائے گئے تھے؟ یزیدی لشکر نے امام حسین علیہ السّلام کو شہید کر کے سر کاٹ کے نیزے پہ بلند کیا اور اس پر بھی دل نہیں بھرا تو انہوں نے لاش پہ اس طرح گھوڑے دوڑائے کہ دس گھوڑے ایک طرف سے آتے تھے اپنی ٹاپوں سے پامال کر کے نکل جاتے اور دس گھوڑے دوسری طرف سے آتے تھے اور لاش حسین علیہ السلام کو پامال کرتے ہوئے دوسری طرف نکل جاتے تھے۔ پھر یہی گھوڑے پلٹ کر مخالف سمت سے آتے اور لاش کو پامال کرتے چلے جاتے۔ اور یہ سلسلہ چلتا رہا جب تک کہ لاش مبارک مکمل طور پر پامال نہیں ہوگئی۔ میں سوچتا رہا کہ جنابِ زکریا علیہ السّلام کے جسم پر چلنے والے وہ آرے زیادہ بے بس تھے یا وہ طائف کے پتھر زیادہ مجبور اور بے بس تھے۔ کربلا میں لاشہ حسین علیہ السلام پر دوڑائے جانے والے گھوڑوں کی بے بسی کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ **الا لعنة اللّٰه علی قوم الظالمین۔**

گھوڑے تو دوڑے لاشہ شبیر پر
تاریخ نے یزید کو پامال کر دیا

(نامعلوم)

کرتے تھے آب خنجر و شمشیر سے وضو
شبیر قتل گاہ میں عبادت کے واسطے
روح نبی و روح علی روح فاطمہ
تھی گرد لاش شہ کی حفاظت کے واسطے
رکھو ظفر پہ لطف و عنایت کی تم نظر
شاہا جناب شاہ ولایت کے واسطے

(بہادر شاہ ظفر)

ذکر یار تسکین قلب و روح:

عشق متقاضی ہوا کرتا ہے محبت کا، ذکر کا اور تذکار یار کا۔ یاد یار ہمہ وقت عاشق کے قلب، ذہن، دہن اور روح پر قابض رہتی ہے۔ ذکر یار عبادت ہوتی ہے۔ ذکر یار تسکین کا باعث ہے۔ ذکر یار ہجر میں، وصل کی گھڑیوں سے مستنیر، تصور یار اور لطف آفرینی کا کام کرتا ہے۔ سماعتیں یار کے نغمے، قصیدے، تذکرے سننے کو بے چین رہتی ہیں۔ دہن جنبش لے کر اور لب ہائے عاشق غنچہ سخن ہو کر نام یار کی تسبیح کرتے ہیں۔ یاد یار اور ذکر یار ہی تو عاشق کا سرمایہ اور حاصل زندگی ہے۔ پھر کیا عجب، جب ہم زہرا پاک کے قصیدے پڑھتے ہیں۔ ان کے پاک نام کو سن کر جھوم جھوم جاتے ہیں۔

زہرا کی بات ہو، کوئی زہرا کے بچوں اور بچیوں کے نغمے سنائے، زمزمہ خوان ہو سارا جگ اور ہم زہرا کے گھرانے کا ذکر سنیں۔ زہرا کے شوہر، مولا علی، شیر جلی کی بات ہو، زہرا کے بابا، محبوب خدا، حبیب خدا کی نعتیں ہوں۔ کوئل کی میٹھی بولی ہو، بلبل کی شیریں دہنی ہو، سر، سرور، مستی، لطف آوری و لطف آفرینی و لطف اندوزی، سرشاری و جام آوری ہو۔ فضا مست ہو، روح حالت دھمال میں ہو، رقص چمن ہو۔ مرغ بسمل کو قرار مل جائے، عاشق کی روح کو پرواز مل جائے، محبت کا کمال مل جائے گویا بات بن جائے۔

ہر آن، ہر لحظہ، ہر پل، ہر گھڑی، ہر ساعت، ہر لمحہ، ہر دقیقہ ان کی یاد اور ان کے ذکر سے منور رہے۔ زہرا کے گھرانے کا جو نمک خوار ہے، اس پر عشق کی مستی شامل حال ہے۔ بس ان کا ذکر، زہرا پاک کا ذکر، زہرا پاک کے بچوں بچیوں کا ذکر، زہرا کے شوہر کا ذکر، زہرا پاک کے بابا کا ذکر، آل عبا کا ذکر، اہل کساء کا ذکر، چادر تطہیر کا ذکر، پنجتن پاک کا ذکر۔ بس یہی تقاضہ ہے ہمارا۔ برا نہ مانیے کہ ہمیں کوئی اور ذکر بہلاتا ہی نہیں، روح میں سماتا ہی نہیں، دل کو قرار آتا ہی نہیں۔ عاشقوں کی اپنی دنیا، عشق میں کیسی دنیا داری، چاہت میں کیسی مجبوری۔ عشق کی اپنی منزل، عشق کا اپنا سفر۔ کوئے عشق کی خوشبو سے لبریز لوح درد کی تحریر فقط عشاق جان سکتے ہیں۔ سلام پاک گھرانے کو، معاف کیجیئو دیوانے کو۔ سلام اس پاک گھرانے کی عظمتوں کو، علیہم السلام۔

آل عبا، اہل کساء، پنجتن پاک:

یہ آل عبا جنت کے سردار ہیں۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بابا کو اللہ تعالیٰ نے خلق کیا تو جنت بنی، نبی بنے، آسمان بنے، زمین بنی، ہر چیز بنی۔ وجہ تخلیقِ کائنات کہتے ہیں انھیں صاحبِ لولاک کہتے ہیں۔ **لولاک لما خلقت الافلاک**، اے حبیب، میں آپ کو نہ بناتا تو کائنات ہی نہ بناتا، حدیث قدسی ہے۔ ان کے صدقے میں ہی تو بنی ہے ساری کائنات، رب العالمین خالق ہے تو اسی خالق نے ان کو سرداری عطا کی ہے۔

محمد گُل است و علی بُوئے گُل
بود فاطمہ اندر آں برگِ گُل

چُو عِطرش بر آمد حُسین و حسن
معطّر شُد از وے زمین و زمن

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پُھول ہیں اور علی علیہ السّلام اس پُھول کی خوشبو، فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیھا اس پُھول کی پتی ہیں،
حسین وحسن علیھما السّلام بمثلِ عِطر ہیں، انہی کی برکت وخوشبو سے زمین اور زماں معطّر ہوئے ہیں

علی و فاطمہ وحسن وحسین علیھم السلام سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے جدا تو نہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **فاطمه بضعة منى**، فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے، **الحسين منى و انا من الحسين**، حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، **الحسن منى و انا من الحسن**، حسن مجھ سے ہے اور میں حسن سے ہوں، **اناعلى منى و انا منه**، بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ کیا مولا علی علیہ السّلام **نفسِ رسول** نہیں ہیں قرآن کی آیت مباہلہ کی رو سے؟ نفسِ رسول کا معنی کیا ہے؟ محمد وعلی علیھما السلام کا نور ایک ہے، جسم دو جان ایک ہے، نسب ایک ہے، دادا ایک ہے، خاندان ایک ہے، ایک درخت، ایک شجر اور ایک شجرہ سے ہیں۔ **انا و على من نور واحد، انا و على من جسد واحد، انا و على من شجر واحد**، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کچھ فرق نہیں مابین پیا۔

میان خالق و مخلوق خط نور احمدؐ
محمدؐ خود جسے قرآن فرما دیں وہ قرآن
علیؑ وہ جن کے چہرے پر نظر کرنا عبادت
نبیؐ جن کے لیے تعظیم کو اٹھیں وہ زہراؑ
جوانان جناں کے سید و سردار حسنینؑ
شجاعت صبر کے پیکر میں ڈھل جائے تو زینبؑ
وفا امکان سے آگے نکل جائے تو عباسؑ

(افتخار عارف)

سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا، **سيدة النساء العالمين، سيدة النساء المومنين، سيدة النساء هذه الامه، سيدة النساء اهل الجنه**، عالمین کی عورتوں کی سردار، مومنین کی عورتوں کی سردار، اس امت کی عورتوں کی سردار، جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ مولا علی علیہ السلام، **قسيم النار و الجنه**، جنت دوزخ تقسیم کرنے والے ہیں، حسن وحسین علیھما السلام، **سيدا شباب اهل الجنه**، جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، **سيد الانبياء و سيد ولد آدم**، سب انبیاء اور آدم اور ان کی اولاد کے سردار ہیں۔

مولا علی علیہ السلام علمدار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے تو قیامت کے دن لوائے حمد یعنی حمد کا جھنڈا اٹھانے والے ہیں

اور حوضِ کوثر سے جام تقسیم کرنے والے ہیں۔ یہ نہرِ فرات پہ پانی روکنا، یہ اور معاملے ہیں یہ آزمائش کے سلسلے ہیں۔ پانی کی کیا مجال کہ کربلا میں کوئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر پانی روک سکتا؟ کوثر و سلسبیل اور جنت کی نہروں تک رسائی ہے ان کی، فرات کیا چیز ہے؟ جنت کی سرداری تو ہے ہی آلِ عبا کے پاس ہے۔

شباہت و وجاہت بنی ہاشم:

کچھ نسبتیں جنابِ سیدہ فاطمۃ الزہرا، حسنین کریمین اور مولا علی علیھم السلام کی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں جو صرف انہی کا اختصاص ہے۔ مثلاً سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیھا گفتار، کردار، نشست و برخاست، اٹھنے بیٹھنے اور شکل وشباہت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل مشابہ ہیں۔ اسی طرح امام حسنؑ سر سے سینے تک اور امام حسینؑ سینے سے پاؤں تک سرکارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں۔ امام حسینؑ سر سے سینہ تک اور امام حسنؑ سینے سے پاؤں تک مولا علیؑ کے مشابہ ہیں۔ کیا خوبصورت نسبتیں ہیں۔ اسی لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تڑپاتی تو وہ کاشانہ فاطمہ کی طرف دوڑے چلے آتے اور حسنین علیھما السلام کو دیکھ کر اپنی پیاس بجھاتے۔ سلام ہو ایسی پاک اور خاص نسبتیں رکھنے والوں پر۔

مولا علی علیہ السلام وجہ اللہ ہیں، کرم اللہ ہیں، کرم اللہ وجہہ ہیں، ان کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے، بنی ہاشم کے جوان بہت وجیہہ تھے۔ کوئی جناب عبدالمطلب کی شبیہ تھا تو کوئی جناب ہاشم کی، کسی میں جناب عبداللہ کی شباہت تھی تو کسی میں جناب ابوطالب کی، کوئی جناب حمزہ پہ گیا تھا تو کوئی جناب جعفر طیار پر، کسی میں مصطفیٰ کا عکس نمایاں تھا تو کسی میں مرتضیٰ کا، علیھم السلام۔ صرف رخ پہ صباحت اور شکل وشباہت ہی نہیں، دیگر اوصاف و کمالات سے بھی بنی ہاشم کا ہر جوان مالا مال تھا۔ سب وحیدِ عصر تھے، حق آگاہ تھے، جری تھے، جرار تھے، دیں پناہ تھے، شجیع تھے، وجیہہ تھے، گلبدن تھے، خوش جمال تھے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل وتعلیمات کے حامل، شیرِ خدا کی شجاعت و دبدبے کے وارث، صولتِ جعفر کا عکس، حمزہ کی قوتِ بازو سے آراستہ، ابوطالب کی وفا کے قرین، عبدالمطلب کے عزم کے امین، ہاشم کی سخاوت سے مستنیر، آباء واجداد کی طرح روشن جبین، عابد وزاہد وخطیب، ملنسار وغمگسار و متین، ایک ایک آبروعرب، ایک ایک فخرِ روزگار۔

اسی طرح شہزادہ علی اکبر کو ہمشکلِ پیغمبر وشبیہ مصطفیٰ کہا جاتا ہے، عباس علمدار قمر بنی ہاشم کہلائے ہیں، سفیرِ حسین و شہیدِ کوفہ، مسلم بن عقیل بھی رسول پاک سے بہت مشابہ تھے، علیھم السلام۔ ابن حجر عسقلانی نے صحیح بخاری کی شرح میں بھی بیان کیا ہے اور بہت سے افراد نے حضرت مسلم بن عقیل علیھما السلام سے روایات نقل کی ہیں۔

بنی ہاشم کا ہر چھوٹا بڑا تھا ثانی یوسف
وہاں قمر بنی ہاشم جو کہلایا وہ کیا ہو گا

مباہلہ دلیل صداقت زہراوآل عبا:

مباہلہ دلیل صداقت آل عبا ہے۔ جو زہرا پاک کے در کا ادب نہ کر سکا، اس کا کوئی ادب نہیں ہے، اس کے گلے میں لعنت کا طوق ہے، تا قیامت۔ مباہلہ سے یہ بات عیاں ہے کہ سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات کی طرف خطا کی نسبت کرنے والا کائنات کا بدترین جھوٹا ہے اور اس پر اللہ کی لعنت ہے الیٰ یوم الدِّین اور یہ نص قطعی ہے۔ مباہلہ ۱۰ ویں ہجری میں تاریخ اسلامی کا سب سے اہم واقعہ ہے اس لحاظ سے بھی کہ ۷ ہجری میں خیبر فتح ہو چکا تھا اور یہودیوں کا قلع قمع ہو چکا تھا، ۸ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا۔ قریش مکہ مغلوب ہو گئے، اس کے بعد حنین کا معرکہ اور طائف کے معرکے ہوئے، تو جزیرۃ العرب میں یہودیوں سے، قریش مکہ اور دیگر دشمنان اسلام سے اسلام پر جو خطرہ تھا، وہ ٹل چکا تھا۔

۱۰ ہجری میں عیسائیت کا نجران سے ۶۰ رکنی وفد مدینہ آتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناظرہ کرتا ہے، تین دن مسجد نبوی میں ٹھہرتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے پر بضد ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہ آل عمران کی آیات تلاوت فرماتے ہیں، اور ان کے مؤقف کا رد کرتے ہیں۔ وہ کسی طور پر ماننے کو تیار نہیں تو رب ذوالجلال کو جلال آتا ہے اور آیت مباہلہ سورہ آل عمران کی ۶۱ نمبر آیت اترتی ہے۔

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ ۢبَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ

ترجمہ: پس جو (کوئی) تیرے ساتھ جھگڑا کرے اس (بات) میں بعد اس کے (کہ) آجائے تیرے پاس علم تو (اے حبیبؐ) کہہ دیجیے، آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو، پھر مباہلہ (عاجزی سے دعا) کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

مباہلہ میں آل عبا، اہل کساء آتے ہیں، چادر تطہیر والے آتے ہیں، فاطمہؑ ہیں، فاطمہؑ کے بابا ہیں، فاطمہؑ کے شوہر ہیں، فاطمہؑ کے بیٹے ہیں۔ عیسائی مغلوب ہوتے ہیں، معافی مانگتے ہیں، جزیہ دینے کی شرط پر صلح کرتے ہیں۔ پنجتن پاک کی شان آشکار ہوتی ہے، قرآن کی آیت ہے، نص قطعی ہے، پھر بھی اگر کوئی نہ مانے تو اس کی مرضی۔ مباہلہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی دوسری کتاب ''کارزار عشق'' میں تحریر کیا ہے۔

ذریت فاطمہؑ ذریت رسولؐ ہے:

مسجد نبوی ہے، مدینہ شریف ہے، سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلو میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین تشریف فرما ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جناب عباس بن عبد المطلب علیھما السلام تشریف فرما ہیں کہ اتنے میں مولا علی حیدر کرار علیہ السلام مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ

سے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، آگے بڑھتے ہیں، مولا علی علیہ السلام کو گلے سے لگاتے ہیں، آپ کے ماتھے پہ بوسہ دیتے ہیں اور آپ کو اپنی دائیں جانب بٹھا لیتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنھم کے مجمع پر حیرت طاری ہوتی ہے کہ آج حیدرِ کرار کو ایک عجیب و غریب پروٹوکول دیا جا رہا ہے۔

علامہ ابنِ حجر مکی شافعی اپنی مشہور ترین کتاب الصواعق المحرقہ میں یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ جنابِ عباس بن عبد المطلب علیھما السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ! علی علیہ السلام کے لیے آپ کا ایسا رویہ اور ایسا برتاؤ؟ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے ہیں کہ میں علی علیہ السلام سے اتنا پیار نہیں کرتا جتنا میرا اللہ علی علیہ السلام سے پیار کرتا ہے اور اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کی اپنی پشت میں رکھی ہے سوائے میری ذریت کے، اللہ تعالیٰ نے ذریتِ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلبِ علی علیہ السلام میں رکھی ہے۔ جو فاطمہ علیھا السلام و علی علیہ السلام کی اولاد ہو گی وہ مجھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہو گی۔ اسی لیے جو حسن کی اولاد ہے، جو حسین کی اولاد ہے، جو فاطمہ اور علی کی اولاد ہے وہ نبی پاک کی اولاد ہے۔ اولادِ فاطمہ اولادِ رسول ہے، یہی آلِ محمد ہیں یہی آلِ احمد مجتبےٰ ہے، علیھم السلام۔

علی جیسا شجیع تاریخ نے دیکھا نہیں:

مولا علی علیہ السلام کی ذاتِ والا صفات کی بہت سی جہات ہیں اور ہر جہت کو سمیٹنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ محدثین نے اعتراف کیا ہے کہ جب ہم علی علیہ السلام کے فضائل لکھنے پہ آ جائیں تو ہمارے قلم بے بس ہو جاتے ہیں، ہم ان کے فضائل کو احاطہ تحریر میں نہیں لا سکتے۔ تاریخ میں کوئی ایسا مرد ملے گا، علی علیہ السلام کے سوا کہ جو میدان میں آیا ہو اور اپنے مدمقابل کو خاک نہ چٹا دی ہو۔ عمرو بن عبدود ہو، مرحب ہو، عنتر ہو، حارث ہو یا عرب کا کوئی بھی بہادر۔ تاریخ آپ کے سامنے ہے، کتب ریزی کیجیے اور جب تلاش کر کے عاجز آ جائیں تو شبِ ہجرت بسترِ رسول پہ لیٹنا دیکھ لیں، بدر کو اٹھا کر دیکھ لیں، احد کو دیکھ لیں، خندق کو دیکھ لیں، خیبر کو دیکھ لیں، حنین کو دیکھ لیں، جمل دیکھ لیں، صفین دیکھ لیں، نہروان دیکھ لیں۔ نہیں ملے گا کوئی مردِ میدان علی علیہ السلام کے جیسا۔

مرحب کا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا
پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اتار کے

(قمر جلالوی)

بدر کی جنگ اسلام کا پہلا غزوہ ہے۔ مکہ میں جدوجہد کا دور تھا، مصائب و آلام کا دور تھا۔ اسلام کی تبلیغ اور ترویج کا دور تھا۔ اسلام کے پیغام کے اعلان کا دور تھا۔ کفار کی ریشہ دوانیوں کا دور تھا۔ وہیں شعبِ ابی طالب میں تین سال کا محاصرہ بھی تھا۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ چھوڑا، مدینہ آئے تو ہجرت کے بعد جو پہلی جنگ ہوئی اسے غزوہ بدر کہا گیا۔ جہاں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی، کفار کی تعداد ایک ہزار تھی۔ لشکرِ اسلام کے پاس ایک گھوڑا تھا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا، باقی زیادہ تر نہتے اور پیادہ

تھے۔دشمن کی تعداد ایک ہزار تھی اور ان کے پاس گھوڑے بھی تھے،تلواریں بھی تھیں، ہر طرح کے آلات حرب و ساز و سامان سے لیس تھے۔

اگر آپ سیرت اور تاریخ کی کتب اٹھا کر دیکھیے تو بدر میں کفار کے مقتولین کی تعداد ۷۰ ہے۔۳۱۳ نفوس پر مشتمل لشکر اسلام نے ۷۰ کافر مارے۔۷۰ مقتولین کفار میں سے ۳۵ کافر صرف مولا علی علیہ السلام نے اکیلے مارے۔باقی ۳۱۲ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کوئی معمولی صحابہ نہیں تھے۔بہت بڑے بڑے نام ہیں۔عمار بن یاسر ہیں، ابوبکر صدیق ہیں، عمر فاروق ہیں، سعد بن عبادہ ہیں، سعد بن معاذ ہیں، سعد بن ابی وقاص ہیں، طلحہ ہیں، زبیر ہیں، حمزہ ہیں، عبیدہ بن الحارث ہیں وغیرھم، رضی اللہ عنھم۔ بدری اصحاب کا ذکر قرآن میں اللہ نے کیا ہے، اللہ نے قرآن میں تعریف کی ہے، ایک ایک صحابی نابغۂ روزگار ہستی ہے۔

اگر کسی کو اچھی ریاضی آتی ہو اور مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کے حساب سے دیکھیں تو یہ تناسب ۱:۳۱۲ بنتا ہے یعنی ۳۱۲ گنا۔ایک بندہ اکیلا ۳۵ کافر مارتا ہے۔۳۱۲ مل کر ۳۵ کافر مارتے ہیں اگر چہ اس میں بھی کچھ روایات ایسی ہیں کہ ان ۳۵ کے علاوہ بھی دس پندرہ کفار کو حمزہ اور علی علیہما السلام نے مل کر واصل جہنم کیا۔ان کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔۳۱۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم مل کر ۳۵ مار رہے ہیں اور مولا علی علیہ السلام اکیلے ۳۵ کو دار البوار بھیج رہے ہیں۔یہ اکیلے علی علیہ السلام کا ۳۱۲ کے ساتھ تناسبِ مقتولین کفار ہے۔اگر کسی دوسرے اکیلے کا مولا علی علیہ السلام کے ساتھ تناسب دیکھا جائے گا تو نجانے ریاضی کا کونسا فارمولا کارآمد ہوگا؟ اکیلا علی جو یداللہ یعنی خدا کا ہاتھ ہے کتنے ہاتھوں پر بھاری ہے۔شبر و شبیر علیہما السلام کے بابا مولا علی علیہ السلام اشجع الاشجعین، شاہِ مرداں، شہ لافتیٰ، مَردوں کے شاہ، مردِ میدان ہیں۔احد میں لافتیٰ الا علی، کوئی جوان نہیں مگر علی، کا نعرہ رضوان جنت کا تھا۔خندق میں علی کی ایک ضرب کو ثقلین یعنی جن و انس کی عبادت سے افضل کہا گیا۔خیبر میں رجل کہا گیا، علم عطا ہوا اور مولا علی علیہ السلام کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔

عباس علمدار، سقائے آل زہرا:

حضرت غازی عباس علمدار علیہ السلام کی عمر مبارک کربلا میں ۳۴ سال تھی۔عباس علمدار فاطمہ کلابیہ المعروف ام البنین کے بطن سے مولا علی علیہ السلام کے بیٹے تھے۔کربلا ۶۱ ہجری میں وقوع پذیر ہوئی اور آپ عملدار لشکر حسینی تھے۔حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی ولادت دور عثمانی کے اوائل میں ہوئی۔عباس علمدار علیہ السلام کی گھٹی میں شجاعت، فصاحت و بلاغت، تقویٰ و زہد، علم و حکمت، وجاہت و سخاوت بدرجہ اتم شامل تھی۔کمسنی سے ہی شیر خدا کی تربیت سے لیس شجاعت کے جوہر دکھاتے چلے آ رہے تھے۔مولا علی علیہ السلام کے دور خلافت میں عباس علمدار نوخیز تھے، ۱۴ سال کی عمر میں صفین کی جنگ میں عباس علمدار علیہ السلام کی بہادری کے جوہر لوگ دیکھ چکے تھے اور بڑے بڑے ناموروں کے دانت کھٹے کر چکے تھے۔

عباس علمدار علیہ السلام ۱۰ سال زیر سایہ و تربیت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام رہے اور اتنا ہی عرصہ زیر سایہ امامت مولا حسین علیہ السلام رہے۔یوں تو شروع سے ہی مولا حسین علیہ السلام سے خاص لگاؤ تھا اور کبھی امام حسین علیہ السلام کو بھائی کہہ کر

مخاطب نہیں کیا، ہمیشہ آقا و مولا ہی کہا اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو آقا زادی۔ اس میں گھٹی کے اثر کے ساتھ ساتھ آپ کی والدہ ام البنین علیہا السلام کا بھی خاص دخل تھا۔ جس طرح مولا علی علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناصر کے طور پر سائے کی طرح ساتھ ساتھ رہے بعینہٖ غازی عباس مولا حسین علیہ السلام کے ناصر کے طور پر صف اول میں رہے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رستم کا جگر زیر کفن کانپ رہا ہے
ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے
سب ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

(مرزا سلامت علی دبیر)

عباس علمدار علیہ السلام شیر خدا کے شیر ہیں اور ان کی بہادری کے ڈنکے چار سو بج چکے تھے۔ دشمن کے دانت کھٹے کرنا خوب جانتے تھے اور لوگوں پر ان کا خوف اور رعب طاری رہا کرتا تھا۔ مولا علی علیہ السلام کے سب بیٹے اپنے باپ کے اوصاف و خصائل کے وارث تھے جیسا کہ محمد بن حنفیہ کا شہرہ پورے عرب میں تھا اور جمل اور صفین کی جنگوں میں ان کی بہادری اور کارناموں سے دشمنوں پر لرزہ طاری رہتا تھا۔ حسن اور حسین تو وارث علی و نبی بھی تھے اور بتول زادے بھی، علیہم السلام، ان کی شجاعت و کمالات تو بے مثال تھے۔

درِ زہرا کی چاکری اور سلمان فارسی:

جن کے بارے میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت چار لوگوں کی مشتاق ہے، ان میں سے ایک سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکماً اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کی عمر مبارک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے طویل تھی۔ کتب تواریخ و سئیر میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ۲۵۰ سال یا اس سے زیادہ بیان ہوئی ہے۔

حقیقت کے کھوجی سلمان، اصفہان سے شام، روم، مدائن اور مختلف علاقوں کی خاک چھانتے ہوئے مختلف مذاہب کو دیکھتے پرکھتے ہوئے بالآخر مدینہ شریف آ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر مشرف با اسلام ہوئے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فقیر منش اور درویش صفت انسان تھے اور حق کی تلاش میں مدتوں سرگرداں رہے اور بالآخر گوہر مراد پا لیا۔ مولا علی علیہ السلام سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو حکیم لقمان کہہ کر یاد کرتے تھے۔ غزوہ

احزاب میں خندق کی کھدائی کا مشورہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ہی دیا تھا اور جہاد میں بکثرت حصہ لیا۔ زہیر ابن قین کو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ہی کربلا کے بارے میں آگاہ کیا تھا اور نصرت امام حسین علیہ السلام کی تلقین کی تھی۔

روایات بتاتی ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے درِ زہرا سلام اللہ علیہا کی چاکری کی ہے جیسے قنبر نے مولا علی علیہ السلام کی اور میمونہ المعروف فضہ نے کاشانہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھریلو امور میں خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات بتاتی ہیں کہ کاشانہ زہرا سلام اللہ علیہا کے باہر خاکساری و انکساری و جانثاری و غلامی کے جذبے سے لیس اس ادھیڑ عمری کے باوجود سیدہ پاک کے حکم کی تعمیل اور خدمت گزاری کے لیے مستعد و منتظر رہتے تھے۔ چنانچہ چادر زہرا سلام اللہ علیہا کا شمعون یہودی کے ہاں گروی رکھوا کر سائل کے لیے اناج و دانہ لانا مشہور واقعہ ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو دنیا دیکھ چکے تھے، سارے مذاہب کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے کے بعد، خاک در خاک چھاننے کے بعد اور سب کچھ جاننے کے بعد درِ زہرا کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا اپنے لیے باعث اعزاز گردانتے تھے۔ کیا نصیب ہیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے، گویا شاہی میسر تھی درِ زہرا کی چاکری کی صورت۔

قربان آپ پر اے سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا، سادات کا بچہ بچہ قربان، سادات سے وفا کرنے والے اور ان کے گھرانے قربان، ہر مومن اور ان کی نسلیں قربان، کاشانہ زہرا کے گداگر و سوالی قربان۔ اے سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا، آپ پر، آپ کے بابا جان پر، آپ کے بیٹوں پر، آپ کی شہزادی پر، آپ کی شہزادیوں پر، آپ کے شوہر پر، آپ کی نسل پر، آپ کے غلاموں پر، آپ کے خاندان پر، قربان، صدقے، فدا، سلام

پڑا ہوں در پہ تیرے مثلِ کاہ یا زہراؑ:

پڑا ہوں در پہ تیرے مثلِ کاہ یا زہراؑ
ملے فقیر کو خیراتِ جاہ یا زہراؑ
ہیں مرتضیٰؑ تیرے شوہر، تو مصطفیٰ ؐ بابا
زہے یہ اوج و شرف، عزّ و جاہ یا زہراؑ
ملے جو اسکی اجازت مجھے شریعت سے
تو تیرا در ہو میری سجدہ گاہ یا زہراؑ
خدا کو میں نے سدا لا شریک جانا ہے
خدا کے سامنے رہنا گواہ یا زہراؑ

تو بادشاہِ دو عالمؐ کی ایک شہزادی
میں اک غریب تیری گرد راہ یا زہراؑ
اجڑ چکا ہوں غم زندگی کے ہاتھوں سے
کھڑا ہوں در پہ بحالِ تباہ یا زہراؑ
ہوں معصیت کی سیاہی ملے ہوئے منھ پر
کسے دکھاؤں یہ روئے سیاہ یا زہراؑ
میں گو بُرا ہوں مگر تیرا وہ گھرانہ ہے
کیا بُروں سے بھی جس نے نباہ یا زہراؑ

ہیں جن کے نور سے امت کے روز و شب روشن
حسنؓ حسینؓ تیرے مہر و ماہ یا زھراؓ

تیرے حسینؓ کا کردار دیکھ کر اب تک
پکارتے ہیں ملک واہ واہ یا زھراؓ

درود تجھ پہ ہو مصداقِ بضعۃ منی
سلام تجھ پہ ہو گیتی پناہ یا زھراؓ

ہیں تیری آل سے پیرانِ پیر محی الدینؒ
جو اولیاء کے ہوئے سربراہ یا زھراؓ

بھروں تو کیسے بھروں دم تیری غلامی کا
بہت بڑی ہے تیری بارگاہ یا زھراؓ

کہاں تو ایک نجیبہ عفیفہ پاک نظر
کہاں میں ایک اسیرِ گناہ یا زھراؓ

بھری ہیں در سے ہزاروں نے جھولیاں اپنی
میری طرف بھی کرم کی نگاہ یا زھراؓ

قدم بہ کلبۂ ما گر نہی زِ رُوئے کرم
کنیم دیدہ و دل فرش راہ یا زَھراؓ

فتادہ ایم بہ اُمیدِ یک نظر بہ دَرت
بحالِ غم نم زدگاں کن نگاہ یا زھراؓ

نہ پھیر آج مجھے اپنے در سے تو خالی
کہ تیرے بابا ہیں شاہوں کے شاہ ؐ یا زھراؓ

جیوں تو لے کے جیوں تیری دولتِ نسبت
مروں تو لے کے مروں تیری چاہ یا زھراؓ

بروز حشر نہ پرساں ہو جب کوئی اس کا
ملے نصیر کو تیری پناہ یا زھراؓ

(پیر نصیر الدین نصیر)

علی ابن ابی طالب علیھما السلام:

مولا علی علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ انسان کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔آپ مظہر العجائب والغرائب ہیں۔ آپ کے محبین اولیاء بنے اور مبغضین اشقیاء ٹھہرے۔آپ کے دشمنوں کی بہتات کہ جہنم بھی جنت سے بڑا حجم میں۔مولا علی علیہ السلام کے فضائل کا ادراک ممکن نہیں۔جس کے بارے میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادیں کہ مولا علی علیہ السلام کے فضائل ومناقب کا ادراک ممکن نہیں اور محدثین نے اس بات پر تصریح فرمادی کہ علی علیہ السلام کے مناقب وفضائل احاطہ تحریر میں نہیں لائے جاسکتے۔امام زہری نے فرمایا: خدا کی قسم! حضرت علی علیہ السلام کے اتنے فضائل میرے پاس محفوظ ہیں کہ اگر میں انھیں بیان کروں تو مجھے قتل کردیا جائے۔جب بھی مولا علی علیہ السلام کسی طرف روانہ ہوتے تھے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کرتے کہ یا اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ میں علی علیہ السلام کو واپس دوبارہ نہ دیکھ لوں۔

ہادی علی رفیق علی رہنما علی
یاور علی ممدّ علی آشنا علی
مرشد علی کفیل علی پیشوا علی
مقصد علی مراد علی مدعا علی

جو کچھ کہو سو اپنے تو ہاں مرتضےٰ علی

(مخمس در مدح علیؑ از میر تقی میر)

مسلکوں کے قیدی، دشمنی یا لاعلمی :

اس علی پاک کی شان کون بیان کرے اور کیسے کرے، جس کی اولاد اور نسلیں کٹ جائیں اسلام کے لیے؟ مولا علی علیہ السلام کے ساتھ جنھوں نے دشمنی کی اس کی بنیاد کیا ہے؟ مولا علی علیہ السلام نے ہزار ہا دشمنان اسلام کو تہہ تیغ کیا۔ یہ علی علیہ السلام سے دشمنی تھی اور ہے۔ مولا علی علیہ السلام کا کوئی ذاتی اختلاف یا مخالفت نہ تھی کسی سے۔ وہ تو بے ستر (طلحہ بن ابی طلحہ کو احد میں و دیگر) کو تلوار کی زد میں آیا ہوا چھوڑ دیتے تھے۔ عمرو بن عبدود کی گردن پر رکھا خنجر ہٹا لیتے ہیں جب وہ آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیتا ہے۔ مولا علی علیہ السلام کی اولاد کو نشانہ بنایا گیا، نسل در نسل ہزار ہا نفوس سادات کو شہید کیا گیا۔ کتنی دہائیاں علی اور آل علی کو منابر سے مساجد میں نماز میں جمعہ وعیدین کے خطبوں میں گالیاں دی جاتی رہیں، کیوں؟ اسلام کی وجہ سے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی وجہ سے۔ کربلا نام ہے بغض ولایت علی کا۔ تدبر کرے کوئی تو ناں، سمجھ آئے جب کسی پر باب کرم وا ہو تب ناں۔ لکیر کے فقیر بنے لوگ، مسلکوں کے قیدی اور فرقہ واریت کے پروردہ لوگ یہ حقائق سمجھنے سے عاری ہیں۔

عنتر کو نار خشم نے اس کی جلا دیا
اژدر کو چیر ایک ہی دم میں کھپا دیا
خورشید کو نکال دوبارہ دکھا دیا
ہنگامہ کفر و شرک کا آکر مٹا دیا
تھا جانشین ختم رسلؐ کا بجا علی

(مخمس در مدح علیؑ از میر تقی میر)

مولا علی علیہ السلام سے موازنہ وتقابل:

آل عبا واہل کساء وپنجتن پاک کا موازنہ کسی دوسرے سے کرنا اور ان پاک نفوس اور ان کے ذکر کو پس پشت ڈالنا جہالت وحماقت سے زیادہ ایمان کی کجی ظاہر کرتا ہے۔ مولا علی نفس رسول ہیں، سیدہ زہراء بضعۃ الرسول ہیں۔ سیدنا حسن ابن رسول اور سیدنا حسین ابن رسول ہیں، علیھم السلام۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین ہمارے سروں کا تاج ہیں اور صحابہ کرام کے سروں کا تاج پنجتن پاک ہیں۔ افضلیت اور موازنہ وتقابل کیسا؟ گھر والوں اور در والوں کا فرق نمایاں ہے۔ خاک پائے پنجتن پاک ایمان والوں کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل بیت میں تلاش کرو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے حسن علیہ السلام اللہ نے آپ کی برکت سے ہمارے سروں کے بال اگائے ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حسین پاک کی رکاب کو تھامنا اپنے لیے شرف سمجھتے تھے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے رومال سے حسین پاک کے جوتوں پر لگی گرد صاف کرتے نظر آتے ہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ در زہرا سلام اللہ علیہا کے جاروب کش ہیں۔ بلال، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، مقداد بن الاسود، خزیمہ بن ثابت انصاری، حذیفہ بن یمان، ابوایوب انصاری، حجر بن عدی، عدی بن حاتم، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص، قیس بن سعد بن عبادہ، قنبر، میثم تمار، حسن بصری، کمیل بن زیاد، اویس قرنی و دیگر صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی در کے خوشہ چین رہے ہیں۔

کہہ گئے صرف علیؑ ' فُزتُ وَ رَبِّ الکَعبَہ '
ورنہ اِنسَان ' لَفِیْ خُسر ' سے آگے نہ گیا

(نامعلوم)

مولا علی علیہ السلام سے کسی کا کیا تقابل و موازنہ؟ مولا علیہ علیہ السلام لحمک لحمی جسمک جسمی دمک دمی، تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا جسم میرا جسم، تیرا خون میرا خون کا مصداق ہیں۔ مولا علی علیہ السلام کی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے اولاد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہے۔ اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کی اپنی صلب میں رکھی ہے مگر میری ذریت صلب علی ابن ابی طالب میں رکھی ہے، حدیث پاک ہے۔ مولا علی علیہ السلام دنیا و آخرت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ہیں۔ انا و علی من نور واحد، میں اور علی ایک نور سے ہیں، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ انا و علی من نفس واحد، انا و علی من جسد واحد، میں اور علی ایک جان سے ہیں، فرمان رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ انا و علی من شجر واحد۔ میں اور علی ایک درخت سے (ایک شجرے) سے ہیں، قول رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

نور یقیں علی سے ہمیں اقتباس ہے
ایمان کی علی کی ولا پر اساس ہے
یوم التناد میں بھی علی ہی کی آس ہے
بے گاہ و گاہ ناد علی اپنے پاس ہے
قبلہ علی امام علی مقتدا علی

(مخمس در مدح علیؑ از میر تقی میر)

محمد و علی علیہما السلام دونوں عبدالمطلب علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب، میں جھوٹا نبی نہیں میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نعرہ ہے۔ انا علی وابن عبدالمطلب، میں علی ہوں اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں، علی پاک کا رجز کارزار ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری، سب سے پہلے اللہ نے میرا نور خلق کیا، اور پھر اس نور سے کائنات کی ہر شے خلق ہوئی، حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما السلام اور پنجتن پاک کا نور تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی

کئی ہزار سال قبل اللہ کے حضور رکوع وسجود میں ایک ساتھ تھا۔ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل نور محمد ونور علی علیہما السلام موجود تھا تو افضلیت کی بحث کیسی؟ علی مولا کے ساتھ کسی کا مفاضلہ کیسا؟ ملا علی قاری نے تفضیل کے قضیے کو خوب نمٹایا ہے۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساء حسین و حسن مصطفیٰ علی

(بیدم شاہ وارثی)

القابات علی ابن ابی طالب علیہما السلام:

کون علی؟

زوج بتول علی، داماد رسول علی، وزیر رسول علی، اخی الرسول علی، نائب رسول علی، پروردہ رسول علی
ابن عم رسول علی، نفس رسول علی، وصی رسول علی، خلیفۃ الرسول علی، علمدار رسول علی، ناصر رسول علی

کون علی؟

اسد اللہ علی، کرم اللہ علی، وجہ اللہ علی، عین اللہ علی، لسان اللہ علی،
نور اللہ علی، ولی اللہ علی، نقطہ بائے بسم اللہ علی

کون علی؟

ابوالحسن علی، ابوالحسین علی، ابوالحسنین علی، ابوالریحانتین علی،
ابوالسبطین علی، ابوزینب علی، ابوتراب علی

کون علی؟

یعسوب المسلمین علی، قائد غرالمحجلین علی، اول المسلمین علی، اول المومنین علی،
اول المصلین علی، امام المتقین علی، امیر المومنین علی، اشجع الاشجعین علی

کون علی؟

دابۃ الجنہ علی، قسیم النار والجنہ علی، امام الانس والجنہ علی، خیر البریہ علی،
سید الدنیا والآخرہ علی، صدیق اکبر علی، فاروق اعظم علی، راکب دوش نبی علی

کون علی؟

باب مدینۃ العلم علی، باب مدینۃ الفقہ علی،
باب دار الحکمہ علی، باب الحطہ علی

کون علی؟

اسداللہ الغالب علی، غالب علیٰ کل غالب علی، امام المشارق والمغارب علی،
مظہر العجائب والغرائب علی، مولائے کائنات علی

کون علی؟

جس کی محبت عبادت وہ علی، جس کا ذکر عبادت وہ علی،
جس کی طرف دیکھنا عبادت وہ علی، جس کا چہرہ دیکھنا عبادت وہ علی

کون علی؟

نجیب الطرفین ہاشمی علی، ابوطالب کا بیٹا علی،
عبدالمطلب کا پوتا علی

کون علی؟

حق و باطل کی پہچان علی، مومن منافق کی پہچان علی، مع القرآن علی،
حق کا ترجمان علی، شیر یزدان علی، ولیوں کا سلطان علی

کون علی؟

مولود کعبہ علی، شہید کوفہ علی، حیدر علی، صفدر علی، کرار علی، غیر فرار علی، قائد العدو علی، والی الولی علی،
خطیب منبر سلونی علی، ساقی کوثر علی، قرآن ناطق علی، فاتح خیبر وخندق وبدر وحنین علی

کون علی؟

امام الاولیاء علی، سید الاصفیاء علی، سید الاتقیاء علی، تاجدار ہل اتی علی، شہ لافتیٰ علی،
انجیل کا ایلیاء علی، سید العرب والعجم علی، حامل لوائے حمد علی، تفسیر انما علی

کون علی؟

مولائے کائنات علی، مشکل کشا علی، مرتضےٰ علی،
امام الھدیٰ علی، ابوالائمہ علی، قاضی القضاۃ علی، بت شکن علی

کون علی؟

مومن کے دل کا قرار علی، عاشق کی بہار علی، صاحب ذوالفقار علی، حیدر کرار علی
علی علی علی علی علی
علی علی علی علی علی

حق دا امام۔۔۔۔پیر علی

شیر جلی۔۔۔۔۔۔مولا علی

پاک نبی دا۔۔۔۔۔۔پاک ویر علی

شیر جلی۔۔۔۔۔۔مولا علی

کروڑوں درود پاک اس گھرانے پر

درود ہے ہی محمد وآل محمد پر

علیھم السلام

بابا فرید کو مٹی کہے کہ میں تمہاری ہوں، مٹی کا باپ کون ہے؟ ابوتراب، مولا علی علیہ السلام کی محبوب ترین کنیت ہے۔ نقش نعلین پاک کی تعظیم بجالانے والے راکب دوش پیمبر سے بے خبر اور لاتعلق کیوں ہیں؟ حسنین کی سواری بن جانے والے فنعم الجمل، فنعم الراکب وفنعم المرکب۔ کون کس کا سوار ہے؟ امام الانبیاء شاہ سوار کربلا کی سواری ہیں، رف رف و براق کا سوار کن کی سواری ہے؟ کیا خوب سوار ہے اور کیا خوب سواری ہے۔ سلام آل عبا کو سلام اہل کساء کو سلام پاک محمد کے پاک گھرانے کو، علیھم السلام

دی تیغ ایسی کس کو کہ جیسی ہو ذوالفقار

مرکب کہاں ہیں اس کے سے ویسے کہاں سوار

گذرے ہیں گرچہ مردم خوب آگے بھی ہزار

پر یہ شرف خدا کی طرف سے ہے یہ وقار

خلقت تو دیکھ کعبے میں پیدا ہوا علی

(مخمس در مدح علیؑ از میر تقی میر)

مولا علی علیہ السلام کی دشمنی میں وضع کردہ روایات احادیث:

جو جو فضائل مولا علی علیہ السلام کے لیے وارد ہوئے ہیں ان کے مقابلے میں خلفائے ثلاثہ کے لیے یا جو لوگ بھی اس قابل ہو سکتے تھے ان کے لیے اسی طرح کے یا اس سے ملتے جلتے فضائل ومناقب وضع کروائے گئے محض مولا علی علیہ السلام کی دشمنی میں۔ جیسے میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، جس نے علم حاصل کرنا ہے وہ دروازے سے آئے۔ اس میں بنیاد چھت اور دیواروں کا اضافہ کر کے اور ان کو خلفائے ثلاثہ پر منطبق کر کے روایات وضع کروا کے کتب احادیث میں شامل کروائی گئیں۔ کچھ نے اس میں کنڈی کا اضافہ بھی کر دیا۔ اس جیسی ہزاروں لاکھوں روایات مولا علی علیہ السلام کی دشمنی میں بنی امیہ اور بنی عباس کے ادوار میں وضع کروا کر کتب احادیث میں شامل کی گئیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قدرے تفصیل کے ساتھ ان عوامل کو بیان کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر کہا گیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم ، جبکہ احادیث میں ایک بھی روایت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بابت موجود نہیں۔ مولاعلی علیہ السلام کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر اور فاروق اعظم کہا اور اس پر روایات احادیث کی بیسیوں کتب میں دستیاب ہیں بشمول صحاح ستہ ،لیکن نہ تو کوئی مولاعلی علیہ السلام کو صدیق اکبر یا فاروق اعظم کہتا ہے اور نہ یہ رائج ہے، الٹا حیرت کا اظہار کیا جاتا ہے اور لوگ تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پھر شیخین کے بارے میں یہ کیسے مشہور ہو گیا اور مولاعلی علیہ السلام کو کیوں نہیں کہا جاتا جبکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت کے ساتھ کہا ہے؟ بلکہ اگر کوئی کہے حضرت علی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ،تو لوگ حیران ، پریشان اور بہتان پر اتر آتے ہیں۔ احادیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیتے ہیں اور لوگوں میں رائج چیزوں کے پیچھے مکھی پر مکھی مارنے کی روش کی طرح چلتے رہتے ہیں۔

افسوس صد افسوس! مولاعلی امام المتقین ، یعسوب المسلمین اور امیر المومنین ہیں۔ ہم صفین میں ہوتے تو کیا کرتے؟ ہمارا طرز عمل کیا ہوتا؟ کربلا میں ہوتے تو کیا کرتے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کہا تھا کہ لوگ ہم سے اس لیے عداوت رکھتے ہیں کہ انھیں معلوم ہے کہ اگر ہم صفین میں ہوتے تو مولاعلی علیہ السلام کے لشکر میں ہوتے۔ معرفت نہیں، فکر نہیں، تدبر نہیں، دقت نظری نہیں، مودت نہیں، رہٹ کے کنویں کے بیل کی طرح بس چکر کاٹ رہے ہیں۔ آنکھوں پر پٹی ہے، کان بند کیے ہوئے ہیں، رہٹ کے چکر ہیں اور بس۔ کہیں اور دیکھنا نہیں، کچھ اور سوچنا نہیں، بنی امیہ کا پروپیگنڈہ اور مرتب کردہ نساب اور بس، اس سے نکلنا نہیں، یہ رہ گیا ایمان اور یہ رہ گیا دین۔ دین بنی امیہ کے حکمرانوں کی ایجاد نہیں بلکہ شارع دین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جو زہرا پاک کے بابا، مولاعلی علیہ السلام کے بھائی اور حسنین علیہما السلام کے نانا اور اللہ رب العزت کے آخری رسول اور سب رسولوں کے امام ہیں۔

افضلیت وتقابل، تفضیل علی علیہ السلام:

حقائق اس کے برعکس ہیں۔ تمام غزوات اس بات کے موید ہیں کہ لافتیٰ کوئی جوان نہیں الاعلی مگر علی، کس کے بارے میں ہے؟ شاہ مرداں شیر یزداں کون ہے؟ اشجع الاشجعین کون ہے؟ شب ہجرت بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تلواروں کے سائے میں کون سویا رہا اور مرضی خدا کا خریدار بنا؟ کون ہر جنگ میں ثابت قدم رہا اور ڈٹا رہا؟ احد میں میدان کارزار میں افراتفری کے بعد سب سے پہلے واپس آنے والوں میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا اس حدیث کی راویہ ہیں۔ خندق میں عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے کوئی نہ نکلا سوائے علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے باوجودیکہ تین بار پوچھا گیا اور تینوں مرتبہ مولاعلی علیہ السلام نے خود کو پیش کیا اور سوائے مولاعلی ابن ابی طالب علیہما السلام کے کوئی دوسرا عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔

خیبر میں ۴۰ دن تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بشمول شیخین کوشش کر چکے مگر خیبر فتح نہ ہوا۔ مولا علی علیہ السلام کو محبوبیت کی سند عطا ہوئی، علم ملا اوران کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔ مولا علی علیہ السلام جیسا بہادر تاریخ نے کہاں دیکھا؟ یہ بات تو بچے بھی جانتے ہیں۔ اگر کوئی قول مولا علی علیہ السلام کا ایسا ہے جس میں تواضع کا اظہار ہے بھی تو کسر نفسی انکساری و عاجزی حجت افضلیت و دلیل افضلیت کیسے ہوسکتی ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو پھر وہ احادیث کس ضمن میں جائیں گی جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یونس بن متی علیہ السلام پر فوقیت نہ دو یا یہ کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فوقیت نہ دو۔ بخاری وصحاح ستہ ومشکوٰۃ شریف میں یہ احادیث موجود ہیں۔ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں یا نہیں؟ یہ کوئی دلائل نہیں گھسے پٹے طریقے ہیں جو توجہ دوسری طرف پھیرنے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں۔۔۔۔ فاعتبرو!

تھی حق کے ہاں سے احمد مرسلؐ کو سروری
کہتی تھی ساری خلق خدا کی اسے ولی
نسبت بغیر ہوتے ہیں یہ اتحاد بھی
لطف و سخا و ہمت و حلم و حیا نبیؐ
جود و سخا و جرأت و مہر و وفا علی

(مخمس درمدح علیؑ از میر تقی میر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی بات اظہر من الشّمس ہے اور کوئی دوسری رائے نہیں۔ باقی باتیں خود ساختہ ہیں، اس لیے بھی کہ خلافت کے معاملے میں مولا علی علیہ السلام کا موقف جدا تھا، اگر افضلیت بترتیب خلافت ہے جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے مگر یہ خلاف حقیقت ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی علیہ السلام کے مابین خلافت کا فیصلہ کرنا تھا اور طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص اور خود عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنھم دعویٰ خلافت سے پیچھے ہو گئے تھے۔ اور صرف دو امیدوار باقی بچے تھے اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا میلان مولا علی علیہ السلام کی طرف تھا مگر صرف ایک بات پر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کی گئی تھی وہ بات بہت اہم ہے اور افضلیت کے سارے قضیے نمٹانے کے لیے کافی بھی ہے اور واضح دلیل بھی۔۔۔۔ وہ بات کیا تھی۔۔۔۔ وہ شرط یہ تھی کہ "میں خلافت کے امور کو اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت شیخین کے مطابق چلاؤں گا" جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تسلیم کرلیا مگر مولا علی علیہ السلام نے نہیں۔ جس کی وجہ سے خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کی گئی۔

اگر مولا علی علیہ السلام یہ شرط تسلیم کر لیتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بجائے تیسرے خلیفہ مولا علی علیہ السلام ہوتے۔ مولا علی علیہ السلام نے کہا تھا کہ "میں خلافت کو قرآن اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق چلاؤں گا اور سیرت شیخین والی بات تسلیم نہیں کی۔ یہ بات کتب میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اس کے بعد بھی سائیں غلام رسول قاسمی یا اس کے

ہمنواؤں کی اس طرح کی باتیں خود ہی بودی اور خود ساختہ نظر آتی ہیں اور افضلیت کے معاملے میں ان تمام اقوال کی قلعی بھی کھل جاتی ہے جو مولا علی علیہ السلام سے منسوب کیے گئے ہیں۔۔۔۔۔۔ فاعتبرو!

نزدیک سب کے اس کو ہے درجہ قبول کا
ایک عندیہ ہے سید و شیخ و مغول کا
کب معتبر ہے حرف کسو بوالفضول کا
باطن علی ہے ظاہر خوب رسولؐ کا
خاک اس کے فرق پر جو کہے تھا جدا علی

(مخمس در مدح علیؑ از میر تقی میر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی افضلیت والے بھول جاتے اور بیان نہیں کرتے کہ انھوں نے کہا تھا کہ یا علی آپ صبح وشام ہر مومن ومومنہ کے مولا ہو گئے، میرے بھی مولا ہو گئے۔ ھنیا لک یا علی ابن ابی طالب، بخ بخ یا ابن ابی طالب ودیگر اقوال کتب احادیث وسئیر میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ اور پھر کبھی مولا کی خود ساختہ تشریحات کی جاتی ہیں کہ مولا بمعنی دوست ہے نا کہ سید وسردار وآقا۔ کبھی ایک حربہ تو کبھی دوسرا حربہ۔ یہی رویہ مولا علی علیہ السلام کے مناقب وفضائل میں وارد احادیث کے ساتھ برتا گیا۔ جرح وتعدیل کے نام پر کہیں خود ساختہ تشریحات ہیں تو کہیں ضعیف وموضوع وغریب وشاذ کے حکم لگا کر ماننے سے انکار۔

ترتیب خلافت ترتیب افضلیت کیسے ہوگئی؟ ظنی مسئلہ ہے افضلیت کا، گروہ صحابہ کا اجماع تو نہیں۔ مولا علی علیہ السلام کا منصب جدا ہے، وہ غدیر خم کے مولا، جنت کے جوانوں کے سرداروں حسنین علیھما السلام کے بابا، خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیھا السلام کے شوہر، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا وآخرت کے بھائی اور لاتعداد فضائل ومناقب کے حامل ہیں۔ سب سے بڑھ کر کہ وہ خود خلافت کے دعویدار تھے اور پہلی خلافت کے معاملے میں اختلاف رائے رکھتے تھے چاہے کچھ دن یا کچھ ماہ کے لیے ہی سہی۔

علامہ محمد اقبال نے بانگ درا کی نظم زہد اور رندی میں اس کو یوں بیان کیا:

ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا
تفضیل علی ہم نے سنی اس کی زبانی

جن صحابہ کی جنت مشتاق ہے وہ عشرہ مبشرہ میں کیوں نہیں یا وہ اور ان کا ذکر اور واقعات کیوں نہیں بیان کیے جاتے یہ بات بھی قابل غور ہے۔ جن صحابہ کی جنت مشتاق ہے وہ سب مولا علی علیہ السلام کے مشتاق ہیں واہ واہ۔ ہر صحابی نبی جنتی جنتی کا نعرہ بلند کرنے والے یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی جنت مشتاق ہے وہ مولا علی علیہ السلام کے مشتاق ہیں۔ واللہ! کیا شان ہے میرے مولا علی علیہ السلام کی۔ بوذر ومقداد وسلمان وعمار رضی اللہ عنھم، کوئی سابقون الاولون ہیں تو کسی کو حکماً

اہل بیت میں شامل فرمایا گیا اور ہر ایک بے مثال و یگانہ ہے مگر ان کا ذکر ہماری محافل میں ناپید ہے۔اس کے برعکس طلقاء کے عرس منائے جاتے ہیں، ان کے ناموں پر نام رکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور ان کے من گھڑت فضائل لوگوں کو سنائے جاتے ہیں۔عشاقان و غلامان مولا علی علیہ السلام واہل بیت علیہم السلام کے لیے میثم تمار و قنبر کی سیرت واسوہ مشعل راہ ہے۔

مولا علی علیہ السلام کا منفرد مقام و مرتبہ ہے۔مولا علی علیہ السلام نفس رسول ہیں اور نفس رسول کی معنویت اور تشریح اہل عرفان ہی جان سکتے ہیں۔مولا علی علیہ السلام صدیق اکبر بھی ہیں، فاروق اعظم بھی ہیں اور قسیم النار والجنہ بھی ہیں۔جس طرح کعبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے قبلوں میں ویسے عشاق کا قبلہ و کعبہ گروہ صحابہ میں مولا علی علیہ السلام کی ذات والا صفات ہے۔یہی وجہ ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے صرف اور صرف آپ کی ذات کو ایمان و نفاق کی کسوٹی اور مومن اور منافق کے درمیان پہچان قرار دیا۔ جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت ان کی مشتاق ہے، یعنی بوذرو سلمان و مقداد و عمار رضی اللہ عنھم ، وہ سب کے سب نہ صرف مولا علی علیہ السلام کی افضلیت مطلقہ کے قائل تھے بلکہ در بتول سے خاص مودت و تعلق رکھتے تھے اور صراحت کے ساتھ یہ بات کتب میں موجود ہے۔حسن اور حسین علیہما السلام محض جنتی نہیں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔مولا علی علیہ السلام آپ کے بابا ہیں۔زہرا پاک علیہا السلام جنتی عورتوں کی سردار ہیں تو مولا علی علیہ السلام زوج بتول ہیں۔واہ واہ کیا شرف، فضیلتیں اور اعزاز حاصل ہیں مولا علی علیہ السلام کو، جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور نہ ایسے فضائل کا حامل ہوسکا ہے۔محدثین نجی محافل میں مخصوص لوگوں کے سامنے افضلیت علی بیان کرتے رہے مگر لوگوں کے سامنے اظہار سے ڈرتے رہے۔

اک شوق ہے علی کا مرے قلب میں نہاں
شاید یہی نجات کا باعث بھی ہو وہاں
اب زیر لب ہے زیست میں جو میؔر ہر زماں
اس وقت میں کہ جان ہو یک دم کی مہماں

امید ہے کہ یوں ہی لبوں پر ہو یا علی

(مخمس در مدح علیؑ از میر تقی میر)

خاندان دیکھو تو ان کے خاندان بنی ہاشم سے افضل خاندان روئے زمین پر کوئی نہیں۔مولا علی علیہ السلام کے دادا جان جیسا دادا کسی کا نہیں۔مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو آپ کا قرب ہے ویسا قرب کسی دوسرے کو میسر نہیں۔صحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وافر اور مخصوص حصہ آپ کو میسر رہا۔کعبہ میں مولا علی علیہ السلام پیدا ہوئے، آنکھ نہیں کھولی جب تک والضحیٰ کا چہرہ سامنے نہ آیا۔سب سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا، سرکار کا لعاب مبارک گھٹی میں لیا، نام علی کسی کا نام نہ تھا، ازل سے آپ کے لیے سنبھال کر رکھا گیا تھا۔علم میں، فقہ میں، قرآن واحادیث کے علم میں، شجاعت میں، تقویٰ میں، زہد میں، عبادت میں، فقر میں، ولایت میں، عدالت میں، صداقت میں، سخاوت میں، امامت میں، دیانت میں، قضا میں الغرض کسی بھی میدان میں گروہ

صحابہ رضی اللہ عنھم میں کوئی آپ کا ثانی نہیں۔ ثانی تو بڑی چیز ہے، سوچا جا سکتا نہیں۔ پیدائش سے شہادت تک ایک ایک لمحہ، ایک ایک فضیلت اس بات کو چیخ چیخ کر بیان کر رہی ہے کہ علی جیسا کوئی نہیں، کوئی نہیں، پر پھر بھی جنھوں نے اپنے دل و دماغ بند کیے ہوئے ہیں اور سننے سمجھنے کو تیار نہیں، ان پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں۔

مختلف مسالک سے بانگ حق:

پیر نصیر الدین نصیر شاہ صاحب گولڑوی نے ایسے وقت میں ناصبیت کے پرخچے اڑائے جب اہل بیت کا نام لینا سنیت میں جرم سمجھا جاتا تھا اور علی پاک کا نام لینا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے بھی اہل بیت علیھم السلام کے مناقب پر کتب ترتیب دیں اور ایمان ابوطالب علیہ السلام پر خطابات کیے۔ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب ناصبیت کے خلاف پوری طرح متحرک ہیں اور ناصبی حلقے ان کے وجود اور کام سے بری طرح بے چینی میں مبتلا ہیں۔ جسٹس (ر) نذیر احمد غازی صاحب نے میڈیا پر محبت اہل بیت کے فروغ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور مناقب اہل بیت کے ابلاغ عام میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

پروفیسر اہل بیت نرید فاطمہ صاحبہ نے بلا ناغہ پروگرامز میں اہل بیت اور محرم کے حوالے سے اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کیا اور بالخصوص خواتین کی محافل میں اس ذکر کو عام کیا۔ علامہ شفیع اوکاڑوی صاحب نے کراچی میں محرم الحرام کی دس روزہ مجالس و ذکر امام پاک کی طرح ڈالی اور اہل بیت، کربلا اور امام حسین علیہ السلام پر کتب تصنیف کیں۔ قاری ظہور احمد فیضی صاحب نے اہل بیت کے فضائل و مناقب میں کتب تحریر کیں۔ ڈاکٹر صداقت علی فریدی صاحب نے جناب ابوطالب علیہ السلام پر لازوال کام کیا اور ناصبیت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کیا۔ صائم چشتی صاحب کی خدمات اور محبتیں ناقابل فراموش و لازوال ہیں۔

ہر فرد کی زباں پہ علی کی ہے گفتگو
ہر شخص کے تئیں ہے علی ہی کی جستجو
عالم کو ہے علی کی تولا سے آرزو
اپنا ہی کچھ علی کی طرف کو نہیں ہے رو
مقصود خلق و مطلب ارض و سما علی

(مخمس در مدح علیؑ از میر تقی میر)

دیوبندیوں میں عبد الرشید نعمانی صاحب، حافظ ظفر اللہ شفیق صاحب، ڈاکٹر سید رضوان علی صاحب ندوی، سید نفیس الحسینی صاحب، مفتی فضل ہمدرد، مفتی ابوالحسن شریف اللہ کوثری، علامہ کوثر نیازی، شورش کاشمیری، سید سلمان ندوی صاحب اور مولانا طارق جمیل صاحب وغیرھم نے ناصبیت کے خلاف اس جہاد میں اہم کردار ادا کیا۔ اہل حدیث میں علامہ ضیاء اللہ شاہ صاحب

بخاری، قاری ابوبکر عاصم، عبداللہ دانش صاحب اور مولانا اسحاق مدنی صاحب وغیرھم کی کاوشیں قابل تحسین ہیں۔

بلاشبہ عرفان شاہ صاحب مشہدی نے کیا خوبصورت بات کی کہ خلافت راشدہ کا شملہ اونچا ہے تو مولا علی علیہ السلام کی وجہ سے، مولا علی علیہ السلام کے کردار کی وجہ سے۔ یہ مولا علی علیہ السلام ہیں جنھوں نے خلافت راشدہ کے ڈھانچے کو کھڑا ہونے میں اپنا کردار ادا کیا باوجودیکہ ابوسفیان بن حرب نے پیشکش کی اور آپ سے کہا کہ بنی تیم کا ایک شخص ہم پر حکومت کرے، علی تم آگے بڑھو میں مدینہ کی گلیوں کو اونٹوں اور سواروں سے بھر دوں گا۔ مولا علی علیہ السلام نے خلافت کے معاملے میں باوجودیکہ وہ خود خلافت کے دعویدار تھے مگر دین اسلام پر پیش آمدہ خطرات کو محسوس کرتے ہوئے کھلے دل کے ساتھ نہ صرف خلفائے ثلاثہ کی مدد کی بلکہ علمی عملی میدان میں ہر ہر جگہ خلفاء کی رہنمائی کی یہاں تک کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ کوئی بھی ابوالحسن کی موجودگی میں فتویٰ دینے کی جرات نہ کرے اور یہ کہ میں ایسے علمی مسئلے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو ہمیں درپیش آئے اور ہمارے درمیان ابوالحسن موجود نہ ہوں اور یہ کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور یہ محاورہ رائج ہو گیا کہ مسئلہ تو درپیش ہے پر ابوالحسن موجود نہیں وغیرہ وغیرہ۔

نبی و علی علیہما السلام، فرق نہیں مابین پیا:

حب نبی ہے مہر علی اور مہر علی ہے حب نبی
لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

(پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی)

فرق نہیں مابین علی و محمد، گوشت ایک جسم ایک خون ایک۔ علی کی محبت نبی کی محبت، نبی کی محبت علی کی محبت۔ فرق نہیں مابین پیا، فرق نہیں مابین علی و نبی، علیہما السلام۔ فرق کس کو دکھائی دیتا ہے؟ جس کی آنکھ میں فرق ہو، جس کے دل میں کجی ہو۔ فرق نہیں مابین پیا۔ نمبر کہاں سے لگا لیے۔

دما دم مست قلندر
حق علی دا پہلا نمبر

علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں اور حق مولا علی علیہ السلام کے ساتھ ہے، یا اللہ حق کو ادھر پھیر دے جدھر علی علیہ السلام ہوں، احادیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حق بھی مولا علی پاک کے ساتھ ہے۔ حق و باطل کی پہچان ہے ہی ذات مولا مرتضٰی علیہ السلام۔ حق ملتا ہی تاجدار ہل اتی کے ہاں ہے۔ مومن و منافق کی کسوٹی ذات حیدر کرار ہے، یہ بھی حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جو اس میں متردد ہے اس کا ایمان ناقص ہے۔ اور ہاں اس میں کوئی دوسری رائے ہے ہی نہیں کہ جو علی کا نہیں وہ نبی کا نہیں۔

خطبہ انھی کی زبان پر تو سجتا ہے جو وما ینطق عن الھویٰ والی زبان گھٹی میں چوستے رہے۔ وہ جو باب العلم ہیں،

باب الفقہ و باب الحکمہ ہیں۔فصاحت و بلاغت جن کے گھر کی لونڈی ہے،ان کا بیٹا خطیب نوک سناں ہے تو ان کی بیٹیاں خطیبہ کوفہ و شام۔وہ خطیب منبر سلونی ہیں،جوفرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم ایسے سکھایا جیسے کبوتر اپنے بچے کو دانہ کھلاتا ہے،زقنی رسول اللہ زقا زقا۔ناطق قرآن کی خطابت کے سامنے کس کی خطابت ہوسکتی ہے؟وہ نقطہ بائے بسم اللہ ہیں۔وہ کلام کریں تو علم الکلام کے داعیوں کی نبضیں مچل جائیں،متکلمین کی سانسیں رک جائیں۔مولا علی علیہ السلام لسان اللہ ہیں۔آپ کے اقوال و خطبات پر اہل علم و دانش آج تک اپنی قبروں میں لیٹے ہوئے بھی انگشت بدنداں ہیں۔

مولا علی کل ایمان ہیں
یہ نبی پاک کا فرمان ہے

(سید فدا حسین شاہ ترمذی)

جس کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے افضل ہو،جس کا چہرہ دیکھنا عبادت ہو،جس کا ذکر کرنا عبادت ہو،جس سے محبت رکھنا فرض اور عبادت ہو وہ علی علیہ السلام کی ذات والا صفات ہے۔ **زینو مجالسکم بذکر علی ابن ابی طالب** ،اپنی محافل کو علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے ذکر سے زینت دو،حکم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔علی علی کرنا عبادت ہے،علی علی کرنا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے،علی علی کرنا عین ایمان ہے۔

علی علی علی علی علی علی
علی علی علی علی علی علی

ابلاغ اعلان ولایت علی المرتضیٰ علیہ السلام:

حجتہ الوداع سے واپسی پر ۱۸ ذی الحجہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرخم کے مقام پر سوا لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے ولایت علی علیہ السلام کا اعلان کیا۔اونٹوں کے پالانوں سے منبر بنایا گیا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں اور جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس لوٹ آئیں،ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن اور دوسری میری عترت یعنی اہل بیت۔دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔پھر مولا علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا بلند کیا اور فرمایا:من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ،من کنت مولاہ فعلی مولاہ،اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ واعن من اعانہ۔ولایت علی علیہ السلام کے اعلان پر غدیرخم میں مبارکبادی و تہنیت کے لیے خیام آراستہ ہوئے۔مولا علی علیہ السلام کو مبارکباد دی گئی،خوشی کا اظہار کیا گیا،کیوں کہ اب جس جس کے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولا ہیں اس اس کے مرتضیٰ علیہ السلام مولا ہوگئے۔ **یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَ اللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ** (67) سے شروع ہوکر **اَلْیَوْمَ**

اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَ اَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَ رَضِیتُ لَکُمُ الاِسلَامَ دِینًا پر تکمیل ہوئی۔ دین مکمل ہوا نعمتیں تمام ہوئیں ولایت علی کا ابلاغ ہوا، ولایت علی المرتضٰی مبارک ہو۔

۱۸ ذی الحجہ غدیرِ خم پر حکم خدا کے تحت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو تمام مومنین و مومنات کا مولا قرار دیا، ولایت علی علیہ السلام کا ابلاغ عام ہوا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے فرمایا کہ ولایت علی علیہ السلام کا ابلاغ کیا جائے۔ سوا لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے سامنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اعلان کیا اور حکم فرمایا کہ جو حاضر ہیں وہ غائب تک پہنچا دیں۔ ولایت علی علیہ السلام کی خوب تشہیر کروائی گئی۔ چار سُو ولایت علی علیہ السلام کی خبر پہنچائی گئی۔ مولا علی علیہ السلام نے اپنے دور خلافت میں مجمع عام میں گواہی مانگی اور ۱۳ سے زائد بدری اصحاب نے غدیر خم کے اعلان ولایت مرتضٰی علیہ السلام کی گواہی دی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبے میں اس کی یاد دہانی کروائی۔ اہل بیت علیھم السلام اعلان غدیر کا ابلاغ کرتے رہے۔

ذات محمد و علی اصل ہے ایک نام دو
میکدہ وجود میں بادہ ہے ایک جام دو

پشت رسول پاک پر جلوہ نما امام دو
مرکب خوش خرام ایک راکب لالہ فام دو

نور جبین مرتضٰی ظلمت گیسوئے دوتا
جلوہ گہہ حرم میں آج صبح ہے ایک شام دو

غار حرائے احمدی خم غدیر حیدری
مقصد فیض عام ایک منظر فیض عام دو

طور و جمال کبریا دوش نبی و مرتضٰی
اہل نظر سے پوچھیئے جلوہ ہے ایک بام دو

روئے علی پہ اک نگاہ جان نگاہ دیں پناہ
اہل نظر نے لے لیے ایک نظر سے کام دو

سرخی عارض چمن شوخی غازہ شفق
خوب لیے حسین نے خونِ جگر سے کام دو

(جون ایلیاء)

علی علی ہے علی علی مولا علی
من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ

اعلان غدیر پر دین مکمل ہوا نعمتیں تمام ہوئیں۔موسیٰ کو ہارون ملے تھے مصطفٰی کو مرتضٰی ملے، علیہم السلام۔اب جو جو محبّ علی ہوگا وہ محبّ رسول و محبّ خدا ہوگا اور جو دشمن علی ہوگا وہ دشمن رسول و دشمن خدا ہوگا۔بیسیوں احادیث اس کی مؤید ہیں۔اسی لیے نعمان بن حارث فہری کے انکار پر خدا کی طرف سے ایک پتھر آیا تھا جو اس کو چیرتا ہوا نیچے سے نکل گیا اور وہ وہیں پر ہلاک ہوا۔

تیرہ رجب کا چاند ہے یا ذوالفقار ہے
کٹ کٹ کے گر رہے ہیں کلیجے اِدھر اُدھر

(فائق تُرابی)

اہل بیت، علی علیہ السلام اور قرآن ساتھ ساتھ:

علی مع القرآن و القرآن مع علی لن یتفرقا حتی یرد علی الحوض ،علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے، دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں، حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ **سلونی سلونی قبل ان تفقدونی** ، پوچھو پوچھو مجھ سے پوچھو اس سے قبل کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں، قول مرتضےٰ علیہ السلام ہے۔ ماشئتم ،جس چیز کے بارے میں پوچھنا ہو پوچھ لو، جو تم چاہو پوچھ لو، یہ دعویٰ گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں علی المرتضےٰ علیہ السلام کے سوا کسی کا نہ تھا، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بیان ہوا ہے۔

قرآن کی کونسی آیت کب نازل ہوئی ؟ کس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ کونسی آیت دن میں اور کونسی آیت رات میں نازل ہوئی ؟ کونسی آیت خشکی میں اور کونسی آیت تری میں نازل ہوئی ؟ کونسی آیت پہاڑ پر اور کونسی آیت میدان میں نازل ہوئی ؟ کونسی آیت کب نازل ہوئی ؟ علی پاک ہی تو جانتے ہیں کہ کس آیت کا محل کیا ہے، شان نزول کیا ہے۔مولا علی علیہ السلام نے ترتیب نزولی کے مطابق قرآن جمع کیا مگر امت کے مقدر میں نہ تھا اور امت آج اس نسخے سے محروم ہے۔محمد ابن سیرین و دیگر نے اس پر تاسف اور حسرت کا اظہار بھی کیا ہے۔قرآن اور مولا علی علیہ السلام، قرآن اور اہل بیت علیھم السلام، لازم وملزوم ، دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر، **احدھما اکبر من الآخر** ،حدیث پاک ہے۔تحکیم کے مسئلے سے قبل اہل شام نیزوں پر قرآن بلند کرتے ہوئے یہ سب باتیں فراموش کر گئے تھے یا حقیقت سے آنکھیں چرالی تھیں؟ اعلم الناس علی، قرآن ناطق علی، باب العلم علی علیہ السلام۔

علی علی علی علی علی علی
علی علی علی علی علی علی

علی کے ساتھ محبت وقربِ خاص مصطفیٰ علیھما السلام:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی علیہ السلام کے ساتھ چمٹے ہوئے اور بوسے دیتے دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا، میرا باپ یگانہ شھید پر قربان ہو۔ یہ حدیث ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتب میں نقل کی ہے۔ یہ حدیث مولا علی علیہ السلام سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے پناہ اور منفرد پیار کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب کسی سریہ کی طرف مولا علی علیہ السلام کو روانہ کرتے تھے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں دعا فرماتے کہ یا رب مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ میں علی کو دوبارہ دیکھ نہ لوں۔

اسی طرح مدینہ میں جب بہت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اسلام قبول کر چکے تھے اور حجۃ الوداع تک یہ تعداد سوا لاکھ کے قریب پہنچ گئی تھی تب بھی کسی ایک صحابی کے لیے سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتنا وقت فی یوم میسر آنا ممکن ہوتا؟ قربان جائیے مولا علی علیہ السلام پر کہ جن کے لیے سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلوت میں دو ساعتیں ہر دن مختص کر رکھی تھیں جن میں سے ایک ساعت تہجد کا وقت تھا۔ جب مولا علی علیہ السلام تشریف لاتے اور اگر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تو کھانستے یہ گویا اذن باریابی ہوتا۔ اسی طرح سینکڑوں احادیث ہیں جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولا علی علیہ السلام کے ساتھ خصوصی شفقت، محبت، اپنائیت، پیار اور قرب کا اظہار ہے۔

شعب ابی طالب کے تین سال الگ ہیں جس میں باقی سب سے رابطے کاٹ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہات، وقت اور صحبت بنی عبدالمطلب اور بالخصوص مولا علی علیہ السلام کے لیے خالصتاً میسر آئیں۔ ایک حدیث نسائی کی یوں ہے کہ شروع کے دنوں میں اعلان نبوت کے بعد کفار تنگ کرتے اور نماز پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی۔ اس وقت مسلمان دوگانہ ادا کرتے تھے۔ کفار وہ بھی نہ پڑھنے دیتے تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے کہا کہ دو دو چار چار ہو کر مکہ کی گھاٹیوں میں متفرق ہو کر نماز ادا کر لیا کرو۔ نیز فرمایا: فرشتے پورے سات سال کے اس عرصہ میں مجھ پر اور علی پر درود بھیجتے رہے اور سوائے علی ابن ابی طالب علیھما السلام کے کسی دوسرے نے میرے ساتھ نماز ادا نہیں کی۔۔۔۔ فاعتبرو!

علیؑ ز بعدِ محمدؐ ز ہر چہ ہست بہ است
اگر تو مومنِ پاکی نظر دریغ مدار
بحقِ نورِ محمدؐ بآدمؑ و بہ خلیلؑ
بحقِ شیثؑ و شعیبؑ و بہ ہودِ کم آزار

(حافظ شیرازیؒ)

امیر شام کے جواب میں مولا علی کے اشعار:

یزید کے ابا جان، امیر شام، وھواول الملوک کے مصداق، ملوکیتوں کے بانی، ملک عضوض یعنی دانتوں سے کاٹنے والی ملوکیت کے مخاطب، معاویہ بن ابوسفیان نے مولا علی کو خط لکھا:

اے ابوالحسن! میرے کثیر فضائل ہیں،

میرا باپ زمانہ جہالت میں سردار تھا اور میں اسلام میں بادشاہ ہوں،

اور میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سالہ اور مومنین کا ماموں ہوں اور کاتب وحی ہوں

مولا علی شیر خدا کا جواب:

"اِبنُ آکِلَةِ الاَکباد"

" کلیجہ چبانے والی کا بچہ، مجھ پر فخر کر رہا ہے؟

اور درج ذیل اشعار جواباً لکھ بھیجے:

مُحَمَّدُ نِ النَّبِیُّ اَخِیْ وَ صِھْرِیْ   وَحَمْزَۃُ سَیِّدُ الشُّھَدَآءِ عَمِّیْ

نبی محمدؐ میرے بھائی اور سسر ہیں اور سید الشھداء حمزہؓ میرے چچا ہیں

وَ جَعْفَرُ نِ الَّذِیْ یَضْحٰی وَ یَمْسٰی   یَطِیْرُ مَعَ الْمَلَائِکَۃِ ابْنُ اُمِّیْ

اور جعفرؓ جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں، میرے بھائی ہیں

وَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سُکْنٰی وَ عُرْسٰی   مَسُوْط" لَحْمُھَا بِدَمِیْ وَ لَحْمِیْ

اور محمدؐ کی لخت جگر میری اہلیہ اور دلہن ہیں اور ان کا گوشت میرے خون اور گوشت سے ملا ہوا ہے یعنی ہم دونوں یک جان دو قالب ہیں

وَ سِبْطَا اَحْمَدٍ وَلَدَایَا مِنْھَا   فَمَنْ مِّنْکُمْ لَهٗ سَھْم" کَسَھْمِیْ

اور اسی (فاطمہؓ) سے احمدؐ کے دونواسے میرے بیٹے ہیں پس تم میں سے کون میرا ہمسر ہے

سَبَقْتُکُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ طُرًّا   غُلَامًا مَّا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلْمِیْ

میں نے تم سب سے پہلے سعادت اسلام حاصل کی جبکہ میں چھوٹا تھا، ابھی بالغ نہیں ہوا تھا

اس خط کے جواب میں امیر شام نے اپنے درباریوں سے کہا:

اخفو اھذا الکتاب لایقرأہ أھل الشام، فیمیلون اِلی ابن ابی طالب

یہ خط چھپا دو! اس کو اہل شام نہ پڑھیں ورنہ وہ ابن ابی طالب کی طرف مائل ہو جائیں گے

(دیوانِ الامام علی بن ابی طالب ص 226، تاریخ دمشق جلد 42 ص 521، البدایہ والنہایہ جلد 5 ص 478، جمع الجوامع للسیوطی جلد 13 ص 372، السیرۃ النبویہ لابن زینی دحلان مکی جلد 1 ص 151)

امام ابن حجر مکی اور امام زرقانی نے یہ خط اور اس کا جواب نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''امام بیہقی نے فرمایا کہ سیدنا علی کے ہر محبّ پر واجب ہے کہ ان اشعار کو حفظ کر لے، تا کہ اسے حضرت علیؓ کے مفاخرِ اسلامی معلوم ہوں'' (الصواعق المحرقہ لابن حجر مکی صفحہ 133، شرح الزرقانی علی المواھب جلد 1 صفحہ 450)

ائمہ اہل بیت، صاحبان فضل وعطا:

ائمہ اہل بیت علیھم السلام صاحبان فضل وعطا ہیں۔ مولا علی علیہ السلام اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا کی اولاد سے ہیں جو آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آل عبا واہل کساء کے علوم وخصائل وکمالات کے وارث ہیں۔ ائمہ اہل بیت علیھم السلام کے فضائل ومناقب کتب سیَر واحادیث وتواریخ میں درج ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے تفصیل سے الصواعق المحرقہ میں، ملا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوت میں، محقق ابوزہرہ مصری اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتب میں درج کیے ہیں۔ ائمہ اہل بیت صرف اثناء عشریہ کے نہیں، المیہ ہی یہ ہے کہ اہل سنت نے ان سے ناطہ توڑے رکھا اور اب بھی توڑا ہوا ہے۔ ائمہ اہل بیت کے علاوہ یہ دیگر علماء کون ہیں؟ وہ جو بھی نام ہوگا، اور جتنا بڑا ہوگا جیسے کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ وغیرھم، سب انہی کے شاگرد اور خوشہ چین ہیں۔ منبع ومحور ائمہ اہل بیت علیھم السلام ہیں جن سے عوام کو دور رکھا گیا مگر جن علمائے حق نے اکتساب فیض کیا انہی کے در سے کیا، انہی سے کیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، مالک سے جا کر علم لو ان کے پاس میرا ہی علم ہے۔ امام ابوحنیفہ کا اعتراف موجود ہے کہ ''**لولا السنتان لعلک النعمان**، دو سال اگر امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیھما السلام کی شاگردی میں نہ گزارتا تو ہلاک ہو جاتا''۔

اس بات پر جمہور علمائے اہل سنت متفق ہیں کہ ائمہ اہل بیت کے فضل وکرم، جود وسخا، علم وعمل، تقویٰ وورع، نسب ونسبت اور دیگر فضائل وکمالات میں کوئی بھی ان سے بڑھ کر نہ تھا۔ شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے کہا کہ امام جعفر الصادق علیہ السلام کے بعد کے ائمہ بھی غالباً مجتہدین ہوں گے، تو غالباً نہیں یقیناً مجتہدین بھی تھے اور صاحبان کمال بھی۔ تفسیر حسن عسکری علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد کے ائمہ اہل بیت علیھم السلام کے دیگر علمی کاموں کے حوالہ جات اہل سنت کے ہاں میسر ہیں۔ باقی ان ائمہ تک رسائی نہ ہونا، ان کے علم سے کماحقہٗ فیض یاب نہ ہونا، ان کے منقولات اور روایات احادیث کا اہل سنت کے ہاں نہ ملنا، جہاں دشمنیٔ اہل بیت کی صریح مثال ہے، وہیں حکومتی اور سیاسی وجوہات اور اہل سنت کی بدقسمتی کی دلیل بھی ہیں۔

ہائے افسوس! جن سے تمسک کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا، ان سے دور رہا گیا، ان سے دور رکھا گیا۔ کیا اسے خوش بختی کہا جائیگا؟ چہ جائیکہ ان سلاطین وملوک کے قصیدے پڑھے جائیں جو انھیں عوام سے دور رکھتے رہے۔ دوسری بات جو مسلمہ ہے نواصب کے علاوہ تمام دیوبند واہل حدیث وبریلوی مکاتیب فکر میں کہ ائمہ اہل بیت علیھم السلام کے جیسا صاحب فضل وعلم وتقویٰ وفقہ ودیگر علوم وکمالات، کوئی نہ تھا۔ علم فلکیات ہو، علم التفسیر ہو، علم الحدیث ہو، علم الکلام ہو، علم الفقہ ہو، علم تاریخ ہو، یا کوئی اور علم، یہ بے مثال ونا قابل موازنہ نفوس تھے۔ جابر بن حیان، امام ابوحنیفہ، امام مالک، سعید بن جبیر، فضیل بن عیاض، یحیٰ ابن

سعید، عبداللہ بن مبارک، محمد بن حسن شیبانی، قاضی ابو یوسف، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، علی بن یقطین، ابوصلت ہروی، عبدالسلام بن صالح، ابوعثمان المازنی، داؤد بن سلیمان قزوینی، زہری و دیگر ہزار ہا محدثین وفقہاء ان ہی کے بالواسطہ یا بلا واسطہ شاگرد اور دریوزہ گر تھے۔ ائمہ اہل بیت سے بڑھ کر کسی کا تقویٰ تھا، نہ علم، نہ عمل، نہ سخا، نہ جود، نہ کرم، نہ حسب، نہ نسب اور نہ کوئی اور فضل و کمال۔

اہل سلوک کے سلاسل ہائے طریقت میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے نام ان کے فضل و مقام کا اعتراف ہے۔ اُس دور میں جن لوگوں نے علم، فقہ، تصوف، فلکیات، سائنس اور آرٹس میں کام کیا ہے، ذرا نام تو بتلائے جائیں، جو بھی نام ہوگا انہی کا دریوزہ گر ہوگا۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے نام کے بغیر تصوف چہ معنی دارد؟ تصوف اموی وعباسی، سلطانی وخسروی وسرکاری و درباری تو نہ تھا بلکہ حسن بصری، معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی، ابوبکر شبلی، شیخ عبدالقادر جیلانی، سید علی ہجویری، خواجہ معین الدین چشتی، بابا فریدالدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، جلال الدین سرخ پوش، لال شہباز قلندر، بوعلی شاہ قلندر، شاہ رکن عالم، شاہ شمس تبریزی اور تصوف کے سلاسل میں جتنے بھی نام ہیں، سب کے سرخیل ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہی ہیں۔ خواجہ حسن بصری براہ راست مولا علی علیہ السلام کے شاگرد تھے، زہری امام زین العابدین علیہ السلام کے شاگرد تھے، معروف کرخی امام علی رضا علیہ السلام کے دربان تھے، شیخ عبدالقادر جیلانی وعلی ہجویری و معین الدین چشتی، بختیار کاکی، جلال الدین سرخ پوش، شہباز قلندر، خواجہ نظام الدین اولیاء و دیگر تو ہیں ہی ان کی اولاد سے، انہی کا خون ہیں۔

ذھبی کی جسارت ائمہ اہل بیت کی بارگاہ میں:

حافظ ذھبی اور حافظ ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے لوگ ہیں، اہل سنت کے بہت بڑے عالم، مفسر ومحدث ہیں۔ نجانے ذھبی کو کیا سوجھی کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے علم وفضل کا تقابل اپنے دور کے علماء سے کر بیٹھے اور اپنے معاصرین و دیگر کو ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر فوقیت دے بیٹھے۔ حقائق سے چشم پوشی کرتے ہیں، یہ کون سا جذبہ ان کے اندر بیدار ہوا؟ سمجھ سے بالاتر ہے۔ جن علماء کو ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی گرد راہ میسر آجائے تو خوش نصیب کہلائیں، ان کا تقابل عامیانہ اور سوقیانہ انداز میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر ورفیع الذکر ائمہ سے کر بیٹھے۔ اسے علمی زعم کہیں یا شیطانی وسوسہ، ردروافض کا جوش کہیں یا نواصب کا غلبہ، فیصلہ آپ خود کرلیں۔

ذہبی نے سیئر اعلام النبلاء میں لکھا کہ امام علی رضا علیہ السلام سے ضعفاء نے روایت کیا، جبکہ ہزاروں محدثین ان کی راہ میں بصد عجز و نیاز کھڑے تھے جب وہ نیشاپور پہنچے اور محدثین کے اصرار والتجا پر حدیث سلسلۃ الذھب بیان فرمائی تھی، جن میں ابوذرعہ جیسے محدث شامل ہیں۔ حافظ ذہبی امام محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ: "باقر کہنے کی وجہ " (من بقر العلم) شقہ، یعنی انہوں نے علم کی اصل اور تہہ میں جا کر علم کی مخفیات کو جانا ہے اس لیے ان کو باقر کہا جاتا ہے یہ بات تو ٹھیک ہے کہ امام باقر علیہ اسلام جن کا لقب ابوجعفر ہے، امام ہیں، مجتہد ہیں، اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے والے ہیں، عظیم الشان ہیں لیکن یہ قرآن کی

معرفت میں ابن کثیر کے پائے کے نہیں ہیں''، استغفر اللہ۔ یعنی امام محمد باقر علیہ السلام ذھبی کے نزدیک آٹھویں صدی کے ابن کثیر کے جتنا بھی قرآن کریم کا علم نہیں رکھتے۔ جن اہل بیت علیھم السلام کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن اور دوسری میری عترت اہل بیت، دونوں لازم وملزوم ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں، وہ مابعد کے آٹھویں صدی ہجری کے ابن کثیر جتنا بھی قرآن کا علم نہیں رکھتے۔ فیاللعجب!

ذھبی مزید امام محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''یہ فقہ کے اندر بھی یعنی دین سمجھنے میں بھی ابن زناد اور ربیعہ کے درجہ میں نہیں ہیں'' العیاذ باللہ۔ یعنی مولا علی علیہ السلام جو علم کے شہر، حکمت کے گھر اور فقہ کے شہر کا دروازہ ہیں، ان کے بیٹے امام حسین علیہ السلام کے پوتے، امام زین العابدین علیہ السلام کے بیٹے اور شاگرد، امام محمد باقر علیہ السلام فقہ میں ابن زناد اور ربیعہ کے درجہ میں نہیں۔ جن کے گھر سے علم کی خیرات بٹی، جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوتھی پشت سے ہیں، خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں، ان سے دیگر لوگ زیادہ جانتے ہیں۔ یہ کس طرح کا دعویٰ ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ذھبی مزید لکھتے ہیں: ''یہ معرفت سنن اور حدیث کو یاد کرنے میں قتادہ اور ابن شہاب زہری کے درجہ میں نہیں ہیں آگے لکھتے ہیں کہ نہ ہم ان پہ کوئی زیادہ اعتراض کرتے ہیں نہ ان کی تقلید کرتے ہیں بس ہم ان سے محبت کرتے ہیں کہ ان میں صفات و کمال ہیں'' وہ کونسے عوامل ہیں جس نے لوگوں کو اور بالخصوص ذھبی جیسے عظیم محدثین کو امام محمد باقر علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت علیھم السلام کی تقلید سے روکے رکھا؟ کچھ کام ملوکیتیں دکھا گئیں اور رہا سہا امت کے جلیل القدر محدثین، جو خود بھی رکے رہے ائمہ اہل بیت علیھم السلام کی تقلید سے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیگر عوام وخواص بھی۔ پھر وہ صفات وکمال کیا ہیں کہ نہ آپ ان کی تقلید کرتے ہیں نہ اتباع کرتے ہیں؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سینکڑوں احادیث میں فرما گئے کہ قرآن اور اہل بیت کو لازمی پکڑو کہ یہ جدا نہ ہوں گے جب تک حوض کوثر پر میرے پاس نہ لوٹ آئیں۔ آپ کی مرضی آپ جس کی مرضی تقلید کریں، ان کی نہ کیجیے گا جن کی تقلید کا حکم دیا گیا۔

ائمہ اہل بیت، علمائے اہل سنت کی نگاہ میں:

محمد بن طلحہ الشافعی نے اپنی کتاب مطالب السؤول میں نقل کیا ہے: ''جیسے کہ امام باقر علیہ السلام تمام علوم کے جامع اور تمام علوم پر حاوی تھے خواہ ان کا تعلق آسمان سے ہے یا زمین سے، اسی طرح آپ کے صاحبزادے امام جعفر صادق علیہ السلام بھی تمام علوم کے جامع اور تمام پر حاوی تھے''۔ حافظ ابن کثیر نے خود البدایہ والنہایہ میں اعتراف کیا ہے کہ'' آپ کا نام باقر اس لیے رکھا گیا کہ آپ نے علوم کو کھولا اور ظاہر کیا اور احکام کا استنباط کیا اور آپ رفیع النسب اور عالی الحسب تھے، روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد ماجد اپنے زمانہ میں روئے زمین پر تمام سے بہتر تھے''۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا کہ'' امام باقر علامہ زمان اور سردار کبیر الشان تھے اور آپ علوم میں بڑے متبحر اور وسیع الاطلاع تھے''۔ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء

میں لکھا کہ ''امام باقر کے تبحر علمی کا یہ مقام تھا کہ بڑے سے بڑے علماء بھی آپ کے سامنے عجز وانکساری کے ساتھ شاگردوں کی طرح رہتے تھے''۔تمام اہل علم ائمہ اہل بیت کے علم وفضل کے معترف تھے سوائے نواصب کے یا ان علماء کے جو ناصبیت کے زہر سے آلودہ تھے۔حافظ ذھبی نجانے کس دھن میں اپنی اوقات سے بڑی باتیں کر گئے؟

ائمہ اہل بیت تک رسائی نہ دی گئی:

خارجیوں اور مبغضین اہل بیت سے روایات لی گئیں، دشمنان اہل بیت کی مرویات کو فروغ دیا گیا، اہل بیت کے فضائل سے دور رکھا گیا، ائمہ اہل بیت تک رسائی نہ دی گئی۔ائمہ اہل بیت سے مرویات کیوں نہیں جبکہ وہ باب العلم کے وارث تھے۔ یہی المیہ ہے جو آج بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکا۔ابوطالب علیہ السلام کافر ٹھہرائے گئے اور طلقاء کے من گھڑت فضائل اور اہل بیت کی دشمنی میں موضوع روایات کو ترویج دی گئی۔سلاطین وملوک سلطنت اسلامیہ کا دشمنی اہل بیت میں متحرک رہنا اور نصاب و ترویجِ روایات، اہل بیت سے دور رکھنا، اظہر من الشّمس ہے۔ائمہ اہل بیت تک رسائی کیوں نہیں، ان کی تقلید نہ کرنے پر فخر کیسا؟ ان کی زندگی، اقوال، منقولات اور روایات احادیث کے عظیم علمی خزانے سے محرومی کو بدقسمتی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ عیسائی کہیں تو عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ذکر سے ہم اپنی آنکھیں، کان اور زبان بند کر کے شکر ادا کرنا شروع ہو جائیں کہ شرک سے بچ گئے؟ فیاللعجب!

ہر چند اہلِ جَور نے چاہا یہ بار ہا
ہو جائے محو، یادِ شہیدانِ کربلا
باقی رہے نہ نام زمیں پر حسینؑ کا
لیکن کسی کا زور عزیزو نہ چل سکا
عباسِؑ نامور کے لہو سے دُھلا ہوا
اب بھی حسینیت کا علم ہے کھُلا ہوا

(جوش ملیح آبادی)

صوفیاء نے بڑی حکمت عملی سے سینوں میں اہل بیت کی تبلیغ کی، علی علی کی، اہل بیت سے وابستہ ہوئے اور ائمہ اہل بیت سے منسلک ہوئے ورنہ سنی تو دین کے معاملے میں آج مکمل کوڑھی ہو چکے ہوتے۔آج اگر اہلسنت میں مولا علی علیہ السلام کا نام کوئی لیتا ہے یا اہل بیت کا ذکر باقی ہے تو اس میں طبقۂ صوفیاء کا بڑا کردار وعمل ہے۔مولا علی علیہ السلام دنیا و آخرت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی، خلوتوں کے محرم راز، جلوتوں کے بادشاہ، میدان کے فاتح، ہر میدان کے دھنی ہیں۔فیاللعجب!

ہمارے لیے ایسے اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی لاکھ درجہ قابل عزت واحترام ہیں کہ جن کے پاس عشق کا

خزانہ ہے، جو گفتگو سے، تحریر سے، حرف حرف سے ٹپکتا ہے نا کہ فقط دعویٰ عشق۔ ائمہ اہل بیت کا خون ہماری رگوں میں موجزن ہے اور ہر آن ان کے نام کا وظیفہ کرتا ہے۔

دردِ کربلا، عالم ارواح کی عطا:

کربلا کسی واعظ کے بیان سے، کسی شاعر کے کلام سے، کسی نوحہ خوان کے سوز سے، کسی ادیب کے ادب پارے سے، کسی مصنف کی کتاب سے، کسی مقالہ نگار کے مقالے سے، کسی دانشور کے سخن سے، کسی روایت کے متن سے، کب سمجھ آتی ہے؟ نہیں سمجھ آتی ہے، یہ تو عالم ارواح کی عطا ہے۔ کربلا اس وقت سمجھ آتی ہے جب دل کی زمین پر مودت کے پھول کھلتے ہیں، جب روح پرسوز و گداز کی کونپلیں جوبن پر آتی ہیں، جب امتی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درد و محبت سے ہم آہنگ ہوتا ہے، جب انسان مقام انسانیت سے آشنا ہوتا ہے۔ سفلہ مزاج لوگوں کا کربلا سے کیا تعلق، کیا رشتہ؟

جن کے دل محرم کے ان دس ایام میں بھی نہ پسیج پائیں، جن کی روح رقت آمیز نہ ہو سکے، جن کے کان ذکر حسین علیہ السلام کے لیے آمادہ نہ ہو سکیں، جن کی آنکھیں گریہ کی لذت سے نا آشنا ہوں، جن کے ذہن صرف اختلافی وفرقہ وارانہ مباحث پر وا ہوں، جن کے روزمرہ کے معمولات جیسے کے تیسے ہوں، وہ کب کربلا سے آشنا ہو سکتے ہیں؟ کربلا سے تعلق تبھی قائم ہوتا ہے جب صاحب کربلا کا درد قلب وروح میں جاگزیں ہو، جب **ھل من ناصر ینصرنا** ، کیا کوئی ناصر ہے جو ہماری نصرت کرے، کے مفاہیم ومطالب سے عقل روشناس ہو، جب قلب وروح دردمندی سے مانوس ہو۔ محرم میں شیعہ سنی منافرت اور فرقہ وارانہ ابحاث سے لطف اندوز ہونے والے کربلا کیا جانیں؟ کربلا کسی ذاکر کا خطیبانہ جوش ہے، نہ کسی زمزمہ خوان کا نوحہ۔ کربلا کسی مولوی کا اندیشہ زیاں ہے، نہ کسی تاریخ کا فقداں۔ کربلا سمجھی جاتی ہے، نہ سمجھائی جاتی ہے، کربلا تو دلوں میں بسائی جاتی ہے۔ کربلا تو بدن میں خون کی طرح رچی بسی ہوتی ہے۔ کربلا محرم کے ان دس ایام تک محدود نہیں ہے۔ کربلا تو سانسوں کی روانی کی طرح ساتھ ساتھ چلتی ہے، ہمہ وقت چلتی ہے، سارا سال چلتی ہے۔

کربلا سے دور رکھنے کا ناصبیانہ مقصد کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ یزید اپنے ہدف میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ فتح وکامرانی تو حسین علیہ السلام کے پاک لہو کی تحریر ہے، انمٹ تحریر۔ صرف پختہ تحاریر ہی بچ پاتی ہیں، لہو کی تحریر، جیسے کربلا کی مٹی پر مولا حسین علیہ السلام نے لکھی۔ پانی پر بنے نقوش مٹ جاتے ہیں۔ کربلا رند کا بادہ ہے۔ کربلا مستی وسرشاری ہے۔ کربلا کا ساقی جس کو جام پلا دے وہی کربلا کی حقانیت کا فہم حاصل کر سکتا ہے۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنواں نجات ما نوشت

امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے صحرا میں الا اللہ یعنی توحید کا نقشہ کھینچا اور میری نجات کا سامان مہیا کیا (علامہ محمد اقبال)

کربلا مودت کے افق پر ابھرتا ہوا آسماں ہے۔ کربلا ایک وقتی سانحہ نہیں، معرفت کا اک جہاں ہے۔ کربلا حسین پاک کی قربانی کی لازوال داستاں ہے۔ کربلا سے پوچھ، کربلا کا تذکرہ کہاں کہاں ہے؟ ذکر کربلا فرشیوں تک محدود نہیں، اس کی رسائی عرشیوں تلک ہے۔ نوریوں کی آماجگاہ ہے کربلا۔ عشاق کا قبلہ شہ ابرار جہاں ہے۔ کربلا مودت سے عبارت ہے اور اس پر گواہ گنج شہیداں ہے۔ کربلا کے جانثاروں پر، کربلا کے تذکرہ نگاروں پر، کربلا کے متلاشیوں پر، کربلا کے باسیوں پر سلام

آسمان زندگی پر کہکشاں ہے کربلا
فرق استبداد پر گرز گراں ہے کربلا
حفظ ناموس بشر کی پاسباں ہے کربلا
خون کے دھارے پہ مبنی داستاں ہے کربلا
کربلا کی خاک میں اشکوں کی طغیانی بھی ہے
کربلا کی آگ میں تلوار کا پانی بھی ہے

(جوش ملیح آبادی)

کربلا کو کماحقہٗ سمجھنا ناممکن ہے، کربلا سرِ ھُو ہے۔ اتنی جہات ہیں کہ جب بھی آپ کربلا کو پڑھتے ہیں، ایک نئی جہت سے آشنا ہوتے ہیں۔ جن کی ساری زندگی کربلا پڑھتے گزر جاتی ہے وہ بھی تشنہ رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی تشنگی اور کم مائیگی کا کیا عالم ہوگا جو کربلا کو سرسری سنتے یا سرے سے پڑھتے یا جانتے ہی نہیں۔ بحر ذخار ہے کربلا۔ غوطہ لگا کے دیکھا اے شہ والا۔ گہرائی و گیرائی کا کوئی نشاں نہیں ملتا۔ کوئی حد نہیں ملتی۔

کربلا، بغض ولایت علی المرتضیٰ علیہ السلام:

ذرا تدبر سے پڑھیے، عرق ریزی ہے، خلاصہ کلام ہے، خلاصہ زیست ہے۔ کربلا دراصل بغض ولایت علی علیہ السلام کا نام ہے۔ علی نام کیوں کھٹکتا رہا اور کھٹکتا چلا آ رہا ہے ملت اسلامیہ کو؟ لوگوں کو کربلا سے دور رکھا گیا ہر طرح کے حیلے بہانے سے۔ کربلا نہ جان پائیں، کربلا کو نہ سننے دیا جائے، کربلا کو نہ پڑھنے دیا جائے، کربلا کو نہ جاننے دیا جائے۔ کربلا سے دور رکھا جائے ہر طرح سے، ہر طریقے سے، ہر دور میں، ہر ایک کو، یہی ناصبی مشن کارفرما رہا اور چلا آ رہا ہے۔ سادہ لوگ بھی غیر دانستہ طریقے سے اس سازش کا شکار نظر آتے ہیں۔ کربلا کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں۔ کربلا کے واقعے کو افسانہ باور کرایا جائے، کربلا کو دو شہزادوں کی جنگ کہا جائے۔ کربلا کا ذمہ دار کوفہ کے شیعان علی کو ٹھہرا کر یزید کو بری الذمہ قرار دیا جائے۔ امیر مینائی نے کیا خوب کہا:

جو کربلا میں شاہِ شہیداں سے پھر گئے
کعبہ سے منحرف ہوئے قرآں سے پھر گئے

یعنی ہر ممکن طریقے سے کربلا سے دور کیا جائے، دور رکھا جائے۔ کیوں کہ جس دن کربلا سمجھ آئے گی اس دن علی سمجھ آ جائے گا، مگر علی علیہ السلام کو تو سمجھنے دینا چاہتی نہیں ناصبیت کسی طور پر۔ اس لیے ناصبیت کا اثر کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا، ہر مسلک میں ناصبیت کے آلہ کار اپنا اپنا کام کرتے رہے، کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کربلا کو سمجھنے نہیں دیا جاتا، کربلا پر بات کرنے نہیں دی جاتی، پڑھے لکھے لوگ بھی کربلا اور کربلا کی حقیقت سے نابلد و ناآشنا ہیں۔ کربلا کو سمجھنے سے علی سمجھ آتا ہے اور علی علیہ السلام کو سمجھنے کا بہت مزہ آتا ہے۔ جام کوثر کا سرور آتا ہے، قسیم کوثر ہیں مولا علی علیہ السلام، قسیم النار والجنہ ہیں مولا علی علیہ السلام۔

محرم اور کربلا سے دوری، ناصبی رویہ:

جیسے ہی محرم شروع ہوتا ہے، شیعہ سنی ابحاث چھیڑ دی جاتی ہیں تاکہ لوگ کربلا کی حقیقت نہ جان پائیں، کربلا کے محرکات اور عوامل سے آگاہ نہ ہو جائیں۔ جبکہ چاہیے تو یہ تھا کہ امام حسین علیہ السلام اور خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانیوں اور کربلا و پنجتن پاک کے ذکر میں شب و روز بسر کیے جاتے نا کہ غیر ضروری فرقہ وارانہ ابحاث میں۔ اس طرح ناصبیانہ مقاصد کی تکمیل ہو رہی ہوتی ہے غیر دانستہ طریقے سے اور لوگ فرقہ وارانہ مسلکی مباحث میں وقت گزار دیتے ہیں۔ ذکر آل عبا کو اپنایئے اور اپنے گھر والوں کی آل اولاد کی تربیت اس انداز سے کریں کہ وہ اہل بیت اور اپنے آباؤ اجداد سے متصل ہوں۔ دین حسین ہے، دین پناہ بھی حسین ہے، معین الدین چشتی اجمیری نے حسین علیہ السلام کو دین کہا، دین کو پناہ دینے والا کہا۔

ہائے افسوس! کربلا کو فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ ناصبی عزائم کربلا کے ذکر و فکر سے دور رکھنے کے لیے ہر وقت متحرک رہتے ہیں۔ مختلف ابحاث چھیڑ کر محرم میں بھی کربلا سے توجہ ہٹا کر غیر ضروری باتوں میں اذہان کو الجھا دیا جاتا ہے، جبکہ یہ مختصر سی زندگی کربلا کے اسرار و فلسفہ و افادات کو سمجھنے کے لیے ناکافی ہے۔ آئین زندگی ہے کربلا۔ حیرت ہوتی ہے جو کربلا سے دور رہتے ہیں یا رکھے جاتے ہیں۔ کربلا کی جستجو تو راہ سلوک کا پہلا قدم ہے۔ لوگ کب سمجھیں گے، کب جانیں گے، پر سب نے تھوڑا ہی جاننا ہوتا ہے۔ اہل اللہ ہی اس راز سے واقف ہو پاتے ہیں۔ جو اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں وہ روئیں اپنی قسمت کو، طلب کے بغیر ہدایت نہیں ملتی، یہ سنت الٰہی ہے۔ کربلا کی بصیرت کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے اپنے گھروں میں، اپنے قرب و جوار میں، عصر حاضر میں ہم سب یزید بنے بیٹھے ہیں اگرچہ ہماری زبانیں حسین حسین کہتے نہیں تھکتیں۔

کربلا اور امام حسین علیہ السلام کی یاد محض عاشورہ کے دو دنوں تک محیط نہیں اور ناں ہی محرم کے عشرے تک یا صرف محرم کے مہینے تک محدود ہے۔ کربلا اور امام حسین علیہ السلام کی یاد سارا سال قلوب و ارواح کا سکون اور زندگی کا شعور بخشتی ہے۔ کل ارض کربلا، ہر زمین کربلا ہے اور کل یوم عاشورہ، ہر دن دسویں محرم کی طرح ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یزیدیت ہر دور میں ہر دن اپنا زہر گھولتی ہے۔ جبر و ملوکیت و طاغوت و مطلق العنانی اپنا تسلط جمانے کے لیے ہمہ وقت بر سر پیکار رہتے ہیں۔ یزیدان وقت کے مدمقابل علم حسینی لے کر حسینی جان بکف نظر آتے ہیں۔ ظلم اور ناانصافی کا راستہ روکنے کے لیے مستعد و آمادہ نظر آتے ہیں۔ ظالم اور ظلم

سے نفرت کرتے ہیں اور یزیدیت کا قلع قمع کرتے میدان عمل میں دکھائی دیتے ہیں۔حریت کے جذبے سے لیس ہو کر انسانی آزادی اور اقدار کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کی صدائے استغاثہ، **ھل من ناصر ینصرنا** ،کیا کوئی ناصر ہے جو ہماری نصرت کرے، کی بازگشت آج بھی جریدہ عالم پر گونج رہی ہے۔حسینی سر بکف ہو کر صدائے استغاثہ کے جواب میں لبیک یا حسین کا نعرہ لگا کر بانگ حق پر میدان عمل میں نکلتے دکھائی دیتے ہیں اور یزیدان وقت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے ہیں۔حریت وہ جذبہ ہے جو غیرت وخودداری سے عبارت ہے۔حریت پسند حسینی لشکر کے سپاہی ہیں جو وقت کی پکار پر اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں اور کسی بھی طرح کی قربانیوں سے دریغ نہیں کرتے۔اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد، میں یہی عکس نظر آتا ہے۔

حسینیو! تمہیں سلام

عرصہ دراز تک اہل بیت کے مناقب کتب کے انبار کے نیچے عوام سے چھپا کر رکھے گئے۔محافل میں ہر طرح کی بات کی جاتی تھی مگر اہل بیت ،پنجتن پاک ،آل عبا، اہل کساء کی بات نہیں کی جاسکتی تھی۔انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور شروع ہوا،سوشل میڈیا کی طاقت ابھر کر سامنے آئی تو مناقب اہل بیت ومعرفت کربلا بھی عام ہوئی۔فیس بک، وٹس ایپ اور دوسرے سوشل میڈیا ذرائع بھی محفل کی ایک قسم ہے۔ہم تو بات ہی کربلا کی کرتے ہیں جب بھی کرتے۔سارا سال کربلا ہماری سانسوں میں موجزن رہتی ہے الحمد للہ۔ہر پل کربلا خون میں رواں رہتی ہے، ہر دھڑکن کربلا کی یاد سے چلا کرتی ہے۔کربلا ہی تو ہماری زندگی ہے، کربلا ہی تو ہمارا اثاثہ ہے۔کربلا ہماری عقیدت بھی ہے اور عقیدہ بھی۔کربلا ہماری محبتوں اور توجہات کا محور ہے۔کربلا ہی ہمارا سب کچھ ہے۔اے کاش سب سادات اس بات کو دل کے نہاں خانوں میں بٹھا لیں کہ ان کا وجود کربلا سے مستنیر ہے۔

کربلا اور ہماری ذمہ داریاں:

پاکستان اور بالخصوص ہزارہ میں بسنے والے کثیر تعداد میں سادات علماء بھی اسی فرقہ وارانہ روش پر چل رہے ہیں۔
شیعہ سنی مباحث،فرقہ وارانہ گفتگو اور آل رسول پر کیے گئے مظالم اور ان کے ذمہ داران ومحرکات وعوامل سے لاعلم۔کسی علمی فکری وتحقیقی کام کی بجائے بے بنیاد الزامات واتہامات وبہتان میں دلچسپی ہے۔گزشتہ چار دہائیوں سے شیعہ سنی مباحث، مناظرے، پروپیگنڈے اور حقائق بغور دیکھ پڑھ اور سن رہے ہیں اور اس ضمن میں ۱۰ ہزار سے زائد کتب کھنگال کر اچھی طرح سے جان چکے ہیں کہ سادات اور محبان اہل بیت کا جو اصل درد ہے اس سے وہ کوسوں دور ہیں۔لوگوں کا مقصد مناظرانہ وفرقہ وارانہ مباحث سے لطف اندوزی، جواب الجواب اور دوسروں کو ہرا کر یا لاجواب کر کے خوشی یا تسکین حاصل کرنا ہے۔جبکہ ہمارا درد تو کچھ اور ہے۔

سادات علماء کو چاہیے کہ علمی لحاظ سے ان سب سوالات کا جواب تلاش کریں جوان کو اپنے اجداد سے متصل کرتا چلا جائے۔اپنے اجداد کا درد اپنے اندر بسائیں۔کیا اہل بیت اور ان کا ذکر ہم شیعوں کے حوالے کر کے اس سے لاتعلق اور بری الذمہ

ہو گئے ہیں اور اس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے؟ ہم آل عبا، اہل کساء، پنجتن پاک کا خون ہیں ۔ کربلا اور امام حسین علیہ السلام ہماری رگوں میں خون کی طرح موجزن ہے۔ ہماری ہر سانس کربلا کے ساتھ دھڑکتی ہے ۔ فرقہ وارانہ ابحاث سے ہٹ کر کربلا اور صاحب کربلا کے ساتھ کس حد تک پیوست ہیں ہم؟ کربلا کا درد کتنا ہمارے قلب و روح میں ہے؟ ٦١ ہجری میں خود کو کربلا کے قافلے کا حصہ متصور کر کے ہی اس درد و الم کو اپنی روح میں بسا سکتے ہیں ۔ جب شہادتوں کے بعد اس گھرانے کی عفت مآب بیبیوں کو اپنے عزیزوں کے نوک سناں پر سر بلند سروں کے ساتھ بحالت اسیری درباروں، بازاروں اور چوراہوں میں بطور باغی پھرایا گیا اور تضحیک کا نشانہ بنایا گیا۔ جب عفت مآب خانوادے کی ان پردہ دار بیبیوں کے سروں سے ردائیں چھین کر ان پر جملے کسے گئے ۔ جب دین کے نمائندے اور حکمران کی حیثیت سے یزید اور اس کے خریدے ہوئے علمائے سوء نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کو شریعت کے لحاظ سے جائز اور مستحسن امر قرار دے کر آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مظالم کے پہاڑ گرا دیے۔

یزید کو بے قصور قرار دینے کی مہم سے جہاں عام لوگ اور سادات متاثر ہوئے وہاں یزید کے حمایتی کچھ پڑھے لکھے پی ایچ ڈی، قاری و سادات علماء بھی اس زد میں آئے ۔ خوش آئند بات ہے کہ بہت سارے نوجوان سادات میں شعور اور بیداری کی لہر دوڑ رہی ہے۔ یزیدیت اور ناصبیت کو بہت تیزی سے پھیلایا جا رہا ہے۔ کچھ پچھلی چند دہائیوں سے سرایت کیے ہوئے ناصبیت کے اس زہر کے اثرات اب معدوم ہونا شروع ہوئے بالخصوص سادات سے۔ سادات کو ناصبیت کے خاتمے کا یہ علم اپنے ہاتھ میں اٹھانا پڑے گا۔ خاص طور پر پہلے مرحلے پر سادات سے ناصبیت کا خاتمہ۔ سادات علماء کو میدان عمل میں آنا پڑے گا، فتووں کی زد میں آئیں گے مگر آنا پڑے گا۔

محبان اہل بیت، آل عبا، اہل کساء و پنجتن پاک پر رافضیت کے فتوے لگتے رہے ہیں ۔ امام ابو حنیفہ پر، امام شافعی پر، طبری پر، امام حاکم پر، مورخ مسعودی پر، امام نسائی پر کس کس پر شیعہ ہونے کا الزام نہ لگایا گیا۔ عصر حاضر میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری، پیر سید ریاض حسین شاہ، مولانا طارق جمیل و دیگر کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ یہ ناصبی حربہ ہے جو کربلا سے دور رکھنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، دو دھاری تلوار کی مانند۔ نواصب کے اس کے پیچھے دو مقاصد ہیں اگر کربلا و پنجتن پاک کا ذکر کرنے والا کمزور دل ہے تو ذکر علی و حسین و کربلا سے رک جائے گا۔ اگر ڈٹ گیا تو شیعہ شیعہ کہہ کر اس کی بات کو بے اثر کر دو تاکہ لوگ اس کی طرف توجہ نہ کریں اور اس کی بات نہ سنیں ۔ لوگوں کو مختلف ابحاث میں الجھا کر محرم میں کربلا اور حسین علیہ السلام کی بات نہیں کرنے دی جاتی ۔ ہر بات کرو، اختلافی باتیں کرو، فرقہ وارانہ مباحثے و مناظرے کرو، بس محرم میں کوئی کربلا اور حسین کی بات نہ کرے اور جو کرے اسے شیعہ شیعہ کہہ دو یا کہہ دو کہ یہ تو شیعوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ گویا کربلا اور امام حسین علیہ السلام کی بات کرنا صرف شیعوں کا کام ہے اور ہم سنیوں کا اس سے کوئی سروکار نہیں ۔ فیا للعجب!

سادات علماء اور محبان اہل بیت، خود کو امام زین العابدین علیہ السلام کی جگہ رکھ کر اور بی بی زینب سلام اللہ علیہا کے درد کو کم از کم اپنی پھوپھی کے درد جتنا درد سمجھ کر کربلا کو پڑھیں، سمجھیں اور جانیں، تو درد کا احساس ہو گا۔ اس درد کو اپنے قلب و روح میں

بسا کر نسل درنسل کئی صدیوں پر محیط اپنے آباء واجداد اور آل رسول پر ڈھائے جانے والے مظالم اور ان کی تفصیلات و جزئیات تک رسائی حاصل کیجیے۔ فرقہ فرقہ، شیعہ شیعہ، سنی شیعہ، ان سب سے بالاتر ہو کر ایک طالب علم کے حیثیت سے ایک سید کی حیثیت سے ایک محقق کے طور پر کتب احادیث و تواریخ میں غوطہ زن ہو کر اپنے ایک ایک جدامجد کے حالات زندگی تک رسائی حاصل کیجیے۔ اس درد کو اپنے قلب و روح میں بسا کر علم کے سمندر سے موتی تلاش کر کے لائیے اور اپنی نسلوں کو ان سے روشناس کرائیے۔ یہ روایتی طریقہ سے ہٹ کر درد کی سواری پر سوار ہو کر، دردمندی کے جذبے کو اپنے اندر بسا کر علم کی جستجو اور تحقیق ہی منزل مراد دے گی فقط۔

کربلا، قیام حسینی کے مقاصد:

آج علم کے کتنے دعویدار، ان خطبوں کے متون اور مفاہیم سے آشنا ہیں؟ جو بھی ان خطبات وفرامین کو پورے سیاق و سباق کے ساتھ سمجھتا اور جانتا ہے اس پر کربلا میں قیام حسینی کے اغراض و مقاصد پوشیدہ نہیں۔ بات ان کی دیکھی سنی اور مانی جائے گی جو کربلا گئے یا صاحب کربلا کے ساتھ ساتھ رہے۔ باقی کسی کا بھی اپنا خیال یا ذاتی نقطہ نظر معنی نہیں رکھتا۔ دین محمدی کی تشریح جو انھوں نے بتائی وہی معتبر ہے باقی حوالہ جات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خطبات کے متن سے آگاہ ہوں، کربلا کا فہم حاصل کریں، ہر منزل پر جو ارشاد فرمایا وہ دیکھا جائے اور کربلا کو جانا جائے۔

حسینی افکار اور صرف حسینی خطبات کو ہی پڑھ لیا جائے، حسین پاک نے مدینہ میں خطبہ دیا، مکہ میں خطبات ارشاد فرمائے، مکہ سے کربلا تک راستے میں جا بجا مختلف منازل پر خطبات ارشاد فرمائے، کربلا پہنچ کر خطبات دیئے، یوم عاشورا اپنے اصحاب و انصار کی شہادتوں کے بعد بھی خطبات ارشاد کیے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے خطبات ارشاد فرمائے، سیدہ زینب بنت علی نے کربلا میں، کوفہ میں، دربار ابن زیاد میں، کوفہ سے دمشق تک راستے میں مختلف مواقع و منازل پر، دمشق میں دربار یزید ابن معاویہ میں خطبات ارشاد فرمائے۔ سیدہ ام کلثوم بنت علی اور سیدہ فاطمہ بنت الحسین کے خطبات موجود ہیں۔ تاریخ کی کتب میں غازی عباس علمدار کے خطبات، محمد بن حنفیہ کے خطبات، امام حسن مجتبیٰ علیھم السلام کے مختلف مواقع پر دیے گئے خطبات درج ہیں۔ اعوان و انصاران مولا حسین علیہ السلام کے مکالمے اور خطبات بھی اپنی پوری شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں۔ اس سے قبل مولا علی علیہ السلام کے خطبات بھی ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین بھی۔

کربلا میں حاضری کی کیفیات:

۲۰۱۶ میں جیسے ہی میری پہلی کتاب نور کربلا اور اقبال مکمل ہوئی، اذن باریابی ہوا، کربلا حاضری کا موقع ملا۔ لیپ کا سال تھا اور ۲۹ فروری ۲۰۱۶ کو میں کربلا میں موجود تھا۔ نجف اشرف سے کربلا جاتے ہوئے راستے میں بس پر سوار بہت عجیب اور منفرد کیفیات سے گزرا۔ یہ تصور ہی کتنا درد انگیز و پر کیف و گریہ آمیز تھا کہ ہم کربلا کی طرف جا رہے ہیں۔ مقام ردالشمس سے گزر کر

آ گے بڑھتے ہوئے جیسے ہی کربلا کا سائن بورڈ نظر آیا، اشکوں کا سیلاب رواں ہوا۔ پورا وجود درد و حزن سے لبریز ہو گیا۔ کربلا کو ۶۱ ہجری والی کیفیات کے ساتھ اگر محسوس نہ کیا جائے تو کربلا کب سمجھ آتی ہے۔ کربلا کو امام زین العابدین علیہ السلام، سیدہ زینب سلام اللہ علیھا و دیگر اسیران کربلا کی رفاقت کے تصور کے بنا سمجھنا بھی کیا سمجھنا؟ کربلا تو تب سمجھ آتی ہے جب انسان خود کو قافلہ حسینی کا شریک سمجھے۔

کربلا میں ہر ہر مقام پر جن کیفیات سے گزرا، ان محسوسات کو سپرد قرطاس کرنا ہرگز آسان نہیں۔ کربلا پہنچ گئے، جناب غازی عباس علمدار و مولا حسین علیھما السلام کے روضے نظر آ رہے ہیں مگر اجازت نہیں۔ پہلے حر کو سلام کرو بعد میں ہماری طرف آنا۔ جناب حر علیہ السلام کا روضہ جو امام حسین علیہ السلام کے روضے سے چند کلومیٹر آگے ہے، وہاں پہنچ گئے۔ اشکبار آنکھوں سے سلام عرض کیا اور کربلا کا سارا منظر عود کر آیا۔ کیسے جناب حر امام حسین علیہ السلام کو ۲ محرم ۶۱ ہجری میں کربلا لے کر آتے ہیں بلکہ یوں کہیے کہ کیسے مولا حسین علیہ السلام حر کو لے کر ۲ محرم ۶۱ ہجری کو کربلا میں وارد ہوتے ہیں۔ جناب حر علیہ السلام کے روضے سے واپسی پر ابھی بھی ضبط کا حکم ہے۔ پہلے میرے علمدار کو سلام کرو پھر میرے پاس آنا۔ بین الحرمین سے غازی عباس علیہ السلام کے حرم میں اذن باریابی ہوا۔ علمدار لشکر حسینی کے سلام کے بعد اب بین الحرمین میں ہیں اور مولا حسین علیہ السلام کے حرم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ دنیا و مافیھا سے بے خبر کس دنیا میں موجود ہیں۔ گروپ کے دیگر افراد اور میرے بہت شفیق دوست اور مربی پروفیسر ڈاکٹر سید امجد فرید حسنوں صاحب بھی ساتھ تھے۔ ہر کوئی اپنی اپنی دنیا میں مگن تھا۔ اپنا آپ، اپنا خاندان، بیوی بچے کچھ بھی تو یاد نہ رہا، دل و روح تو کسی اور دنیا میں پہنچ چکے تھے۔ وہ کیفیات اگر کوئی سمجھنا چاہے تو قیس عامری کے دل کو ٹٹولے، بیان کرنا ممکن نہیں۔

کربل کے ساقی سے اک جام پیا ہے
خردمندوں کی دنیا کا اب میں باسی نہیں

(سید فدا حسین شاہ ترمذی)

حرم امام حسین علیہ السلام میں داخل ہوئے، مذبح مقدس کے سامنے کتنی دیر گریہ کناں رہے، کچھ معلوم نہیں۔ ضریح امام حسین علیہ السلام کے سامنے باہر نکلنے والے دروازے پر گھنٹوں بیٹھا رہا۔ لوگ ایک طرف سے سلام کے لیے داخل ہوتے اور سلام کے بعد دوسری جانب سے باہر نکلتے۔ جہاں سے باہر نکلتے اس دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ کر ضریح کو دیکھتا رہا اور آنسو آنکھوں سے رواں رہے۔ ہجوم خلق تھا، کسی کی ٹھوکر لگتی تو کوئی اپنی دھن میں سلام کرتا نکلتا چلا جا رہا تھا۔ میں مسلسل ضریح کو دیکھتا اور آنسوؤں کا ہدیہ پیش کر رہا تھا اور قلب و روح سے دعا کر رہا تھا کہ یہ آنسو ختم ہوں تو ان آنکھوں سے خون کی برسات ہو اور وجود کا ہر ہر حصہ تحلیل ہو کر لہو کی صورت آنکھوں سے رواں ہو، بس یہ سماں بدل نہ جائے۔

غم شبیرؑ سے سینہ ہو یہاں تک لبریز
کہ رہیں خون جگر سے میری آنکھیں رنگیں

(اسد اللہ خان غالب)

کسی نے کیا خوب کہا:

میں اہل سنت ہوں اور جانتا ہوں کہ ماتم کرنا درست نہیں،
لیکن خدا کی قسم حسین پر ہوئے ظلم کو سنو تو خود کو کاٹ دینے کا دل کرتا ہے
لبیک یا حسین علیہ السلام

کرہ ارض پر جنت ہے کربلا:

کرہ ارض پر جنت ہے کربلا۔حرم مولا حسین علیہ السلام ہو یا حرم کے دروازے، بین الحرمین ہو یا غازی عباس علمدار علیہ السلام کا روضہ، خیام حسینی ہوں یا تلہ زینبیہ، مذبح مقدس ہو یا نہر علقمیٰ، مقام شہادت شہزادہ علی اصغر علیہ السلام ہو یا مقام شہادت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام، غازی عباس علمدار علیہ السلام کے بازو کٹ جانے والے مقامات ہوں یا گنج شہیداں، جناب حر کا روضہ ہو یا جناب عون کا روضہ، حبیب ابن مظاہر کی ضریح ہو یا ابراہیم مجاب کی ضریح۔ ہر ہر مقام منفرد و یکتا و یگانہ ہے۔کرہ ارض پر جنت ہے کربلا۔کربلا میں روح پر جو کیف طاری ہوتا ہے ویسا کبھی کہیں دیکھا ہی نہیں۔حج ہو کہ قیام مدینہ، گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ہم نے نبی پاک کا روضہ مدینہ میں اور دل کربلا میں دیکھا ہے۔کربلا کربلا ہے، کیوں کہ جو دل مدینے میں ہے وہ کربلا میں ہے اور کربلا سب کی توجہات کا مرکز ہے۔رب کی رحمتوں کا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبتوں و توجہات کا، علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کا نور نظر، حسن پاک و زینب علیا کی جان، کربلا میں مدفن ہے مولا حسین علیہ السلام کا۔کربلا معلیٰ ہے۔کربلا عشاق کی آماجگاہ ہے۔ سبحان اللہ۔

کربلا۔۔۔۔گلشن آل محمد
کربلا۔۔۔۔۔بوئے بوتراب و زہرا
کربلا۔۔۔۔۔آماجگاہ اولیاء
کربلا۔۔۔۔کوئے عشق

کربلا سے صرف نظر اور ناصبی حربے:

آج کل دین کے نام پر لوگوں کو کربلا سے دور کرنے کی مہم زور و شور سے جاری ہے۔اس سال ماہ محرم میں یہ بات بخوبی مشاہدہ کرنے کو ملی کہ کافی حد تک لوگ یزید کے بہی خواہ بنے بیٹھے ہیں۔یہاں تک کہ کچھ سادات بھی یزید کی طرفداری کرتے نظر آئے۔کربلا سے صرف نظر کرنے کی ترغیب مشاہدے میں آئی۔کہ کربلا کا معاملہ ضروریات دین میں سے نہیں اور قبر میں اس حوالے سے کچھ نہ پوچھا جائے گا اور نہ محشر میں اس حوالے سے کوئی سوال ہوگا۔کربلا کے واقعات تاریخ پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہ من

گھڑت واقعات اور کہانیاں ہیں۔ کربلا اقتدار کی لڑائی تھی اور دو شہزادوں کی لڑائی ہے۔ کربلا کی کہانی ایک افسانہ ہے۔ یزید نے کچھ نہیں کیا اور کوفہ کے کچھ شیعوں نے دھوکے سے حسین علیہ السلام کو بلایا تھا اور جب ان کا راز فاش ہونے کا خطرہ پیدا ہوا تو انھوں نے شب خون مارتے ہوئے حضرت حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ یزید اس معاملے میں قصوروار نہ تھا۔ حسین علیہ السلام کو امام نہیں کہنا چاہیے اور کربلا بس شیعوں کی بات ہے وغیرہ وغیرہ۔ زیادہ تر لوگوں کو ناصبیت نے ایسے ہی دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔

کربلا کے بارے میں ایک دو نہیں، بیسیوں احادیث ہیں۔ کیا سنیوں کا کربلا اور امام حسین علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں؟ شیعہ کا اپنا الگ منہج ہے اور وہ زیر بحث نہیں۔ کیا ہم سنیوں کا کربلا اور امام حسین علیہ السلام سے کوئی رشتہ نہیں؟ کوئی نسبت کوئی تعلق نہیں؟ قرآن میں **وفدینٰہ بذبح عظیم**، آیت مباہلہ، آیت مودت اور سینکڑوں آیات ہیں جن میں ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی حمایت، حق کا پرچار اور حق پرستوں کا ذکر ہے۔ کیا قرآن قصے کہانیوں کی کتاب ہے جس میں قوم سبا، قوم لوط اور مختلف قوموں اور ان کے مظالم، نافرمانیوں اور رویوں کا ذکر ہے؟ اس بابت قرآن اور قرآنی آیات بھری پڑی ہیں۔ اسوہ حسین علیہ السلام اسوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ **حسین منی و انا من الحسین**، حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اس کی شرح کیا ہے؟ کیا یہ حدیث رسول نہیں ہے؟ کیا ترمذی شریف کی یہ حدیث نہیں کہ یہ حسن اور حسین علیہما السلام میرے بیٹے ہیں، میری بیٹی کے بیٹے ہیں، میں ان سے پیار کرتا ہوں، اے اللہ تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرے تو ان کو بھی محبوب رکھ؟

کیا کربلا ظالم کے خلاف قیام کرنے کی مثال نہیں، اسوہ نہیں؟ کیا کربلا مظلوموں کی شہادت کی یادگار نہیں؟ کیا امام حسین علیہ السلام شہید نہیں؟ کیا ان کا اسوہ ہمارے لیے مشعل راہ نہیں؟ کیا ان کی سیرت ہمارے لیے نمونہ نہیں؟ کیا ان کا کردار مسلمانوں کے لیے سرمایہ ایمان نہیں؟ کیا وہ جنت کے جوانوں کے سردار نہیں؟ کیا وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبیب نہیں؟ کیا ان کی تکلیف اور پیاس سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے قرار نہ کرتی تھی؟ کیا ان کی پیدائش پر جبرائیل علیہ السلام نے کربلا کی مٹی لا کر نہیں دی تھی جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کی تھی اور انھوں نے سنبھال کر رکھی یہاں تک کہ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو وہ مٹی خون میں تبدیل ہو گئی تھی؟ کیا شہادت کی اس خبر پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے روئے نہیں تھے کہ ان کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی؟

کیا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خواب میں ۱۰ محرم والے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مغموم اور اس حالت میں نہیں آئے تھے کہ ان کے بالوں پر اور جسم مبارک و چہرہ مبارک پر گرد پڑی ہوئی تھی اور ہاتھ میں شیشی تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ میں صبح سے حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا خون جمع کر رہا ہوں؟ کیا جنوں نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر نوحہ اور گریہ نہیں کیا، اور کیا یہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی نہیں ہے؟ کیا شہادت حسین علیہ السلام پر زمین آسمان نہیں روئے؟ کیا اہل اللہ اور ہمارے اکابر کربلا اور حسین پاک کا ذکر کرتے چلے آ رہے ہیں یا نہیں؟

یہ سچ ہے مولا حسین (ع) کہ:

تیرے حریم ناز کا اس کو ملا نہ راستہ
جس کی سیاہ رات میں اشکوں کی روشنی نہیں

(علیم اللہ شاہ وارثی)

کربلا اور ذکر وفکر کربلا سے توجہ ہٹانے کے لیے کچھ ناعاقبت اندیش غیر ضروری فرقہ وارانہ مباحث میں الجھتے ہوئے اس ذکر کو شیعہ شیعہ کی گردان کی نذر کر دیتے ہیں۔ ہم سنی ہیں اور ہمارے مخاطب سنی ہیں۔ شیعہ کا اپنا الگ منہج ہے۔ کیا سنیوں کا کربلا اور امام حسین علیہ السلام سے کوئی لینا دینا نہیں ہے؟ کیا کربلا کی قربانی نے شریعت اور دین کی بقاء کا سامان پیدا کیا نہیں؟ کیا یزید کے فسق وفجور سے کتب بھری ہوئی نہیں ہیں؟ حسین پاک اور کربلا کا ذکر ہمارا ایمان اور ایمانی تقاضہ ہے۔ ہر بات کرو، بس کربلا اور حسین علیہ السلام کی بات نہ کرو، یہ کونسا رویہ اور کیسی سوچ ہے؟

امام حسین علیہ السلام کو جنت کے جوانوں کا سردار حدیث پاک میں کہا گیا۔ بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث سب اس بات پر متفق ہیں کہ مولا حسین علیہ السلام جنتی جوانوں کے سردار ہیں، آپ کے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام جنتی جوانوں کے سردار ہیں، آپ کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور آپ کے بابا مولا علی المرتضیٰ علیہ السلام ان سے بہتر ہیں۔ افسوس ہے کہ لوگوں کو علم نہیں، شعور نہیں، آگہی نہیں اور غیر ضروری ابحاث میں الجھے رہتے ہیں۔ حسین علیہ السلام اگر امام نہیں تو امت میں کس کو امام کہا جائے گا؟ دو رکعت کے امام امام حسین علیہ السلام کا مقام کیا جانیں؟ بارہ ائمہ کی حدیث میں جو امام حسین علیہ السلام کو چھوڑ کر یزید کو امام لکھتے اور سمجھتے ہوں وہ حسین علیہ السلام کو کب امام کہہ سکتے ہیں؟

کربلا سمجھی ہی کہاں گئی؟ اچھے خاصے علم کے دعویدار کربلا سے نابلد نظر آتے ہیں۔ جو ظاہری فتح اور شکست سے حق کے معیارات طے کریں وہ کیا جانیں حق کیا ہے؟ عرفان کربلا ہر کس وناکس کا کام نہیں۔ امام حسین علیہ السلام ذبح عظیم کی تفسیر ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں، دنیا وآخرت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھول، دنیا وآخرت میں امام اور جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

ذکر شہدائے کربلا پر نواصب کی بے چینی:

کچھ لوگ یوں بھی گویا ہوتے ہیں اور اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں کہ کربلا اور کربلا کی شہادتوں پر اتنا واویلا اور شور شرابہ کیوں جبکہ تاریخ اسلام میں اور بھی بہت ساری شہادتیں ہوئی ہیں؟ کبھی کسی ایک طریقے سے کبھی کسی دوسرے بہانے سے، بس ہدف ہے کہ کسی طرح کربلا کا ذکر بند کروا سکیں۔ جہالت کی انتہا ہے۔ کچھ لوگ صاحب کربلا کے ساتھ اپنے بغض کا اظہار یوں بھی کرتے ہیں کہ یہ ذکر کربلا محض ایرانیوں اور شیعوں کا کام ہے۔ انھوں نے اپنی طرف سے بارہ امام کا عقیدہ بنا رکھا ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی زوجہ شہر بانو ایرانی مجوسیوں کی بیٹی تھی اور سارے امام اس شہر بانو کی اولاد سے ہیں اس لیے ایرانی مجوسیوں نے یہ ذکر

پھیلایا وغیرہ وغیرہ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس طرح کے پروپیگنڈے اور باتیں کرنے والوں کا بغض عیاں ہے۔ سیدہ شہربانو سلام اللہ علیھا امام زین العابدین علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہیں۔ اور ائمہ اہل بیت مجوسیوں کے نہیں، اہل ایمان کے امام ہیں، امت کے مقتدا ہیں، ولیوں کے امام ہیں اور اپنے وقت کے بہترین نفوس قدسیہ ہیں اور تمام محدثین وصلحاء ومکاتیب فکر اس بات کے قائل ہیں۔

کربلا ذبح عظیم کی تفسیر ہے اور کربلا کی شہادتوں کا نقش جریدہ عالم پر انمٹ، پختہ، منفرد اور یگانہ ہے۔ تاریخ اسلام کی دیگر شہادتیں انفرادی تھیں اور کسی اور اجتماعی شہادت نے بھی اپنا اثر اس طرح نہیں بٹھایا جیسا رنگ کربلا کی شہادتوں نے جمایا۔ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی اس بات کے معترف ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کو سید الشہداء کہا گیا ہے۔ حسین پاک امام ہیں، حسن پاک امام ہیں۔ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ کربلا کی قربانی کے نقوش انمٹ ہیں ورنہ شہید تو حمزہ بھی ہیں، جعفر طیار بھی ہیں، حسن پاک بھی ہیں، خود مولا علی بھی ہیں، حسین پاک کی اولاد سے آخری کے سوا سب امام شہید ہیں، علیھم السلام اور تاریخ بے گناہ مقتولین اور شہداء کے ناموں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن جو شہرت، پذیرائی، درد اور ذکر کربلا کے شہیدوں کے حصے میں آیا، اس پر ناصبیت چیں بہ جبیں ہے اور حیلے بہانوں سے اس کے اثر سے نالاں نظر آتی ہے۔ ایک ششماہے، شیر خوار علی اصغر علیہ السلام کی شہادت نے دنیا کو متاثر کر رکھا ہے اور استعارۃً ناصبیت اس شہادت کے تذکرے کو روکنے کے لیے دنیا بھر میں سرگرداں و حیراں و پریشاں پھرتی نظر آتی ہے اور اس ذکر کو روکنے کے لیے کانفرنسز و سیمینار و قرار دادیں پیش کرتی دکھائی دیتی ہے۔

نواصب اور معترضین کو حسین پاک کی شہادت پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنا چاہیے کہ امام حسین علیہ السلام کی ولادت پر جبرائیل علیہ السلام سے خبر شہادت سن کر گریہ کیوں فرمایا۔ انتقال کے بعد ۶۱ ہجری میں کسی اور شہید کے لئے نہیں گئے پر کربلا میں گرد سے اٹے ہوئے، شیشی میں حسین پاک اور ان کے اصحاب کا خون، بکھرے بالوں اور غمگین حالت میں کیوں جمع کرنے آئے؟ خدا سے پوچھنا چاہیے تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ دنبہ لٹا کر حسین مولا کو ذبح عظیم اور صحیفہ یرمیاہ میں اس عظیم شہادت کا ذکر کیوں فرمایا؟ کربلا سے بغض اور ذکر حسین سے چڑ ناصبیانہ سوچ کو پریشان کرتی رہی ہے اور تا حشر کرتی رہے گی۔۔۔ فاعتبرو!

رد روافض یا یزید سے ہمدردی:

امام حسین علیہ السلام کو جنت کے جوانوں کی سرداری اس وقت ملی جب وہ چار سال کے تھے، ان کا قیام کس مقصد سے تھا؟ قیام حسینی کے اغراض و مقاصد پر غور تو کیا ہوتا۔ یزید ایک فاسق و فاجر، زانی و شرابی تھا۔ اگر متقی بھی ہوتا تو لعین ہوتا کہ خانوادہ رسول کی شہادتوں اور ظلم و جور کا ذمہ دار ہے، حرہ کے واقعہ کے دردناک مظالم کا ذمہ دار ہے، کعبۃ اللہ کی بے حرمتی کا ذمہ دار ہے۔ ابن کثیر سے لے کر ہر مورخ اور محدث نے تفصیلات رقم کی ہیں۔ محض شیعہ کی ضد میں حسین علیہ السلام کو چھوڑنا یا ان سے پہلو تہی یا دوری اختیار کرنا اور یزید کا دفاع کرنا یقیناً گھاٹے کا سودا ہے۔ جنت کے جوانوں کے سردار کو چھوڑ کر اسفل الاسفلین کے حامل یزید کی طرفداری کونسی عقلمندی ہے؟ قیام حسینی کے اغراض و مقاصد اگر ایک امتی کو نہیں معلوم تو کیا امتی ہے وہ؟ یہ ایک سوال ہے جو ہر امتی کو خود

سے پوچھنا ہے۔

یزید لعنتی تھا، لعنتی ہے اور لعنتی رہے گا تا صبح قیامت۔ وکان مفعول، لواطت پسند تھا۔ لواطت کروانے والا تھا۔ کان مفعول، اس کے کردار کی عکاسی کرتا ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ یوں ہے کہ وہ Gay تھا She Gay۔ یہ کوئی میں اپنی طرف سے نفرت یا حقارت کے باعث نہیں کہہ رہا، کتب کثیرہ میں علماء نے لکھا ہے۔ یزید پر لعنت، ہزار بار، لاکھ بار، کروڑ بار، جی نہیں بھرا، ان گنت بار، بے شمار لعنت۔ ہم وہ نہیں کہ جو یزید پر لعنت کرنے میں توقف یا تامل برتتے ہوں یا تذبذب کا شکار رہیں۔ جن کا ممدوح و امام یزید مفعول ہے، ان کا کیا لحاظ، کیسا لحاظ؟ اتنی ہی یزید کے ہمدردوں پر بھی، یزید کے چاہنے والوں پر بھی، یزید کے بہی خواہوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت۔ یزید کے گلے میں تا قیامت لعنت کا طوق رہے گا اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔

دشمن جو ہو حسین علیہ السلام کا
آتش نہ کم سمجھ اسے ابنِ زیاد سے

(خواجہ حیدر علی آتش)

ناصبی مدافعت یزید میں اٹکل پچو لاتے رہے ہیں، لاتے رہیں گے۔ یزید کی محبت میں لوگ کیسے غرق ہیں گویا بحر نجاست میں غوطہ زن ہیں نجس کی محبت نجس کر دیتی ہے۔ اچھی طرح سے جان لیجیے کہ یزید کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روز قیامت پر یقین نہیں رکھتے ورنہ وہ ضرور اپنی خیر مناتے۔ جو حسین پاک سے دور ہے وہ انسانیت سے دور ہے، بلکہ جو حسین پاک سے جتنا دور ہے وہ انسانیت سے بھی اتنا ہی دور ہے جنت کے جوانوں کے سردار کو چھوڑ کر یزید کے متمنی یزید کے ساتھ ہوں گے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی جس سے محبت ہے وہ اس کے ساتھ محشور ہوگا۔ محبت کی راہ میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے، چاہے کوئی کسی سے بھی محبت کرے۔ کوئی یزید سے محبت کرے یا کوئی حسین علیہ السلام سے محبت کرے۔ محبت کرنے والے کو دعا دینی چاہیے کہ اللہ دنیا و آخرت میں اسے محبوب کا ساتھ دے۔ یزید سے محبت کرنے والوں کو یزید کا اور حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والوں کو حسین کا ساتھ نصیب ہو۔ سب مل کر آمین کہیں۔ جزاک اللہ۔ صد شکر کہ ہماری نسبت و محبت کربلا و صاحب کربلا سے ہے۔

کربلا، دل اک ٹکڑا درد کا:

سچی بات ہے کہ دل اک ٹکڑا درد کا اور روح نینوئی کے قریب ہے۔ سب اشک، سبھی درد، اے میرے مولا حسین (ع)! میں اپنی زیست کے سارے درد، سارے اشک لے آیا، روح نینوئی پر لب فرات منتظر ہے۔ جو دل اور روح غم، درد اور سوز سے آشنا نہیں، وہ بھلا غم حسین علیہ السلام کو کیا سمجھیں گے؟ جس کو درد کا تحفہ نہ ملا اور جس کے شب و روز میں گریہ نہیں، وہ بھی کوئی رمز آشنا

ہے؟ مانا کہ غم دنیا بہت کٹھن ہیں لیکن دنیا کے سارے غم، غم حسین علیہ السلام میں چھپ جاتے ہیں۔ درد، گریہ، نالہ، اشک، سوز، کیف، مستی، سرور، مناجات، دل مضطر، یہ سب ہی تو متاع زیست ہے۔ کربلا نہ ہوتی تو ہمارے دل درد والم سے پھٹ جاتے، کربلا ہی تو ہم بے کسوں کی ڈھارس ہے۔ ہم تو درد کے سوداگر ہیں بھائی، درد کا سودا بیچتے ہیں، کچھ گاہک ہاتھ لگ جاتے ہیں جو دست بدستی خرید لیتے ہیں۔ کربلا میں عشاق پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ ۶۱ ہجری کے محرم کی کربلا میں موجودگی والی کیفیت ہوتی ہے۔

نویں اور دسویں محرم کو عشاق کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے۔ وہ کسی بحث میں الجھنے کی بجائے کربلا کے تصور میں جینا چاہتے ہیں۔ شب عاشور، یوم عاشور، صبح عاشور، عصر عاشور اور شام غریباں کے لمحات تو عاشق کا کل سرمایہ۔ گریہ مسلسل، درد واضطراب، سوز وگداز اور عاشور کے لمحات بہت قیمتی ہیں۔ ایک ایک پل کربلا کو سننے، پڑھنے، گریہ کرنے اور سوز وگداز حاصل کرنے کو عشاق بے چین رہتے ہیں۔ فضول اور روزمرہ کے معاملات وگفتگو ترک کرتے ہیں۔ یہ قیمتی لمحات ۶۱ ہجری کے تصور اور کربلا کے تخیل میں گزارتے ہیں۔ آگہی اور درد کے ساتھ ہر ساعت اپنے آپ کو نقش امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پیوست رکھتے ہیں کہ ان لمحات میں، اس وقت ۶۱ ہجری میں کربلا میں کیا ہو رہا تھا، خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن تکالیف ومصائب سے دوچار تھا؟

ایام غم اور اظہار شادمانی:

مگر ایسے لوگ بھی ہیں جو ان لمحات کی قدر وقیمت سے ناواقف ہیں۔ محرم آتے ہی کبھی رد روافض، کبھی شرک فی الرسالت، کبھی دفاع صحابہ، کبھی ماتم، کبھی گھوڑا یا دیگر معاملات زیر بحث لانا شروع ہو جاتے ہیں، محرم اور کربلا کی بات نہیں کرتے۔ یہ بھی کربلا سے توجہ ہٹانے کا ناصبی حربہ ہے کہ کسی بھی موضوع کو زیر بحث لایا جائے مگر محرم اور کربلا سے لوگوں کو دور رکھا جائے۔ کثیر تعداد میں لوگ اپنے خاندان کے ساتھ سیر سپاٹوں کے لیے نکل پڑتے ہیں۔ کچھ یاروں دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور خوش گپیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کچھ فرقہ وارانہ اور شیعہ سنی مناظرانہ ابحاث میں الجھے رہتے ہیں۔ کچھ فتنہ گر ہیں اور کچھ جہالت اور لاعلمی کا شکار۔ پس پشت ناصبیانہ مقصد کارفرما ہے اور لوگ دانستہ اور نادانستہ اس کا حصہ بنے رہتے ہیں۔ کربلا کو پتا نہیں کیا سمجھتے؟ چند رٹی رٹائی اور بے سروپا باتیں ہیں اور ڈھٹائی دیکھو کہ اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا؟ افسوس ہے امت کی حالت زار پر! لوگ شیعہ دشمنی میں آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ گئے۔ یہ حسین پاک کے نانا کو کیا منہ دکھائیں گے روز محشر؟ آیت مودت بھول جاتے ہیں، اہل بیت کی محبت میں وارد سینکڑوں احادیث اور سرکار پاک کی سنتیں پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ سب کچھ فراموش کر دیتے ہیں اور یہ بھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجر رسالت نہیں مانگا مگر اہل قرابت کی مودت اور یہ مودت قرآن نے فرض کی ہے۔

مہ محرم لاتا ہے یہ پیام ہر برس
جو حسین کا نہیں وہ نبی کا نہیں

(سید فدا حسین شاہ ترمذی)

عشاق کے لیے غم آوری کسی حیلے بہانے کی محتاج نہیں:

عشاق کو غم آوری کے لیے کسی حیلے بہانے یا لمبے چوڑے قصوں یا فتوؤں کی ضرورت نہیں ہوتی۔عشاق کے قلوب وارواح محبت اہل بیت سے اس درجہ سیراب ہوتے ہیں کہ اُدھر کربلا، شب عاشور، یوم عاشور، شام غریباں، اسیری، سبیل، سیدہ سکینہ، علی اصغر، علی اکبر، عباس علمدار، زینب، ام کلثوم، زہرا، زین العابدین، حسن اور حسین علیھم السلام میں سے کسی کا نام لو، اِدھران کی چشمان سے آنسورواں ہوجاتے ہیں۔عشاق کو ایک ایک واقعہ اوراس کا پس منظر بخوبی معلوم ہوتا ہے اوران کی دھڑکنیں، سانسیں اور ارواح خانوادہ نبوت کے غم وآلام میں رچی بسی ہوتی ہیں۔عشاق غم آوری کے کسی بیرونی حیلے بہانے کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ اندرونی طور پراتنے مالا مال ہوتے ہیں کہ محبت کے بے پناہ موتی ان کی آنکھوں سے چھلکتے رہتے ہیں۔جو غم آوری کے لیے کسی بیرونی حیلے کے محتاج ہوتے ہیں وہ اپنے دعویٔ عشق میں کھوکھلے ہوتے ہیں۔اور جو کسی بیرونی حیلے کے باوجود غم آوری سے دور رہتے ہیں وہ دراصل اس پاک گھرانے کی محبت سے دور ہیں۔فاعتبرو!

واصف علی واصف نے کیا خوب کہا: جس طرح امام عالی مقامؑ اللہ کی رضا کے وارث ہیں، اسی طرح امامؑ کے غم کے بھی وارث پیدا ہوتے ہیں جو کہ پڑھنے سے نہیں بنتے۔وہ ان کی طرف سے خود بخود توجہ ہوتی ہے اور عنایت ہوتی ہے اور رہنمائی ہوتی ہے (واصف علی واصف، گفتگو۱۴، صفحہ نمبر ۷۸)۔ابوانیس محمد برکت علی لودھیانوی کی دختر نیک اختر صاحبزادی انیس اختر نے بہت محبت سے لکھا کہ: کائنات عالم نے صرف ایک شہزادے کو ''کونین کا شہزادہ'' تسلیم کیا جن کے فراق میں رونا میرے دل کی طہارت کا وہ وضو ہے جو کبھی نہیں ٹوٹتا۔آنسو جب خشک ہوجاتے ہیں، جگر خون کے آنسو بہانے لگتا ہے۔بندے بندوں سے لڑا کرتے ہیں اور مرا کرتے ہیں۔ایسی توہین اور ایسی بے ادبی ۔۔۔۔ جسد اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پرزے پرزے کرنا کبھی بھول سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔یہ تصور ہمیشہ قائم رہتا ہے۔عشق کبھی اسے معاف نہیں کرسکتا اور نہ ہی کبھی آنکھوں سے اوجھل ہونے دیتا ہے (تذکرۂ حسین شہزادہ کونین علیہ السلام: ۲۵)

حسن اور حسین علیھما السلام ہی کائنات کے دوشہزادے ہیں جو دوش نبوت کے سوار ہیں، جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔کربلا کو دوشہزادوں کی جنگ کہنے والوں کو شدید مغالطہ ہوا ہے۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقط دوشہزادے تھے اور وہ حسن اور حسین علیھما السلام ہیں۔

آمد محرم اور کیفیات غم:

محرم الحرام کی آمد ہے گویا غم وآلام کی بارش ہے۔اپنی روح پر سوگواری کی چھتری کا سایہ کریں، اپنے شب وروز رقت وگریہ ویاد مولا حسین علیہ السلام وکربلا میں بسر کریں، اپنے غیر ضروری معمولات سے اجتناب کریں اور فقط کربلا کو اپنے قلوب و ارواح میں بسا کر تصور کربلا میں وقت گزاریے۔غلامان وعشاقان آل عبا کا یہی شیوہ رہا ہے۔

لبیک یا حسین (ع)

آ غمِ شبیر آ

سینے لگا کر چوم لوں

آ غمِ شبیر آ

پلکوں پہ سجا کر چوم لوں

آ غمِ شبیر آ

روح میں بسا کر چوم لوں

آ غمِ شبیر آ

سانسوں میں ملا کر چوم لوں

وفا داروں کو سلام

غم خواروں کو سلام

مولا حسین (ع) آپ کے تمام نمک حلالوں کو سلام

آہ۔۔۔۔۔

کوثر و تسنیم و سلسبیل کے چشموں کے مالک جنت کے سرداروں کو پیاسا ستایا گیا!!!!!!

آہ۔۔۔

بندشِ آب و صدائے العطش

ہائے محرم کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر آب و دانہ بند کر دیا گیا۔۔۔۔۔ساقی کوثر کی اولاد پر؟؟؟

ہائے کربلا سے مدینہ کیسے گئی زینب!

اللہ رے حوصلہ حضرت زینب!!!!!

غمِ حسین (ع)!

تو سدا میری روح میں موجزن رہے

تیرا غم ہو اگر میسر تو پھر کوئی غم نہیں!!!

آہ اے ماہِ محرم!

ایامِ عزا، الم و غم سے معمور، سراپا اداسی، چار سُو سوگواری، حزن و اضطراب،

گلشنِ بتول کے شہزادے، شہدائے کربلا، اسیرانِ کربلا، تصور ہی ہوشربا

میری روح لب فرات منتظر آمد قافلہ حسینی کی !!!

السلام علیک یا ابا عبداللہ الحسین !!!!

فداک روحی وقلبی فداک ابی وامی ووالدی وولدی واخی واختی وذریتی واجدادی یا ابا عبداللہ الحسین

ساری کائنات میں شہدائے کربلا کی خوشبو پھیلتی چلی آرہی ہے سرعت سے

محرم کے چاند کے نمودار ہونے کی منتظر ہر ایک غلام کی آنکھیں

غلاموں کے لیے اشک باری وگریہ زاری ونعمت باری کا تحفہ لیے چلا آرہا ہے ماہ محرم

چلا آرہا ہے سوئے کربلا اک کارواں:

چلا آرہا ہے اشکوں کا اک سیل رواں

چلا آرہا ہے سوئے کربلا اک کارواں

ایک ایسا کارواں کہ نگاہ فلک نے دیکھا نہیں اس جیسا کارواں

ایک ایسا کارواں جو تاریخ میں انمول رہ گیا

ایک ایسا کارواں جس کے بہادروں کی وفا کی مثال نہیں ملتی

ایک ایسا کارواں جس کا سردار جنت کے جوانوں کا سردار ہے

ایک ایسا کارواں جو ہمسفر ہے راکب دوش پیمبر کا

ایک ایسا کارواں جس میں نبی کی آل ہے

ایک ایسا کارواں جس میں ابوطالب کا کنبہ ہے

ایک ایسا کارواں جس میں علی کے بیٹے ہیں

ایک ایسا کارواں جس کی ملکہ عقیلہ بنی ہاشم ہے

ایک ایسا کارواں جس میں علی کی بیٹیاں ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں اسیران کربلا وکوفہ وشام ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں علی اصغر جیسا شیرخوار بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں علی اکبر جیسے جوان بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں عباس علمدار کے شانے بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں قمر بنی ہاشم بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں عفت مآب بیبیاں بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں نبی زادیاں بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں عابد بیمار بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں بتول زادیاں بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں زینب کی بہن ام کلثوم بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں حسین کی لاڈلی دختر سکینہ بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں حسین کی بیٹی فاطمہ صغریٰ بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں حسین کی محبوب زوجہ رباب بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں حسن مجتبےٰ کے بیٹے قاسم جیسے نوخیز بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں برادران علمدار بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں زینب زادے عون ومحمد بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں برادران مسلم بن عقیل بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں پسران مسلم بن عقیل بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں انصاران حسین بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں بتول کی کنیز فضہ بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں مسلم ابن عوسجہ جیسے بوڑھے بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں حبیب ابن مظاہر جیسے دوست بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں جون جیسے غلام بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس میں حر جیسے سعید بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس کے بہتر لاکھوں پر بھاری بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس کے دبدبے سے لشکر یزید میں کھلبلی بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں بریر بن حضیر جیسے قاری بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس کی شان نرالی بھی ہے

ایک ایسا کارواں جس میں نافع ہلالی بھی ہیں

ایک ایسا کارواں جس کے در کے ہم سوالی بھی ہیں

آہ! محرم اور مدینہ:

۲۰۱۶ میں حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ شریف قیام کے دوران محرم کا چاند مدینے میں صحن مسجد نبوی میں دیکھا۔ اشکوں کا سمندر رواں ہو گیا، درد والم سے قلب و روح معمور ہو گئے۔ اضطراب و سوز و گداز جاں گزیں ہوا تو جان کائنات ہی ہر دکھ کا مداوا تھا۔ مدینہ شریف میں فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد جیسے ہی جنت البقیع کا گیٹ کھولا جاتا تو میں فوراً پہنچ جاتا۔ جنت البقیع کے گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہی دائیں سمت اہل بیت کی قبور ہیں۔ وہاں سے روضئہ پاک کا نظارہ اور سامنے اہل بیت کی قبور، اک طرف گنبد خضریٰ ہے اور دوسری طرف اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدہ فاطمۃ الزہرا، عباس بن عبدالمطلب، حسن مجتبیٰ، زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق علیہم السلام کی ۶ قبور ہیں۔ میں گاہے سیدہ فاطمہ، امام زین العابدین و دیگر قبور اہل بیت علیہم السلام کو دیکھتا تو گاہے گنبد خضریٰ کو۔ اک نظر نانا کے روضے پر اور دوسری نظر ماں کی قبر پر۔ سلام کے اشعار لبوں پر رواں ہوئے گویا تمام کائنات مل کر پڑھ رہی ہو۔ امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے رخصتی کا آخری سلام۔ سلام نانا کے روضے، سلام ماں کے مزار۔ آنکھوں سے مولا حسین علیہ السلام کی مدینہ سے رخصتی کے تصور سے موتی چھلک رہے تھے۔ کیا عطا تھی، کیا کرم تھا، کیا منظر تھا۔

سلام نانا کے روضے
سلام ماں کے مزار

میں جب جب جنت البقیع گیا، قیام مدینہ کے دوران بلا ناغہ روزانہ کا یہی معمول رہا۔ آنسو نہیں تھمتے تھے، گھنٹوں کھڑا رہتا۔ جتنا وقت جنت البقیع کا گیٹ کھلا رہتا، میں وہیں اسی مخصوص مقام پر رکا رہتا، فجر کی نماز کے بعد بھی اور عصر کی نماز کے بعد بھی۔ ایک طرف زہرا پاک کی قبر کو دیکھتا تو دوسری سمت گنبد خضریٰ کو۔ پھر حسین پاک کا الوداعی منظر آنکھوں سے نہ ہٹتا اور سلام کے اشعار لبوں سے۔ سلام نانا کے روضے، سلام ماں کے مزار، یہ بازگشت ارتعاش روح کا سامان مہیا کرتی۔ سیل ہائے اشک رواں ہو جاتے، گریہ وزاری و لطف باری کا مشاہدہ کرتا اور شکر گزاری کی قلت ہمیشہ آڑے رہتی۔ کروڑہا شکر خالق بحر و بر کا کہ جس نے کربلا اور صاحب کربلا امام حسین علیہ السلام یعنی حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مودت اور درد جیسی نعمت کبریٰ سے نوازا۔

فرزند پیمبر کا مدینے سے سفر ہے
سادات کی بستی کے اجڑنے کی خبر ہے
در پیش ہے وہ غم کہ جہاں زیر و زبر ہے
گل چاک گریباں ہیں صبا خاک بہ سر ہے
گل رو صفت غنچہ کمر بستہ کھڑے ہیں
سب ایک جگہ صورت گلدستہ کھڑے ہیں

(میر ببر علی انیس)

ماہ محرم اور شادی و نکاح:

جو شخص غم حسین علیہ السلام میں آزردہ نہ ہوا، آنکھیں نم نہ ہوئیں، خوشیاں مناتا رہا یا آلام و مصائب اہل بیت پر رنجیدہ نہ ہوا، روح مضمحل نہ ہوئی، قلب گھائل نہ ہوا، ذکر اہل بیت سے دور رہا یا دور کرتا رہا، ذکر حسین علیہ السلام کی بجائے دیگر مشاغل میں مبتلا رہا، ایسے شخص کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے۔ محبت اہل بیت کو حسن خاتمہ میں بڑا دخل ہے، مجدد الف ثانی سے لے کر اکابر دیوبند تک نے یہ بات صراحت کے ساتھ لکھی ہے، حافظ ظفر اللہ شفیق صاحب دیوبندی نے بھی اپنی کتاب امام حسین اور واقعہ کربلا میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔

کچھ لوگ محرم میں شادیاں رچاتے ہیں یا شادیوں کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں۔ کچھ محرم میں شادیاں نہ کرنا بدعت گردانتے ہیں اور شادیوں کی ترغیب دینا اپنا فرض اور ایمان سمجھتے ہیں۔ کسی کی ماں، باپ، بہن، بھائی، بیٹا یا بیٹی مر جائے تو کوئی بھی چوتھے دن یا اگلے ہفتے یا برسی والے دن شادی نہیں کرتا ہے، نہ کسی کی شادی میں شریک ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کا دل غم سے معمور ہوتا ہے اور وہ کسی خوشی میں شرکت کرنے سے گریز کرتا ہے درآنحالیکہ شریعت میں منع نہیں چوتھے دن شادی کرنا۔ بات یہ ہے کہ کس کا دکھ کتنا ہے آپ کو، غم یار میں روتا وہی ہے جو اپنا ہوتا ہے۔ جس کو امام حسین علیہ السلام اور خانوادہ نبوت کا دکھ اپنی ماں کے دکھ سے بڑھ کر اور کائنات کی سب ماؤں کے دکھوں سے بڑھ کر ہو تو وہ دکھ بھری کیفیات میں رہے گا اور سمجھ پائے گا۔ ہر کوئی اپنی اپنی دھن میں ہے، صد شکر کہ ہماری دھن کربلا، علی و آل علی علیھم السلام ہے۔ نسل در نسل دی جانے والی قربانیاں رائیگاں نہیں جاسکتیں، اور ذکر آل عبا کو مٹانے کا خواب دیکھنے والے خود مٹ جائیں گے۔

اجازت شرعی کے باوجود جب کوئی انسان اپنی ماں کے مرنے پر یا برسی پر شادی کرنا گوارا نہ کرے تو پھر محرم میں اور بالخصوص نویں اور دسویں محرم کو کیسے کر لے گا؟ وہ مولویوں اور مفتیوں کے ہاں ایک مقولہ مشہور ہے فتویٰ اور ہے تقویٰ اور۔ آج کل جان بوجھ کر محرم میں شادیوں کی ترغیب دی جانے لگی ہے، خوشیاں منانے اور دیگر مشاغل میں منہمک رہنے والے غم حسین علیہ السلام کیا جانیں۔ محرم میں نکاح یا شادی ممنوع نہیں ہے، لیکن جو جذبات اور احساسات کا ادراک رکھتے ہیں وہ یہ بات بخوبی جان سکتے ہیں کہ عشاق جب ۶۱ ہجری کے تصور کے ساتھ دوران محرم کربلا کو محسوس کر رہے ہوتے ہیں تو ان کے قلوب و ارواح پر لشکر حسینی و خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گزرنے والے مصائب و آلام کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں؟ وہ کربلا میں بندش آب، بچوں کی پیاس، شہادتوں اور اسیری کے واقعات کے تصور سے آزردہ خاطر ہوتے ہیں۔ جس کو کربلا سمجھ آتی ہو وہ تو کسی بھی خوشی کا تصور نہیں کر سکتا، جس کو نہیں آتی تو وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ اہل مودت کا شعار الگ ہے اور مولویوں کے مسائل الگ۔ حافظ ظفر اللہ شفیق صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب امام حسینؓ اور واقعہ کربلا میں ''غم امام پر ہمارا مجرمانہ کردار'' کے نام سے ایک پورا باب باندھا ہے۔

ایک ناصبیت زدہ بریلوی سے مکالمہ:

ایک ناصبیت زدہ بریلوی عطاری سے گزشتہ برس محرم کے دوران ہونے والا مکالمہ اس رویے کی بہتر عکاسی کرسکتا ہے۔ کس طرح سے لوگوں کو کربلا اور خانوادہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کردیا گیا؟ بریلوی مکتب فکر جو عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دعویدار ہے، کس طرح سے ناصبیت کے زہر سے کربلا اور صاحب کربلا، آل عبا و اہل کساء اور پنجتن پاک و اہل بیت سے دور ہوتا چلا جارہا ہے؟ اور یہ مجموعی رویہ ہے جو بدقسمتی سے اہل سنت میں تیزی سے سرایت کرتا چلا جارہا ہے۔ رد روافض اور شیعہ کی ضد میں ناصبیت کی جھولی میں گرتے چلے جارہے ہیں۔

ناصبیت زدہ سوچ: مجھے عاشورہ کے دنوں کوئی غم نہیں ہوتا بلکہ چھٹیوں کی خوشی ہوتی اگر تم غمزدہ ہو تو رہو، پر اہلسنت سے غم کی امید تمہاری شدت پسندی ہے

مصنف: استغفراللہ! عاشورہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمزدہ تھے، بال بکھرے ہوئے تھے، چہرہ مبارک گرد سے اٹا ہوا تھا، شیشی میں حسین وانصاران حسین علیھم السلام کا خون جمع کررہے تھے۔ وہ اہل سنت کیسا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر نہ ہو؟ ہاں عاشورہ کے دن خوش ہونا بنی امیہ کی سنت ہے، آپ کو مبارک ہو۔

ناصبیت زدہ سوچ: امام احمد رضا خان نے یہی کہا ہے شاہ جی

مصنف: پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے سامنے کسی کا قول حجت نہیں رکھتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ شاہ احمد رضا خان صاحب نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا وعبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما کے خواب کتب احادیث میں موجود نہیں ہیں کیا؟ شاہ احمد رضا خان صاحب نے گریہ کو نعمت کہا ہے۔ اکابر دیوبند نے ایسا کچھ نہیں کہا، بلکہ اشرف علی تھانوی صاحب نے کہا ہے کہ فی الحقیقت واقعۂ جانکاہ جناب سیدالشہداء حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنہُ وَعَن اَحبَابِہ وَسَخِطَ عَلیٰ قَاتِلِہِ وَ اَعدَائِہِ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین وآسمان وحور وملک وجن وانس و جمادات ونبادات و حیوانات یہ کہہ کر رودیں کہ صُبت عَلَیَّ مَصَائِب'' لَو اَنَّھَا صُبَّت عَلَی الاَیَّامِ صِرنَ لَیا لَیا تو بھی تھوڑا ہے۔

ناصبیت زدہ سوچ: جب آپ نے پہلا جملہ کہہ دیا تو دوسری باتوں کی گنجائش نہیں بچتی، مجھے حیرانی ہورہی کہ اہلبیت کے معاملے میں کافی شیعہ اور سنی اپنے ہی علماء کو نہیں مانتے جبکہ فضائل بھی بتانے والے وہی ہیں، یہاں آپکا رویہ منکرین حدیث سے ملتا، اگر وہ نہیں تو اہلحدیثوں سے تو ضرور ملتا جو امامت اور فقہ کے قائل نہیں۔ یہ ایک فطری عمل ہے، لیکن ہمیں وہ احادیث بھی ملتی ہیں جن میں نوحہ اور ماتم سے منع کیا گیا تین دن سے زیادہ سوگ اور جمہور کا اسی پر اتفاق ہے، میں اگر ان دنوں غم نہیں کرتا، خوش رہتا تو اسلام کے مطابق میرے پر کوئی گناہ نہیں، شاہ جی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے بیٹے کی پیدائش پر روئے کتنے مسلمانوں کو وہ تاریخ یاد یا کتنے اس دن غم کرتے ہیں؟

مصنف: اصل میں جب انسان خود کو عقل کل سمجھتا ہے اور اپنے ذہن پر قیاس کرتا ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ نوحہ، ماتم اور سوگ الگ ہے، غم

اور درد الگ۔ کسی کا جواں بیٹا مر جائے تو سوگ تین دن کا ہوگا غم اور درد ساری زندگی کا۔ سوگ ختم ہو جاتا ہے، درد اور گھاؤ ساری زندگی ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ سید الشہداء جناب حمزہ بن عبد المطلب کا غم اور دکھ تمام عمر نبی پاک کے ساتھ ساتھ رہا، علیہم السلام۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باقاعدگی کے ساتھ ہفتہ وار قبر حمزہ پر جانا، اپنے چچا کو یاد کرنا، گریہ کرنا، تڑپنا اور اس دکھ کا اظہار کتب احادیث و سیَر و تواریخ و مغازی میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اہل بیت علیہم السلام بھی اسی روش پر رہے اور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بھی باقاعدگی سے ہفتے میں ایک بار ضرور قبر حمزہ پر جاتی رہیں، گریہ کرتی رہیں اور قبر حمزہ کے پاس نماز پڑھتی رہیں۔

اپنے والد کی برسی پر بھی خوش ہونا چاہیے۔ آرمی پبلک سکول پشاور میں معصوم بچوں کے قتل پر آج ۹ سال گزرنے کے بعد بھی ان کے والدین، خاندان اور عام پاکستانی مغموم نظر آتے ہیں، اور آج بھی ۱۶ دسمبر کو برسی کے موقع پر والدین کی آنکھوں سے آنسو نہیں خشک ہوتے۔ افسردہ ہونے کی بجائے انھیں خوش ہونا چاہیے اور خوشی کا ہر انداز اپنانا چاہیے۔ گریہ الگ چیز ہے۔ گریہ نعمت ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوگ سے منع فرمایا، گریہ اور غم سے نہیں۔ جو چیز طبعی ہوتی ہے وہ محبت سے مشروط ہوتی ہے۔ میرے کسی مرنے والے کا دکھ مجھے ہی ہوگا کسی غیر کو نہیں۔ نسبت، تعلق اور محبت و درد کے سلسلے ہیں۔ خیر یہ عطا کی باتیں ہیں، علم کی نہیں۔ جی اور خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈھائے جانے والے مظالم پر اہل مودت کو خوش ہی ہونا چاہیے، غمگین نہیں۔ چھٹیوں کی خوشی ہے، واہ! کیا ایمان ہے اور کیا ایمانداری کی باتیں؟ کچھ تو حیا ہونا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں: کون سا سنی ہوگا جسے واقِعہ ہائلہ کربلا (یعنی کربلا کے خوف ناک قصّے) کا غم نہیں یا اُس کی یاد سے اس کا دل محزون (یعنی رنجیدہ) اور آنکھ پُرنم (یعنی اشک بار) نہیں، ہاں مصائب (یعنی مصیبتوں) میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع (یعنی رونے پیٹنے) کو شریعت منع فرماتی ہے، اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہو اُسے جھوٹا اظہارِ غم رِیا ہے اور قصداً غم آوری وغم پروری (یعنی جان بوجھ کر غم کی کیفیت پیدا کرنا اور غم پالے رہنا) خلاف رِضا ہے۔ جسے اس (واقِعہ ہائلہ کربلا یعنی کربلا کے خوف ناک قصّے) کا غم نہ ہوا سے بےغم نہ رہنا چاہیے بلکہ اس غم نہ ہونے کا غم چاہیے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص ہے۔

ناصبیت زدہ سوچ: آپ ذاتیات پر نہ آئیں میں خود کو عقل کل سمجھوں نہ سمجھوں یہ میرا مسئلہ ہے۔ آپ دلائل سے جواب دیتے تو اچھے لگتے لیکن آپ ذاتیات پر اتر آئے۔ آپ غمگیں باتوں اور شاعری سے میرے موقف کا جواب دینے لگے، لفظوں کی ہیر پھیر اور من مرضی کی تعریف بیان کرنا پرانا کلیہ ہے، خیر مجھے چھٹیوں کی خوشی ہے، میرے لیے حضرت عمر کی شہادت کا دن بھی عام دنوں کی طرح تھا اور عاشورہ کا بھی، غم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ چاہیں ساری دنیا آپ کے ساتھ روئے آپ کو ہے تو ضرور کریں مجھے اعتراض نہیں، میں اگر ظالم یزید کے حق میں بات کروں تب تو کوئی جواز بنتا لیکن خواہ مخواہ کا اعتراض معاشرے میں بےچینی کا سبب بنتا، سب کو آزادی سے جینے دیں۔

مصنف: اعلیٰ حضرت تو کہتے ہیں جسے کربلا والوں کا غم نہیں اسے بےغم نہ رہنا چاہیے کہ اس کا ایمان ناقص ہے۔ آپ خوش ہونے کی

بات کرر ہے ہو۔ توبہ کرو سچے دل سے اللہ کی بارگاہ میں اور اگر پھر بھی خوش ہو اور خوش ہونے پر مصر ہو تو خوش ہو لو پر شاہ احمد رضا خان کی بات سنو اور سمجھو۔ خود سے تشریحات نہ کرو، کسی نے بھی عاشورہ پر خوش ہونے اور خوشیاں منانے کی بات نہیں کی سوائے نواصب کے۔ بابا فرید، اہل اللہ اور اولیائے کرام کی زندگیوں کا معمول پڑھو، ماہ محرم کیسے گزارا کرتے تھے، یہ جانو۔ آپ عاشورہ پر خوش ہونے پر اترا رہے ہو اور احساس تک نہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنے رنجیدہ ہوں گے۔

ناصبیت زدہ سوچ: جی ٹھیک جس دن امام ابوحنیفہ واعلیٰ حضرت نے غم کا کہا اس دن کرلوں گا، ایمان میرا پکا ہے۔ اہلسنت کے بیڑے کا سوار ہوں، کوئی پریشانی نہیں، والسلام

مصنف: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی سے ڈرنا چاہیے ہر لمحہ۔ اللہ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے۔ عاشورہ (دس محرم) کے دن خوشیوں کا اس فخر سے کہنا ایک عاشق رسول اور امتی گوارا کیسے کرسکتا ہے؟

عقیلہ بنی ہاشم، زینب کبریٰ سلام اللہ علیھا:

علی و فاطمہ کی بیٹی، نبی کی نواسی، حسن وحسین وام کلثوم کی بہن، عبداللہ بن جعفر طیار کی زوجہ، عون ومحمد کی والدہ، شریکتہ الحسین، عقلیہ بنی ہاشم، ام المصائب، ثانی زہرا، نائب زہرا، زینب علیا، زینب کبریٰ، علیھم السلام، خطیبہ دربار و بازار کوفہ وشام، حدیث عشق کا دوسرا باب ہیں۔ شیر خدا کی شیر دل بیٹی اور کربلا کی شیر دل خاتون زینب بنت علی کے ذکر کے بنا کربلا ادھوری ہے۔ سیدہ زینب ۵ ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئیں اور حسنین کریمین کی طرح دوش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کرتی رہیں۔ کربلا میں ڈھائے جانے والے مظالم کی آپ چشم دید گواہ ہیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیھا آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عفت مآب بیبیوں اور شہدائے کربلا کی خواتین کے لیے ڈھارس اور اسیران کربلا کی قائد ہیں۔ امام زین العابدین بیمار ہیں، سیدہ سکینہ بنت الحسین ہیں، سیدہ ام کلثوم بنت علی ہیں، سیدہ فاطمہ بنت الحسین ہیں، سیدہ رباب زوجہ حسین ہیں، بی بی فضہ ہیں، دیگر خواتین اور اہل بیت کے بچے ہیں، علیھم السلام۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیھا بنت علی علیہ السلام کی زندگی خواتین کے لیے ایک بہترین اسوہ اور عزم واستقلال کی عظیم مثال ہے۔ ڈاکٹر ابوالحسن نقوی نے کیا خوب کہا:

والد علی ہو، والدہ ہو فاطمہ اگر
اس کے مقابلے میں کہاں آئے گا بشر
زینب کی جنگ ہو گئی تاریخ میں امر
صبر و رضا سے کاٹ دیے دشمنوں کے سر
باطل کے حق میں حیدری للکار بن گئی
بپھری تو بو تراب کی تلوار بن گئی

زینب بنت علی کا عزم وحوصلہ، اسوہ برائے خواتین عصر:

خواتین کو چاہیے کہ عزم وحوصلہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے کردار سے مستعار اور بطور خیرات لیا کریں۔ یہ زبوں حال قافلہ، خستہ حال، شہادتوں اور مظالم کے غم سے نڈھال، امت کے رویے پر حیران، اسیری کی تکالیف، باغی باغی کی صدائیں، لشکر یزید کا بدترین سلوک، لوگوں کا تماشہ دیکھنا، کوئی پتھر مار رہا ہے تو کوئی گالیاں بک رہا ہے، کوئی تضحیک کر رہا ہے تو کوئی جملے کس رہا ہے، شہداء کے سر نیزوں پر بلند ساتھ ساتھ رواں ہیں، درباروں، بازاروں، چوکوں اور چوراہوں میں پھرایا جا رہا ہے، ردائیں چھین لی گئیں، خیام جلا دیئے گئے، مال واسباب لوٹ لیا گیا، بغیر زین و پالانوں کے عماریاں، راستے کی تکالیف، کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق، دمشق سے کربلا، کربلا سے مدینہ، مختلف منازل، شہر، گلیاں، راستے، باتیں، رویے اور بدترین سلوک، دل دہلا دینے والے مصائب وآلام، شہداء کی یاد، عابد بیمار کی فکر، بچوں کا جان بلب ہونا، مقاصد حسینی کا ابلاغ، پیغام کربلا کی تشہیر، دشمن کی تدابیر اور اس کا دفاع۔ اس درد اور زمہ داری کا بار اور اس کو نبھانے کا تقاضا، ایسے حالات میں بھی ایک خاتون کی ثابت قدمی، کیا کوئی سوچ سکتا ہے؟

اے چشم زمانہ سر دربار ہے زینب
اک جنگ ہے جس کے لیے تیار ہے زینب
ظاہر میں رسن بستہ و لاچار ہے زینب
پر تخت پہ کوئی بھی ہو سردار ہے زینب

لرزے میں ہے دربار ستم اس کے قدم سے
تلوار کو توڑے گی گفتار کے دم سے

سوئے ہوئے ایمانوں کو بیدار کرے گی
تشہیر مقاصد سر بازار کرے گی
طاقت کے ہر ایک وار کو بیکار کرے گی
انکار تھا انکار ہے انکار کرے گی

حیدر کا جلال آئے گا لہجے میں سمٹ کر
رکھ دے گی ابھی شام کا دربار الٹ کر

ہمت ہے تو اس سیل خرد ساز کو باندھو
سر کاٹ چکے نطق سر افراز کو باندھو
اس طیر سخن کے پر پرواز کو باندھو
ہاتھوں کو ہے باندھا ذرا آواز کو باندھو

وہ شور اٹھے گا ابھی لہجے کی دھمک سے
تم تخت سے اترو گے تو جبریل فلک سے

(فقیر عارف امام)

طمانچہ بہ رخسار نواصب:

جب مدینہ پہنچ کر حسین پاک کی لاڈلی بہن سیدہ زینب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گئی ہوں گی اور اپنے نانا کو اپنا درد سنایا ہوگا، کربلا میں گرتے ہوئے لاشوں کا، بچوں کی پیاس کا، خیام کے جلائے جانے کا، رداؤں کے چھن جانے کا، قیدی بنا کر کوچہ و بازار میں پھرائے جانے کا، ابن زیاد و یزید بدنہاد کے دربار میں لائے جانے کا۔ کیا گزری ہوگی گنبد خضریٰ کے مکین پر؟ ایک جج صاحب کا واقعہ یاد آ گیا کہ جب کمرہ عدالت میں کسی زینب نامی خاتون کی کسی مقدمے میں پیشی تھی اور ہرکارے نے آواز لگائی کہ زینب فلاں کیس میں کمرہ عدالت میں پیش ہو تو وہ جج صاحب رقت آمیز ہو گئے، بے اختیار، بے پناہ گریہ و درد سے کرسی عدالت چھوڑ کر کمرہ عدالت سے باہر نکل گئے۔ اگر کوئی اس درد کو سمجھ گیا تو مسلمان ہونے کا اقرار کرے ورنہ ایک زوردار طمانچہ ہے یہ ان سارے بے حس امتیوں کے منہ پر جن کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کا درد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد نہ لگے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نوحہ نہیں ہوسکتا۔ اپنے آپ کو ٹٹولیے کہ آپ کہاں کھڑے ہیں؟ یہ کیسی مسلمانی ہے؟ کہیں ان لوگوں کے جیسی تو نہیں جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے مدمقابل کھڑے تھے؟ فاعتبرو!

زہرا سلام اللہ علیہا کے گھرانے پر جو مظالم ڈھائے گئے اس کا درد اگر کوئی امتی نہیں محسوس کرسکتا تو پھر وہ زہرا کے بابا کو کیا منہ دکھائے گا؟ زہرا پاک کی بیٹی سیدہ زینب کے درد کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ ام المصائب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے بڑے بھائی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر دیا گیا، نانا کے پاس دفن نہیں ہونے دیا گیا، جنازے پر تیر برسائے گئے۔ زینب سلام اللہ علیہا کے بھائی امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں شہید کر کے لاشے پر گھوڑے دوڑائے گئے اور دیگر بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں اور اعوان و انصار کو شہید کر کے سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھائے گئے۔ کربلا میں شہادتوں کے بعد سیدہ زینب سلام اللہ علیہا ہیں، بیمار بھتیجا ہے، بہن ہے، عفت مآب شہزادیاں اور اسیری کی منزلیں ہیں۔ لوح درد پر تحریر کردہ احوال ہیں جن کو ایک دردمند دل محسوس کرسکتا ہے۔

دشتِ بلا میں ہو گئی مجبور اک بہن
وہ دے سکی نہ بھائی کی میت کو بھی کفن
اس ظلم کا گواہ ہے کرب و بلا کا بن
خیمے جلا کے ہاتھ میں باندھی گئی رسن

وہ ظلم ڈھائے ان پہ یذیدی نظام نے
بھائی کا حلق کٹ گیا، زینب کے سامنے

زینب کی زندگانی اسیری میں ڈھل گئی
اک شمع انقلاب کی صحرا میں جل گئی
عباس کا علم لیے زینب نکل گئی
ہچکولے کھاتی دین کی کشتی سنبھل گئی
جو ڈوبنے کو تھا وہ سفینہ سنبھل گیا
صحرا میں اک چراغ ہدایت کا جل گیا

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

اہل بیت اطہار اور شرابی کا دربار:

۲۰۲۰ میں بابا جی، الحاج پیر سید مسکین شاہ صاحب قادری کی رحلت سے دو ماہ قبل یکم صفر کو خواجہ سید امان علی شاہ صاحب اور دادا جان کی قبور کی زیارت کے بعد کا احوال ذیل میں درج ہے۔

آہ! آج یکم صفر ہے، اسیران کربلا کو دربار یزید میں پیش کیا گیا، یعنی تطہیر کے وارث اور شرابی کا دربار، آہ!

ہمارے دادا جان کے چھوٹے بھائی، الحاج پیر سید محمد شاہ، با جی و مرشد، میرے ساتھ ایک خصوصی شفقت اور بہت مخصوص تعلق رکھتے تھے جو خاندان میں کسی دوسرے کو شاید میسر نہ ہو۔ احمد شاہ انکل اور حسن اس بات کے گواہ ہیں۔ حسن کی بات اور ہے، وہ ان کی آنکھ کا تارہ تھا اور ہے، باقی اولاد و خاندان سے بھی ان کا پیار بے مثال تھا۔ علمی حوالے سے قرآن پاک کی تفسیر، عشق و مستی و سرشاری و جذب و کیف و وجدان، معرفت و ولایت و کربلا اور دیگر مختلف عناوین پر میرے ساتھ بابا جی کی بہت سیر حاصل گفتگو رہا کرتی۔ گزشتہ ۱۵ برس سے بالعموم اور ۳ سال سے بالخصوص خلوت کے ایسے سینکڑوں مواقع میسر آئے۔

اس سال یکم صفر کے دن میں قبرستان و مزار سے نماز فجر کے بعد دعا و سلام کے بعد بابا جی کی بیٹھک میں پہنچا تو وہ جسٹس (ر) نذیر احمد غازی صاحب کا پروگرام صبح نور ۹۲ نیوز چینل پر دیکھ رہے تھے۔ یکم صفر اسیران کربلا کا قافلہ دربار یزید پہنچا تھا اور اس حوالے سے خصوصی طویل پروگرام نشر ہو رہا تھا۔ پروگرام میں بعد از کربلا، کوفہ و دمشق کے واقعات اور اسیران کربلا پر گفتگو ہو رہی تھی اور مختلف شرکائے پروگرام سارا منظر نثر و نظم میں پیش کر رہے تھے۔ بابا جی پر کثرت گریہ اور رقت کی کیفیت طاری تھی اور میرا بھی حال کچھ اس سے مختلف نہ تھا۔ اور یہ تحریر لکھتے ہوئے بھی میں خود اسی کیفیت سے گزر رہا ہوں، وہی رقت آمیز کیفیت، وہی احوال، وہی گریہ و درد۔ کاش خاندان کے دیگر افراد بھی اپنی آنکھوں سے وہ منظر ملاحظہ کر پاتے۔ موہڑہ محمد والے ملک صاحب جو بابا جی کے انتہائی مخلص و وفادار مرید تھے اور رحلت فرما چکے ہیں، ان کا بیٹا اسی دوران آیا اور اس پر درد و پر کیف نشست کا گواہ ہے۔

میرا ارادہ تھا کہ میں سلام دعا کے بعد معمول کے مطابق رخصت ہو جاؤں گا مگر بابا جی نے مجھے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا اور حکم دیا کہ میرے پاس سے جانا نہیں، یہیں بیٹھے رہو۔ یوں میں بھی بابا جی کے پاس بیٹھ کر ٹی وی پر نشر ہونے والی گفتگو سننے

لگا۔اسیران کربلا پر گزرنے والے مصائب ومظالم کا ذکر تھا اور باباجی کی آنکھوں سے مسلسل اور لگا تار اشکوں کا سلسلہ جاری تھا۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب اُمڈ رہا تھا یہاں تک کہ باباجی کی سسکیاں بھی میں نے سنیں۔میری سماعتوں میں آج بھی ان سسکیوں کی بازگشت گونجتی ہے۔باباجی کی اس حالت کو دیکھ کر دفعتاً مجھے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آیا۔امام حسین علیہ السلام کی پیدائش پر ہی کربلا میں شہادت حسین علیہ السلام کی خبر سن کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سمندر رواں تھا،اتنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک تر ہوگئی تھی۔یوں سمجھیے کہ ریش مبارک اشک ہائے غم حسین علیہ السلام میں ڈوبی ہوئی تھی۔قلب پر کیا گزر رہی ہوگی؟ کتب احادیث اس کی شرح تو نہ کرسکیں مگر ایک عاشق رسول اپنے قلب وروح سے جھانک کر بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔

باباجی نے بڑی سرشاری اورشکرگزاری سے مجھے کہا کہ بیٹا دیکھواللہ نے ہم پر کتنا کرم کیا ہے کہ ہمیں خواجہ سید امان علی شاہ صاحب قادری المعروف جی بابا کا عرس بھی چہلم حسین کے پاس دیا ہے یعنی ۱۶ صفر۔گریہ تھا،رقت تھی،سوز وگداز تھا،درد و اضطراب تھا،باباجی تھے اور میں تھا۔ان کی آنکھوں میں اشک تھے،شکرگزاری تھی،سرشاری تھی،انکساری تھی،عجز و نیاز تھا،اس عطا پر کہ عرس امان علی شاہ سرکار اور چہلم امام حسین علیہ السلام کی نسبت کیسے اللہ نے ہم بے کسوں کو عنایت کی۔جذبوں کو الفاظ کا روپ کون دے سکا۔میں کیفیات کو الفاظ میں نہیں سمو سکتا مگر ادراک کا ایک دیا جلا رہا ہوں کہ جس کی روشنی میں امان علی شاہ صاحب قادری المعروف جی بابا کی اولاد سے کوئی دیکھ سکتا ہو تو دیکھ لے،درد لے سکتا ہو تو لے لے،موتی چن سکتا ہو تو چن لے۔

پھر باباجی نے مجھے کہا کہ بیٹا مجھے چوک وچوراہے کی ساری کہانی سناؤ،کربلا سے کوفہ،کوفہ سے دمشق اور راستے کے ہر چوک ہر کوچہ وشہر کی بات بتاؤ۔کیا سلوک کیا گیا اسیران کربلا کے ساتھ؟ کن کن مظالم ومصائب کا سامنا کرنا پڑا خاندان نبوت کو، مخدرات اہل بیت کو؟ طوق وزنجیر ورسن کی بات کرو،اس بوڑھے کی بات سناؤ جو امام زین العابدین علیہ السلام سے حالت اسیری میں دمشق کے بازار میں ملا اور امام زین العابدین علیہ السلام نے سورہ شوریٰ کی آیت مودت تلاوت فرما کر اس بوڑھے شخص سے کہا کہ وہ ہم ہی ہیں جن کی مودت کو قرآن نے ہمارے لیے فرض کیا ہے۔

بازار حمیدیہ کی بات سناؤ کہ کتنے گھنٹے اسیران کربلا کو دربار یزید میں پیش کرنے سے قبل انتظار کروایا گیا۔زہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیوں اور اسیران کربلا کی خواتین کے پردے کی بات سناؤ۔دربار یزید کی بات سناؤ،کس نخوت وغرور سے یزید دربار میں اراکین سلطنت وامراء وسفراء کی موجودگی میں تخت پر بیٹھا تھا۔سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے خطبے کا ہر ہر حرف سناؤ۔جامع مسجد اموی دمشق میں یزید کی موجودگی میں امام زین العابدین علیہ السلام کے خطبے کا ہر ہر لفظ بتاؤ۔میں ٹی وی پر ہونے والی اجمالی گفتگو کی تفصیل پیش کرتا رہا۔باباجی کی آنکھوں سے اشکوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سیلاب رواں تھا۔گردش لیل ونہار نے وقت کو تو آگے دھکیل دیا مگر دل اور روح ابھی بھی وہیں اٹکے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی کربلا کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی اور بالکل ایسے تھا جیسے باباجی کربلا والے اسیران کربلا کے

قافلے کا حصہ ہیں اور کربلا کے سارے مناظر امام زین العابدین علیہ السلام کی صلب و روح میں موجود ان کے ساتھ ساتھ بذات خود دیکھ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اولا د جی بابا کے لیے میں کوئی اور نذرانہ نہیں پیش کر سکتا۔ یہ ایک امانت تھی بابا جی کی اور میری اس منفرد و لازوال دن کی۔ اس خاندان کے سب سے یادگار دن کی، جو میں آپ سب تک پہنچا رہا ہوں۔ جی بابا جی کے متوسلین و متعلقین اور ان کی اولاد کے ہر پیر و جوان، مرد و زن کو پڑھ کر سنا دیجیے۔ تا کہ وابستگی و اتصال بر آل عبا و آبا وَ اجداد کو سرشاری عطا ہو اور محبت و مودت کے فروغ کا ذریعہ بنے۔

جب قافلہ رواں ہوا کرب و بلا سے آہ
زینب نے غمزدوں کو دیے ہیں دلاسے آہ
بچوں کو بچاتی تھی تپتی ہوا سے آہ
شکوہ کیا نہ رنج و الم میں خدا سے آہ
مشکل میں دین حق کی نگہبان بن گئی
مظلومیت کی فتح کی پہچان بن گئی

دشت بلا میں شام غریباں کا وہ سماں
سہمے ہوئے ہیں بچے تو خاموش بیبیاں
بے رحم ہے زمیں تو ظالم ہے آسماں
عابد دکھائی دیتے ہیں بیمار و ناتواں
آئی ہے اس کے پاس نیابت امام کی
زینب ہی اب کرے گی حفاظت خیام کی

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

مودت آل عبا اور ہمارا خاندان:

یوں تو ہر سید کے خون میں موجزن رہتی ہے کربلا اور کربلا کے شہزادوں اور شہزادیوں کا درد اور محبت ہماری گھٹی میں شامل ہے مگر ہمارے خاندان کے کچھ افراد کی بے پناہ محبت و گریہ بے مثال ہے۔ ہمارے نانا جان سید سلیمان شاہ صاحب مرحوم سرفہرست ہیں، ہمیشہ ہمیں کربلا اور اہل بیت کی باتیں بتاتے اور وفور محبت سے گریہ کناں رہتے۔ ہماری نانی جان پر ایک خاص کیفیت ذکر کربلا سے طاری رہا کرتی تھی۔ میری والدہ کے دادا جان پیر سید محمد شاہ صاحب مرحوم جو قیام پاکستان کے وقت ہزارہ کے مختلف مقامات پر پولیس میں تعینات رہے اور تھانیدار صاحب کے لقب سے جانے جاتے ہیں، ان کا عشق اہل بیت دیدنی تھا۔ ہمارے دادا جان الحاج پیر سید مسکین شاہ صاحب عشق اہل بیت میں اور شہدائے کربلا کی یاد میں محرم میں خاص محافل و دعا کا اہتمام فرمایا کرتے تھے

اور دیگیں پکوا کر نیاز تقسیم کرتے تھے۔ سجادہ نشین، پیر سید مقبول حسین شاہ صاحب کی زیر نگرانی اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ دادا جان کی علالت کے ایام میں اور زندگی کے آخری لمحات میں میری شدید خواہش اور حسرت تھی کہ میں بابا جی کے ساتھ کربلا کی زیارات کرتا اور اس بات کا ان سے اظہار بھی کیا اور وہ جھٹ سے تیار بھی ہو گئے باوجودیکہ وہ صاحب فراش تھے اور بستر پر بیٹھنے کی سکت بھی نہ رکھتے تھے۔ حسرتیں بھی زندگی کا قیمتی اثاثہ ہوا کرتی ہیں اور کچھ لحاظ سے خواہشات کے بارآور ہونے کے مترادف ہی ہوا کرتی ہیں۔

میرے والد صاحب کے ماموں میر بادشاہ صاحب فقیر منش، سادہ طبیعت کے انسان تھے اور ذکر اہل بیت سننے کے لیے ملک بھر کے سفر کرتے اور محافل و مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ عشق اہل بیت میں فنا تھے اور ذکر آل عبا ان کا وظیفہ تھا۔ انھیں بہت سے اشعار و واقعات کربلا ازبر تھے اور ان کی گفتگو اسی عنوان پر رہا کرتی۔ میرے تایا جان سید سرور شاہ صاحب کا عشق اہل بیت منفرد اور ہر لحاظ سے بے مثال ہے۔ میری تائی جان کا انہماک ذکر آل عبا و گریہ و رقت و عبادت اپنی مثال آپ ہے۔ میرے والد سید حضرت شاہ صاحب عشق اہل بیت میں ہمیشہ مستغرق رہے ہیں اور محرم کی دعا کا خاص اہتمام اور محافل میں شرکت کے لیے بیتاب رہا کرتے ہیں۔ میری والدہ کی گریہ و زاری اور شہدائے کربلا کے ذکر سے رقت و سرشاری لازوال ہے۔ میری بہن کا درد و نسبت اہل بیت اور میرے برادر اصغر سید عامر علی کا عشق اہل بیت میں تقاریر و شرکت محافل و تبلیغ و محبت اور گریہ و رقت ناقابل بیان ہے۔ میرے بیٹوں سید امان علی، سید شبر علی اور سید واصف علی کا اہل بیت کے ذکر میں جستجو، مناقب و فضائل جاننے کا جذبہ اور محبت و مودت میری آنے والی نسلوں کے لیے خوش آئند اور باعث شرف ہے۔ میری زوجہ کی دلچسپی اور استغراق میرے لیے باعث تسکین ہے۔ اسی طرح خاندان کے دیگر افراد کزنز، ماموں خالائیں، چچا اور پھوپھیاں اور ان کے خانوادے بھی مودت کے اس جذبے سے سرشار ہیں، الحمد للہ، ثم الحمدللہ۔ دعا ہے کہ مودت کے یہ سلسلے یونہی قائم رہیں۔

بیٹی کی حیثیت سے رکھی فاطمہ کی لاج
وہ تھی علی کے علم و شجاعت کا امتزاج
بدلا ہے جس نے صبر سے ظالم کا ہر رواج
عالم میں خوف کھاتا ہے زینب سے سامراج

جس نے خدا کے دین کو رکھا سنبھال کے
مشکل سے اس کو لے گئی تنہا نکال کے

زینب کا صبر دین کے سانچے میں ڈھل گیا
جس نے لگائی آگ وہی آپ جل گیا
ساری یزیدیت کا جنازہ نکل گیا
جو ڈگمگا رہا تھا قدم وہ سنبھل گیا

زینب نے پشت لشکر باطل کی توڑ دی
تنہا یزید وقت کی گردن مروڑ دی

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

شریکۃ الحسین:

زینب گلشن عصمت کی وہ معصوم کلی ہے
تطہیر میں زہرا ہے تو تیور میں علی ہے
اسلام کا سرمایۂ انفاس بنی ہے
زینب کبھی حیدر کبھی عباس بنی ہے

سیدہ زینب سلام اللہ علیھا مولا علی علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔آپ حسین علیہ السلام کی بہن ہیں، حسن علیہ السلام کی بہن ہیں، غازی عباس علمدار علیہ السلام کی بہن ہیں۔سیدہ زینب سلام اللہ علیھا کربلا کی چشم دید گواہ ہیں۔ایسی عورت تاریخ میں کہاں نظر آتی ہے؟ سیدہ زینب الکبریٰ سلام اللہ علیھا خاتون قیامت کی بیٹی ہیں جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اتنے مظالم دیکھے، جس نے کربلا میں اپنے سات بھائیوں کو ذبح ہوتے دیکھا، جس نے اپنے چچا زاد بھائیوں، مسلم بن عقیل علیھما السلام کے بھائیوں، اپنے بھانجوں، اپنے بھتیجوں، اپنے بیٹوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہاں تک تو بس نہیں ہے، ابتلا کا سفر جاری ہے کہ وہ سفر جو مدینہ سے شروع ہوا، کربلا میں شہادتیں اور سیدہ زینب سلام اللہ علیھا کا استغاثہ، کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے جو خطبات ارشاد فرمائے۔ابوسفیان کے بیٹے زیاد (جس کو ابن ابوسفیان کی بجائے ابن ابیہ کہا گیا، جس کو بھائی بنانے کے امیر شام کے اعلان پر زیاد کے ماں جائے ابوبکرہ کا ردعمل کتب تواریخ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے) کے سفاک بیٹے کے دربار میں عبیداللہ ابنِ زیاد ملعون کو مخاطب کر کے لہجہ علی علیہ السلام میں اس طرح سے خطبات ارشاد فرمائے کہ جیسے خطیبِ منبرِ سلونی مولا علی علیہ السلام بول رہے ہوں۔کوفہ سے دمشق تک راستے میں اور دمشق میں یزید کے دربار میں، کوفہ سے دمشق تک کئی ہزار کلومیٹر کا سفر ہے، راستے میں کتنے بازار، کتنے چوک، کتنے چوراہے آئے، بی بی زینب سلام اللہ علیہا سب اشقیاء کو مخاطب کر کے خطبات دیتی رہیں، کس کا حوصلہ ہے؟

آواز میں شیرِ جلی بنی گئی زینب
اظہارِ شجاعت میں علی بن گئی زینب

علامہ اقبالؒ نے کہا

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یکے حسینؑ رقم کرد دیگرے زینبؑ

حدیثِ عشق کے دو باب ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت تو کربلا میں ہو جاتی ہے پھر امام زین العابدین علیہ السلام ان کی پھوپھی جان سیدہ زینب الکبریٰ سلام اللہ علیہا، دیگر مستوراتِ اہلِ بیت، سیدہ ام لیلیٰ، سیدہ رباب، سیدہ فضہ جو کنیز ہیں سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی، سن رسیدہ کنیز ہیں، سو سال سے زائد ان کی عمرِ مبارک ہے، دیگر مستورات ہیں، کس حوصلے کے ساتھ یذیدیت کے خلاف ڈٹی ہوئی ہیں اور سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹی ہوئی ہیں۔ اگر آج لوگ امام حسین علیہ السلام کا نام لے رہے ہیں، اگر آج ذکرِ حسین علیہ السلام زندہ ہے تو یہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا مرہونِ منت ہے کہ آپ نے مقاصدِ حسینی کی تشہیر کی ان درباروں میں، ان ظالم حکمرانوں کے درباروں میں، ان کو مخاطب کر کے علی علیہ السلام کی بیٹی نے وہ خطبات ارشاد فرمائے کہ جس کی مثال تاریخِ انسانی میں نہیں۔

کہیں بتول کا کردار بن گئی زینب
کہیں پہ حیدرِ کرّار بن گئی زینب

مکانِ کرب و بلا سے زمانِ محشر تک
حسینیت کی علمدار بن گئی زینب

دیارِ شام کو خیبر بنا دیا اس نے
علی کی جھومتی تلوار بن گئی زینب

یزیدیت! ترے ناپاک عزم کے آگے
کمالِ صبر کی دیوار بن گئی زینب

کیا جہاں بھی کسی نے سوال بیعت کا
وہیں حسین کا انکار بن گئی زینب

مثالِ حیدرِ کرّار جاں کو بیچ دیا
رضائے حق کی خریدار بن گئی زینب

مرے قلم پہ ہیں اس کی عنایتیں، ثاقبؔ!
مرے خیال کا معیار بن گئی زینب

کربلا گواہی دے:

کربلا گواہی دے
فاطمہ کی بیٹی نے
باپ کی شجاعت کو
صبر سے بدل ڈالا
بھائی کی رفاقت کا
حق ادا کیا کیسا

کربلا گواہی دے
باب شہر حکمت سے
خیمہ گاہ نصرت تک
محضر شہادت تک
کیسے کیسے نام آئے
کیا عجب مقام آئے
حق کی پاسداری کو
فرض جاننے والے
راہ حق میں کام آئے
ساتھ ساتھ تھی زینب

کربلا گواہی دے
پھر وہ شام بھی آئی
جب بہن اکیلی تھی

اک سفر ہوا انجام
ریگ گرم مقتل پر
چند بے کفن لاشے
بھائیوں بھتیجوں کے
گودیوں کے پالوں کے
ساتھ چلنے والوں کے
ساتھ دینے والوں کے
کچھ جلے ہوئے خیمے
کچھ ڈرے ہوئے بچے
جن کا آسرا زینب
جن کا حوصلہ زینب

کربلا گواہی دے
مشہد مقدس سے
اک نیا سفر آغاز
اک سفر ہوا انجام
جس کی ایک منزل شام
شام شامِ مظلومی
اور وہ خطبہ زینب
پھر تو برسر دربار
پوچھنے لگی دنیا

ظلم کی کہانی میں
داستاں سراؤں کے
حاشیئے کہاں تک ہیں
سوچنے لگی دنیا
منبر سلونی کے
سلسلے کہاں تک ہیں
خیر کے تحفظ پر
گھر لٹانے والوں کے
حوصلے کہاں تک ہیں
وقت نے گواہی دی
جبر کے مقابل میں
مصحف شہادت کا
آخری ورق زینب

یہ جو درد محکم ہے
یہ بھی اک گواہی ہے
یہ جو آنکھ پرنم ہے
یہ بھی اک گواہی ہے
یہ جو فرش ماتم ہے
یہ بھی اک گواہی ہے

(افتخار عارف)

کتب اٹھائیے، کھنگالیے، پڑھیے خواتین کا کردار، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر یومِ قیامت تک کوئی خاتون اس درجہ کی نہیں ملے گی کہ جس نے اس حوصلے کے ساتھ، ان حالات میں جہاں ان کے اپنے بیٹے کٹے پڑے ہوں، جہاں لاشوں پہ گھوڑے دوڑائے جا رہے ہوں، جہاں شہدائے کرام کے سرِ اقدس کاٹ کر نیزوں پہ بلند کیے جا رہے ہوں، جہاں تشہیر کی جا رہی ہو، منادی کی جا رہی ہو، شہدائے کربلا کے سروں کو نیزوں پر بلند کر کے، گلی گلی، کوچہ کوچہ، پھرایا جا رہا ہو اور یہ نعرے لگائے جا رہے ہوں، دیکھ لو باغی کا سر کچلا گیا، دیکھ لو باغیوں کے سر نیزوں پر ہیں، دیکھ لو جس نے بغاوت کی، اس خارجی کا حشر دیکھو۔

بی بی زینب سلام اللہ علیہا کس حوصلے کے ساتھ یہ سب دیکھ رہی ہیں؟ پھر دربارِ یزید میں شراب کے نشے میں دھت ہو کر یزید قرآن کی آیات پڑھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اللہ ہے جو جسے چاہے عزت دے اللہ ہے جسے ذلیل کرے اس ملعون کا مطلب تھا کہ اللہ ہے جس نے مجھے عزت دی اور اللہ ہے جو جسے ذلیل کرے یعنی آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نے ذلیل کیا (معاذ اللہ)۔ حسین پاک علیہ السلام کا سر اس کے سامنے ہے، وہ نشے میں بدمست ہے، وہ بدبخت قرآن پاک کی آیات کا غلط استدلال کرتا ہے، اپنے اوپر قرآن کی آیت کو محمول کر کے کہتا ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے تو مولا علی علیہ السلام کی بیٹی اس معلون کو جواب دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ:

اے یزید! اے بدبخت! او طلقاء کے بیٹے! او آزاد کردہ غلاموں کی اولاد! تو اقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر قرآن کی آیات کی غلط تاویل کرتا ہے، غلط تفسیر کرتا ہے۔ ہم اہلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ نے مشرف کیا ہے، ہماری رگوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون دوڑ رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام کو شہید کر کے تو سمجھتا ہے کہ تو فتح یاب ہو گیا، ہرگز نہیں، تو شکست خوردہ ہے۔ تیرا نام ذلت و رسوائی کے سوا اور گالی کے سوا کوئی نہ لے گا۔ ہم آج بھی سر بلند ہیں، شہید ہو کر بھی سر بلند ہیں اور قیامت کے دن، روزِ محشر دور نہیں، جب ساری دنیا دیکھ لے گی کہ شافعِ روزِ محشر کون ہیں؟ تیرا کوئی رشتہ دار یا میرے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ کے خطبوں کی کاٹ نے یزیدیت کو قیامت کی صبح تک کے لیے دفن کر دیا۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی ولادت و بچپن:

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بنت مولا علی علیہ السلام ۵ ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے، واپسی پر سیدھا زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے، نواسی کو آغوش رحمت میں لیا، پیار کیا، وما ینطق عن الھویٰ والے لبوں سے بوسے دیے اور نام زینب رکھا۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بھی اپنے بھائیوں حسنین کریمین علیہما السلام کی طرح دوش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کرتی رہیں۔ زینب، زینِ اب، باپ کی زینت، سیدہ زینب علیہا السلام مولا علی علیہ السلام کا افتخار ہیں۔ زینب، ثانی زہرا، عفت و حیا، اپنی ماں کی نائب اور اپنی نانی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے مشابہ تھیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے احترام اور عزت و حرمت کا لحاظ رکھنے کی وصیت اور تاکید خاص کی کہ یہ سیرت و

صورت میں اپنی نانی جیسی ہے اور مثل ان کے دین کے لیے لازوال قربانیاں دے گی۔

جس گھرانے میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی پرورش ہوئی، وہ پنجتن پاک علیہم السلام کا گھرانہ ہے، زہرا سلام اللہ علیہا کا گھرانہ ہے، ایک ایسا گھر کہ جس کے جیسا گھر روئے زمین پر نہیں کوئی۔ اس گھر کے مکیں امام الانبیاء ہیں، امام الاولیاء ہیں، سیدۃ النساء اھل الجنہ ہیں، سیدا شباب اھل الجنہ ہیں۔ یہ جنتیوں کے سرداروں کا گھر ہے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی تعلیم و تربیت جس ماحول میں ہوئی، ویسا ماحول کسی دوسرے کو میسر نہیں۔ نانا علم کے شہر، بابا شہر علم کے دروازے، ماں عفت وحیا کی ملکہ، بھائی اس گلشن تطہیر کے شہزادے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لاتے، زینب کو اپنے ہاتھوں پہ اٹھاتے اور اپنے لب ہائے اقدس سے بوسے دیتے، اپنی زبان مبارک چوساتے۔ جب زینب علیہا السلام آسودہ ہو جاتیں، جی بھر کے زبان اقدس چوس لیتیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے کرتے اور فرماتے اب کچھ وقت اسے تسکین رہے گی۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کربلا کے حوالے سے آگاہ کر دیا گیا تھا اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا پر آنے والے حالات سے آگاہی حاصل تھی، اس لیے بھی سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے ساتھ التفات خاص تھا۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا مولا علی علیہ السلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دل کا چین تھیں۔ حسن و حسین علیھما السلام سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سے بہت پیار کرتے تھے اور خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا پنجتن پاک اور آل عبا کی خصوصی شفقت و محبت و تربیت و توجہات کے زیر سایہ پروان چڑھ کر تمام کمالات و خصائل سے مزین ہوئیں۔

حجۃ الوداع کے سفر میں بھی آپ اپنے خاندان کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں مکہ مکرمہ گئیں، اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵ سال تھی۔ یوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کو ۵ سال کی صحبت میسر رہی۔ نانا جان سے جدائی کے بعد سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی جلد اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ پے در پے یہ دو صدمات خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی قیامت سے کم نہ تھے اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کم سنی میں ان صدمات سے دوچار ہوئیں۔ والدہ گرامی کے بعد آپ ام البنین اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنھن کے ساتھ رہیں۔ ان دونوں خواتین نے سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد کی نہایت عزت و احترام کے ساتھ احسن طریقے سے دیکھ بھال کی۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا باقاعدگی سے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی والدہ کی قبر پر حاضری کرتیں اور نصف شب کو اس طرح سے باہر نکلتیں کہ امام حسن مجتبٰے علیہ السلام آپ کے آگے اور امام حسین علیہ السلام آپ کے پیچھے چلتے۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جلنے والا چراغ گل کر دیا جاتا کہ مبادا کسی کی نظر آپ پر پڑے۔ اس احتیاط اور پاک دامنی کے ماحول میں پل کر پروان چڑھنے والی سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی جائی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے لیے بعد از شہادت کربلا کی منازل کتنی کٹھن اور تکلیف دہ تھیں، کون اس کی شرح کر سکتا ہے؟

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے اوصاف وکمالات:

والدہ محترمہ کے ارتحال کے بعد گھر داری کی ذمہ داریاں آپ پر آن پڑیں۔ آپ اپنی والدہ کی کنیز فضہ رضی اللہ عنھا کے ساتھ مل کر ان امور کی انجام دہی میں مصروف رہیں۔ آپ کی شخصیت کے ہر پہلو میں آپ کی والدہ کا عکس تھا۔ امور خانہ داری، گھر داری، سلیقہ شعاری، رکھ رکھاؤ، میل جول، سب کی دلجوئی، دیگر معاملات زندگی اور اوصاف وکمالات میں والدہ کی جھلک اس درجہ نمایاں تھی کہ آپ کو ثانی زہرا کہا گیا۔ آپ جب بھی اپنے بھائیوں کے پاس آتیں وہ آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے بعینہٖ جس طرح بزم رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زہرا سلام اللہ علیہا کی تشریف آوری پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

شرم وحیا، عفت وسخا، عبادت وتقویٰ، زہد وورع، صبر وشکر، علم وحکمت، شجاعت وکرم، خلق وانکساری، تواضع وبندگی، فقر ومسکینی، ریاضت وپردہ داری، تو اس گھرانے کا خاصہ ہے۔ آپ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتیں۔ یحیٰ مازنی مدینہ طیبہ میں مولا علی علیہ السلام کے پڑوسی تھے، وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نہ کبھی حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا قد وقامت دیکھا اور نہ کبھی آواز سنی۔ عورات مدینہ آپ کی محافل علم ومعرفت میں شرکت کرتیں اور آپ کے فضائل وکمالات کی معترف تھیں۔ تمام عمر آپ نے نماز تہجد نہ چھوڑی حتیٰ کہ شام غریباں اور عرصہ اسیری کوفہ وشام میں بھی آپ تہجد کی نماز باقاعدگی سے ادا کرتی رہیں۔ یوم عاشور وقت رخصت محبوب بھائی حسین علیہ السلام نے آپ سے درخواست کی کہ اے پیاری بہن مجھے اپنی رات کی عبادت میں، نوافل شب میں نہ بھولنا۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی امام حسین علیہ السلام سے محبت خاص:

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا گہوارے سے ہی حسین علیہ السلام سے خاص مودت والفت رکھتی تھیں۔ ان کو مسلسل دیکھتی رہتیں اور ان کی غیر موجودگی میں بے قرار ہو جاتیں اور ادھر ادھر تلاش کرتی رہتیں اور اپنے بھائی حسین علیہ السلام کو پا کر پرسکون ہو جاتیں۔ زینب سلام اللہ علیہا بھائی حسین علیہ السلام کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں اور جدائی کا ایک لمحہ بھی ان پر گراں گزرتا تھا۔ ہائے یوم عاشور کربلا کی شہادتوں کے بعد شام غریباں میں اور حالت اسیری میں فرقت حسین علیہ السلام میں کس طرح درباروں اور بازاروں میں گئی ہو گی زینب؟ ہائے کس طرح زینب سلام اللہ علیہا نے کربلا کے بعد زندگی گزاری ہو گی؟

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے بہت خاص محبت تھی۔ آپ ہمہ وقت حسین علیہ السلام کے چہرے کی زیارت کرتی رہتیں اور دن میں کئی کئی بار ان سے ملنے چلی آتی تھیں۔ امام حسین علیہ السلام سے جدائی آپ کو کسی طور گوارا نہ تھی یہاں تک کہ مولا حسین علیہ السلام کا چہرہ دیکھنے کے بعد نماز ادا کرتی تھیں۔ بھائی کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ بوقت نکاح آپ نے یہ شرط رکھی کہ جب آپ چاہیں گی اپنے بھائی کی زیارت کے لیے چلی آئیں گی اور ان کے ساتھ جب بھی سفر پر جانا چاہیں گی، شوہر منع نہ کریں گے۔ امام حسین علیہ السلام بھی اپنی بہن سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے، جب بھی وہ تشریف لاتیں تو

کھڑے ہو کر استقبال کرتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے یوم عاشورا اپنے دونوں بیٹے عون ومحمد اپنے بھائی پر قربان کر دیے۔

رشتہ بہن کا کرب و بلا میں نبھا دیا
بھائی کے حق میں سارا بھرا گھر لٹا دیا
دشتِ بلا کو دین کا مرکز بنا دیا
بے پردگی کو پردہ عصمت اوڑھا دیا
نصرت فقط نہیں ہے یہ بھائی کے واسطے
زینب ہے دستگیر خدائی کے واسطے
قربان جس نے کر دیا بیٹوں کو بھائی پر
حیراں کائنات ہے زہرا کی جائی پر
ممنون دیں ہے آج بھی مشکل کشائی پر
اس سے خدا کو ناز ہے اپنی خدائی پر
عورت کے حق میں منبع ایثار بن گئی
زینب خدا کے دین کی للکار بن گئی

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شادی اور شرائط:

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شادی آپ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر طیار علیہما السلام سے ۱۷ ہجری میں ہوئی، یوں آپ جعفر طیار علیہ السلام کی بہو بنیں جنھیں غزوہ موتہ میں شہادت نصیب ہوئی اور ذوالجناحین، دو پروں والا، کا اعزاز ملا۔ جعفر طیار علیہ السلام کے ساتھ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص محبت تھی اور آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے والے لشکر اسلام کے سردار تھے اور دربار نجاشی میں آپ کا خطاب تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف کے ساتھ درج ہے۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب علیہم السلام کا شمار عرب کے مشہور متمول اور مالدار تاجروں میں ہوتا تھا۔ بنی ہاشم کی وصف سخا کے ساتھ ساتھ آپ کو جملہ فضائل و کمالات بھی حاصل تھے۔ عبداللہ بن جعفر جواد وکریم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے چچا مولا علی علیہ السلام کے جانثار بھی تھے۔ عبداللہ بن جعفر علیہما السلام ہمیشہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا احترام کرتے، خیال رکھتے اور کہا کرتے کہ زینب سلام اللہ علیہا بہترین شریک حیات ہیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بھی اپنے شوہر عبداللہ بن جعفر علیہما السلام کا از حد خیال رکھتیں اور احترام کرتی تھیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے ساتھ شادی کے بعد عبداللہ بھی جعفر علیہما السلام کی سخاوت جو ضرب المثل بن چکی تھی، دو چند ہوگئی۔

مولا علی علیہ السلام نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سے عبداللہ بن جعفر علیہما السلام کے نکاح کے موقع پر عبداللہ بن جعفر علیہما السلام سے حاضرین کی موجودگی میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی طرف سے پیش کردہ ان دو شرائط پر عہد لیا اور ان کے قبول کرنے پر خطبہ نکاح پڑھا۔ عقد نکاح کی پہلی شرط یہ تھی کہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا جب چاہیں گی انھیں اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے ملنے کی اجازت ہوگی اور دوسری شرط یہ تھی کہ جب بھی حسین علیہ السلام مدینہ طیبہ سے باہر کسی لمبے سفر پر روانہ ہوں گے تو زینب سلام اللہ علیہا اپنے بھائی کی ہم سفر ہوں گی اور انھیں نہیں روکا جائے گا۔

بابا اور بڑے بھائی کی شہادت کا صدمہ:

مولا علی علیہ السلام کے کوفہ شہر کو دارالخلافہ منتخب کرنے اور منتقل ہونے پر سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بھی اپنے بابا کے ساتھ کوفہ آ گئیں۔ حسن و حسین علیہما السلام بھی ساتھ ساتھ تھے۔ شہر کوفہ میں چند برس رہیں اور عورات کوفہ کو اپنے علم و فضل سے شرف یاب کرتی رہیں۔ ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ ہجری مولا علی علیہ السلام کو ضربت لگنے اور ۲۱ رمضان المبارک شہادت کے المناک و غمناک ایام میں بھی صبر و حوصلے کے ساتھ حسنین کریمین علیہما السلام کے ساتھ ساتھ رہیں۔ بعد ازاں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دور خلافت میں بھی کوفہ میں ہی مقیم رہیں۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ترک خلافت اور صلح کے بعد اپنے بھائیوں کے ہمراہ اسلام کی سربلندی کا پرچم تھامے مدینہ واپس آ گئیں۔ ابتلا و آزمائش و مصیبت کے اس کٹھن دور میں بھی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اپنے بھائیوں کے ساتھ رہیں اور اپنے حصے کے فرائض کامیابی سے ادا کرتی رہیں۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے بھائی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا وجود بنی امیہ سے برداشت نہ ہوا اس لیے بھی کہ وہ شرائط صلح کے تحت اگلے خلیفہ کی تقرری کی راہ میں رکاوٹ تھے، چنانچہ ۴۹ ہجری میں امام حسن علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا جنازہ لے کر امام حسین علیہ السلام مسجد نبوی کی طرف بڑھے تاکہ نانا کے پہلو میں تدفین کی جائے مگر بنی امیہ راستے میں حائل ہوئے، جنازے پر تیر برسائے گئے اور مزید کسی فتنے سے بچنے کی غرض سے اور حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن کرنے پر مجبور ہوئے۔ حسن مجتبیٰ علیہ السلام بہت شفیق اور کریم تھے اور اسی قتال سے بچنے کے لیے صلح کر کے خلافت چھوڑ دی تھی۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے وصیت کی تھی کہ اگر بنی امیہ مزاحمت کریں تو مجھے جنت البقیع میں دفن کر دیا جائے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا دیکھ رہی تھیں اور خود کو اور اپنے خاندان کو حوصلہ دے رہی تھیں۔

مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا:

امام حسین علیہ السلام نے یزید کے مطالبہ بیعت کے بعد ۲۸ رجب ۶۰ ہجری کو جب مدینہ چھوڑا اور مکہ روانہ ہوئے تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بھی شوہر سے اجازت لے کر ساتھ روانہ ہوئیں۔ مکہ میں چند ماہ قیام کے بعد ۸ ذی الحجہ ۶۰ ہجری

جب امام حسین علیہ السلام حج کو عمرے میں بدل کر عازم کوفہ ہوئے تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بھی ساتھ ساتھ رہیں۔ راستے میں مسلم بن عقیل اور پسران مسلم، محمد وابراہیم علیھم السلام کی شہادت کی خبر ملی اور مختلف منازل طے کرتے اور مصائب وآلام سے گزرتے ہوئے ۲ محرم ۶۱ ہجری کربلا پہنچ گئے۔ ۷ محرم پانی کی بندش، بچوں کی پیاس اور تکالیف، شب عاشور کے لمحات، صبح عاشور، اعوان واعزا کی شہادتیں، امت کی شقاوت ومظالم، بھائیوں، بھتیجوں، بیٹوں اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت، لاشوں کی پامالی، تلہ زینبیہ سے میدان کارزار کا منظر، شام غریباں، خیام کا جلایا جانا، اسیری کی سختیاں وتکالیف، لوگوں کا استہزا، درباروں اور بازاروں میں بے ردالے جایا جانا۔ کن کن مراحل سے نہ گزری زینب! کون ایسی عورت ہے جس کی زندگی میں اس درجہ کے مصائب وآلام آئے ہوں اور وہ پہاڑوں کے سے عزم وحوصلے سے گزرتی گئی ہو؟ تاریخ ایسی کوئی مثال پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔

زندگی جینی پڑتی ہے، کربلا کی بعد جی کے دکھایا زینب نے !علیھا السلام۔ جولوگ زندگی کی سختیوں اور مصائب سے تنگ آکر ناامیدی اور کم حوصلگی کا شکار ہوجاتے ہیں، وہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی زندگی سے سبق سیکھا کریں۔ یہ دنیا اور اس کی زندگی چندروزہ ہے، آزمائش وامتحان کی جا ہے۔ مصائب وآلام سے پریشان ہوکر ناشکری پر اتر آنے والے لوگ اور بالخصوص خواتین کے لیے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی زندگی ایک اسوہ کاملہ ہے۔ مصائب وآلام میں بھی ہر حال میں اپنے رب پر کامل یقین اور بھروسے سے ہی زندگی گزارنی چاہیے۔ اور حوصلہ اور صبر سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی زندگی سے بطور خیرات لے کر زندگی کے شب و روز بسر کرنے چاہئیں۔

یوم عاشور اعوان واعزا کی شہادتوں کے بعد امام حسین علیہ السلام عازم جنگ ہوئے اور خیام حسینی میں بیبیوں سے الوداع ہونے کے لیے تشریف لائے۔ مخدرات عصمت جو پہلے ہی اپنے اعزا کی قربانیوں کے غم سے نڈھال تھیں، امام پاک کے اس طرح میدان شہادت کے لیے روانگی کا صدمہ برداشت نہ کرسکیں اور خیام حسینی میں کہرام برپا ہوا۔ چہروں کے رنگ اڑ گئے اور حسرت و یاس کی تصویر بنیں گریہ وزاری کرنے لگیں۔ خیام حسینی میں ازواج بھی ہیں، بہنیں بھی بیٹیاں بھی اور دیگر مخدرات بھی اور ان کی سالار زینب حزیں بھی۔ امام پاک نے سب سے رخصت ہونے کے بعد سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا کو اپنی بہن زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: زینب یہ میری لاڈلی سکینہ ہے اس کو رونے نہ دینا، اس کو یتیمی کا احساس نہ ہونے دینا، اس کو میری لاش کے پاس نہ آنے دینا اور اس کا خیال رکھنا۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: میری ماں جائے، آج سکینہ ہی نہیں ہم سب بے آسرا اور یتیم ہونے جارہے ہیں۔ کاش! ہمیں موت آگئی ہوتی اور ہماری آنکھیں اس روح فرسا منظر کو نہ دیکھ پاتیں۔ بھیا! آپ کے بغیر اور آپ کے بعد ہماری زندگی کا کیا مقصد رہ جائے گا؟ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلو تاکہ ہم بھی آپ کے دوش بدوش لڑ کر آپ پر اپنی جانیں قربان کردیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بہن تم صابروں کی اولاد ہو، قضا وقدر الٰہیہ پر صابر وشاکر رہو اور زبان پر کوئی حرف شکایت نہ آنے دو۔ یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے اور دار آخرت ہی باقی اور ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔

سنو میری بہن! ہمارے شفیق نانا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے، پھر اماں جان سیدہ عالم داغ جدائی دے گئیں۔ بابا کے سر کا زخم تین دن آنکھوں سے دیکھا، وہ بھی لحد میں جا چھپے۔ بھائی حسن کے جگر کے ٹکڑے تم نے اور ہم نے طشت میں دیکھے اور صبر کیا۔ اب میرے معاملے میں بھی صبر کرو، تم نے تو ابھی آنے والے شدید ترین مصائب پر بھی صبر کی مہر لگانی ہے۔ پھر آپ نے ایک ایک بی بی کا نام لے کر سلام کیا اور صبر وضبط کی وصیت فرمائی۔ دکھے ہوئے مجروح دل جدائی کے تصور سے پاش پاش ہو رہے تھے۔ حسرت بھری نگاہیں پر نور چہرے کا دیدار کر رہی تھیں۔ آہ صد آہ! چند لمحات کے بعد یہ جلوے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہونے والے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے خدا حافظ کہا اور خیمہ سے نکل گئے۔

امام حسین علیہ السلام خیمہ سے باہر نکلے اور دائیں بائیں نگاہ کی تو تمام میدان ان جان نثاروں سے خالی پایا جو ہر وقت رکاب نصرت میں حاضر رہا کرتے تھے اور سواری کے وقت رکاب گردانی کرتے تھے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دیکھا کہ اب بھائی کو کوئی سوار کرانے والا نہیں ہے تو پکار اٹھیں: اے راکب دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رکاب داری کی خدمت کے لیے کوئی نہیں تو مایوس نہ ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی، رسول زادی اس خدمت کے لیے حاضر ہے۔

کربلا کی مائیں:

کربلا میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بطور ماں بھی موجود تھیں اور ان کے دو لخت جگر عون ومحمد علیہما السلام بھی تھے۔ ماں کے جذبے پر بھائی کی محبت اور مقصد غالب تھا۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں لخت جگر اپنے محبوب بھائی امام حسین علیہ السلام پر قربان کر دیے اور اس عظیم قربانی کے لیے مامتا کے جذبے کو ہرگز حائل نہ ہونے دیا۔ یہی حال کربلا میں موجود دیگر ماؤں کے احوال میں بھی نظر آتا ہے۔ کربلا کی مائیں بھی کیا مائیں تھیں! کربلا کی ماؤں کو سلام! ۔ کربلا، کربلا میں پیش آمدہ واقعات وشہادتیں اور کربلا کی ماؤں کے احوال ہم اپنی دوسری کتب ''نور کربلا اور اقبال'' اور ''کارزار عشق'' میں مفصل رقم کر چکے ہیں۔

اب کربلا میں آیئے ماؤں کو دیکھیے
بچوں کی زیرِ تیغ اداؤں کو دیکھیے
ماؤں کی تربیت کی جزاؤں کو دیکھیے
مشکل گھڑی میں ان کی وفاؤں کو دیکھیے

ماؤں نے دین حق کا مقدر بنا دیا
بچوں کو پال پوس کے لشکر بنا دیا

زینب سی ماں اگر ہو تو ہے مامتا کا ناز
قرباں پسر کو کر کے جو پڑھتی رہی نماز

صبر و رضا میں ہو گئی ماؤں میں سرفراز
وہ ماں کہ جس کے صبر پر اللہ کو ہے ناز
زینب وہ ماں اصول نرالے جو دے گئی
امت کو اپنی گود کے پالے جو دے گئی
وہ ماں جو ریگ زار میں ماؤں کا آسرا
وہ بن گئی تھی دشت میں بچوں کی ناصرہ
جس کو کیا تھا اہلِ شقاوت نے بے ردا
جو دے سکی نہ عابد بیمار کو دوا
دین خدا کی فکر تھی اس حق شناس کو
دیکھا نہ جس نے دشت میں بچوں کی لاش کو

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

کائنات کی سب ماؤں کی سردار:

کربلا کی سب سے بڑی ماں اور کائنات کی سب ماؤں کی سردار، سب عورتوں کی سردار، خاتون جنت، سیدہ زینب سلام اللہ علیھا کی بھی ماں، حسن وحسین علیھما السلام کی ماں، سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیھا ہیں۔ سلطان الاولیاء، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ راحتہ القلوب صفحہ نمبر ۵۹ پر فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام والمسلمین، برہان الشرع والدّین حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: جس روز امیرالمومنین حضرت حسین علیہ السلام نے شہادت پائی، اسی رات ایک بزرگ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا کو خواب میں دیکھا کہ انبیاء کرام علیھم السلام کی عورتوں کے ساتھ آئیں اور دشت کربلا جہاں کہ امیرالمومنین حضرت حسین علیہ السلام نے شہادت پائی تھی، جھاڑو دے رہی تھیں اور اپنی آستین مبارک سے پاک وصاف کر رہی ہیں۔ پوچھا گیا کہ اے خاتون قیامت! اور اے شفیع روز محشر! یہ کون سا مقام ہے، جس کو آپ نے اپنی آستین مبارک سے صاف کیا ہے۔ فرمایا: یہ وہ مقام ہے جہاں ہمارا مسافر حسین علیہ السلام سر دے گا اور شہادت پائے گا۔

اسیران کربلا کی کوفہ روانگی:

کربلا میں پیش آمدہ شہادتوں، ان کی تفصیل اور سیدہ زینب سلام اللہ علیھا بنت علی علیہ السلام کا استغاثہ ونوحہ ہم اپنی دوسری کتب ''نور کربلا اور اقبال'' اور ''کارزار عشق'' میں درج کر چکے ہیں۔ کربلا میں سیدہ زینب کا اپنے بھائی حسین ابن علی علیھما السلام کی لاش پر نالہ وفریاد، آہ وبکا اور استغاثہ ونوحہ، لوح درد پر لکھا ہوا انمٹ صحیفہ ہے۔ سنان بن انس نے شہادت حسین علیہ السلام کے

بعد عمر بن سعد کے خیمہ کے پاس بلند آواز میں اشعار کہے جن کا ترجمہ ہے: میرے اونٹوں کو سونے اور چاندی سے بھر دے کہ میں نے ایک غیور بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ جس نے لڑکپن میں دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور اپنے ماں اور باپ کی طرف سے خیر الناس ہے اور وہ اپنے نسب میں سب سے بہتر ہے۔ اسی طرح گروہ اشقیاء میں سے لوگ اشعار کے ذریعے عمر ابن سعد، دربار ابن زیاد اور دربار یزید میں اشعار پڑھ کر فخر کر رہے تھے کہ ہم نے حسین کو قتل کیا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ انعام کے حقدار ٹھہریں۔

اللہ رے وہ زینب کبریٰ کا حوصلہ
منظر کسی بہن کو دکھائے نہ یہ خدا
خنجر تلے تھا دشت میں شبیر کا گلا
خیموں کے ساتھ دامن معصوم بھی جلا
عباس کچھ مدد کرو ہمشیر کیا کرے
تمہیں بتاؤ زینب دلگیر کیا کرے

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

شہادتوں اور لاشوں کی پامالی، شام غریباں، خیام جلانے اور مال واسباب لوٹنے کے بعد ۱۱ محرم کی دوپہر کے بعد عمر ابن سعد کی ہدایت پر لشکر اشقیاء نے اپنے مقتولین کو دفن کیا اور شہدائے لشکر اسلام کے لاشے بے گور و کفن چھوڑ کر مخدرات اہل بیت کو پابہ رسن، برہنہ سر اور بے حجاب، بے کجاوہ عماریوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف فتح وخوشی کے نقارے بجاتے اور ڈھول تاشوں کے شور اور تکبیر کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے گلے میں بیماری وعلالت کے باوجود وزنی طوق ڈالا گیا۔ شہدائے کربلا کے بریدہ سر نیزوں کی انیوں پر بلند تھے اور اسیران کربلا کے آگے آگے کوفہ کی طرف باغی باغی کے نعروں کے ساتھ، جشن وخوشی اور شراب کے نشے میں لشکر اشقیاء کوفہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ راستے میں تماشائیوں کا غول ہے اور خستہ حال اسیران کربلا کو جان بوجھ کر ایسے راستوں سے گزارا گیا جہاں زیادہ سے زیادہ ہجوم متوقع ہوسکتا تھا۔ چنانچہ بازاروں اور چوراہوں سے گزار کر اور خوب تشہیر کے بعد لوگوں کی تضحیک ونفرین وملامت سے گزارتے ہوئے عبیداللہ ابن زیاد بدنہاد کے دربار میں پیش کیا گیا۔ راستے میں جگہ جگہ امام زین العابدین، سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم بنت علی، سیدہ فاطمہ بنت الحسین اور دیگر مخدرات اہل بیت علیھم السلام نے کوفیوں کو ان کی بے حسی، بدعہدی اور شقاوت اور جفا پر خطبات ارشاد فرمائے اور انھیں سخت ملامت کیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی حالت پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے سیدہ زینب سلام اللہ علیھا نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تیرا ارادہ ہے کہ دنیا سے گزر جائے۔ امام سجاد علیہ السلام نے جواباً عرض کیا کہ اے پھوپھی جان میری یہ حالت کیونکر نہ ہو کہ میرے سب اعزا مارے گئے اور برہنہ تن و بے کفن پڑے ہیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیھا نے انھیں حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا: قسم ہے خدا کی کہ تیرے بزرگوں سے اس کا عہد کیا گیا تھا۔

اسیران کربلا کا قافلہ کوفہ کی طرف رواں تھا اور ابن زیاد نے شہر کوفہ کی حفاظت کے لیے دس ہزار سپاہیوں کو مقرر کیا کہ مبادا لوگ مزاحمت کے لیے باہر نکلیں اور حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار لے کر نہ نکلے۔ کوفہ میں عید کا سماں تھا، لوگ نیا لباس پہن کر جوق در جوق گلیوں میں اور راستوں پر دونوں اطراف جمع ہو رہے تھے۔ ''ایک باغی کا سر آ رہا'' کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور خواتین کوفہ چھتوں پر چڑھ کر اسیران کربلا کی خستہ حالی کا منظر دیکھنے کو بیتاب ہو رہی تھیں۔ اہل بیت کے حرم سر ہائے شہداء کے پیچھے پیچھے کوفہ میں داخل ہوئے۔ ان کی حالت زار دیکھ کر کوئی ہنس رہا تھا تو کوئی مذاق اڑا رہا تھا، کوئی تضحیک کر رہا تھا تو کوئی جملے کس رہا تھا۔ کچھ لوگ اور عورتیں رو بھی رہے تھے اور کچھ ہمدردی کا اظہار بھی کر رہے تھے اگر چہ ان کی تعداد بہت کم تھی۔ ایک عورت کوفہ نے پوچھا کہ تم کون ہو، کیسے قیدی ہو؟ اسیران حرم میں سے کسی نے جواب دیا کہ ہم قیدی آل محمد ہیں۔ یہ سن کر شور وغل ہوا، گریہ وزاری سے کوفہ کی عورتیں چاک گریباں و پریشان حال ہوئیں۔ ام کلثوم نے کہا: ''ارے کم بختو، تمہارے مرد تو ہمیں قتل کرتے ہیں اور تم ہمارے حق میں رو رہی ہو''۔ لوح درد نے ان واقعات کو کیسے درج کیا، کون جانے؟ لوح دل پر کیا اثر ہوا، کس کو پتا ہے؟

خطبات واشعار اسیران کربلا:

امام زین العابدین علیہ السلام نے خطبے کے علاوہ اشعار بھی پڑھے، جن کا ترجمہ یوں ہے: کچھ عجب نہیں ہے کہ اگر حسین قتل ہوئے، اس لیے کہ ان کے بزرگ جوان سے اچھے اور اکرم تھے، قتل ہوئے۔ اے اہل کوفہ اس پر خوش نہ ہو کہ تم نے حسین علیہ السلام کو بڑی مصیبت پہنچائی۔ ان پر میری جان قربان ہو وہ تو نہر فرات کے کنارے مارے گئے اور جس نے انھیں قتل کیا اس کی جزا دوزخ کی آگ ہے۔ تم لوگ ہمیں برہنہ پالانوں پر اس طرح لیے جاتے ہو کہ گویا ہم نے تمہارے لیے کسی دین کو مستحکم کیا ہی نہیں تھا۔ تم ہمارے مصائب پر خوشی سے تالیاں بجا رہے ہو۔ ویل ہو تم پر، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے جد نہ تھے؟

صبح و مسا ہے اک ملک الناس کا خیال
ہر وقت آتا رہتا ہے عباس کا خیال
دل میں کبھی سکینہ کی ہے آس کا خیال
بچی کے زخمی کان کا اور پیاس کا خیال
بھائی ہے قتل گاہ میں بے گور و بے کفن
اہل حرم کے واسطے زنجیر اور رسن

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

شہادت حسین علیہ السلام کی خوشی میں کوفہ میں چار مسجدیں بنوائی گئیں، جن کے نام اشقیاء کے ناموں پر مسجد اشعث، مسجد جریر، مسجد سماک اور مسجد شبث ربعی رکھے گئے۔ سر مبارک کی تشہیر کوفہ کے وقت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار

پڑھے جن کا ترجمہ کچھ یوں ہے: حسین علیہ السلام نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کا سر تماشائیوں کے لیے نیزہ پر بلند کیا گیا ہے۔ مسلمان دیکھتے اور سنتے ہیں، نہ کسی کو ناگوار گزرتا ہے اور نہ کوئی رونے والا ہے۔(**کحلت منظر العیون عمایة**) تیرے اس منظر نے کوری سرمہ کی طرح آنکھوں میں ڈال دی ہے، اور سننے والے کانوں کو بہرا کر دیا۔ تو نے ان آنکھوں کو جگا دیا جس کا تو آرام تھا، اور ان آنکھوں کو سلا دیا جو کہ تیرے فکر قتل میں نہ سوتی تھیں۔ کوئی باغ نہیں ہے جسے تیری خوابگاہ قبر اور لحد بننے کی آرزو نہ ہو۔

سیدہ ام کلثوم علیہا السلام بنت علی علیہ السلام نے اہل کوفہ کی جفا اور شقاوت پر اشعار پڑھے جن کا ترجمہ ہے کہ: عذاب ہو تم پر کہ تم نے میرے بھائی کو قتل کیا، جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تمہارے لیے سزا ہو گی۔ تم نے ایسا خون بہایا، جس کا بہانا خدا، قرآن اور رسول اللہ نے حرام کیا تھا۔ اور میں یقیناً عمر بھر اپنے بھائی کو رویا کروں گی۔ ایسا بھائی جو بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بہتر تھا۔ تمام حاضرین اس کلام حزن انجام سے نالہ و بکا، گریہ وزاری اور شیون وشور کرنے لگے۔ عورتوں نے بال کھول دیے، خاک سر پر ڈالی، چہرے ناخنوں سے نوچے، طمانچے گالوں پر مارے اور مردوں نے اپنی داڑھی نوچ ڈالیں۔ روتے چلاتے تھے اور اس روز سے زیادہ رونے والیاں اور رونے والے نہ دیکھے گئے۔ دوست دشمن سب رو دیے۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا: بہترین حمد وثنا خدائے قادر کے لیے ہے اور بہتر سے بہتر درود وسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پاک اور بزرگ پر ہے۔ آگاہ ہو اے اہل کوفہ! اے اہل غدر و مکر، اب تم روتے ہو۔ تمہارے آنسو نہ تھمیں۔ تمہارا رونا چلانا بند نہ ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے کہ جس نے اپنا سوت کات کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہوں۔ تم اپنے عہدوں میں ایک حیلہ بناتے ہو۔ آگاہ ہو کہ تم میں نہیں ہیں مگر ایسے لوگ کہ جو بے ہودہ اور رذیل ہیں۔ تم میں ایسے سینے ہیں کہ جن میں کینے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ لونڈیوں کی طرح خوشامدی ہیں۔ دشمنوں کے مثل کینہ ور ہیں۔ تم کمینہ پن میں اس سبزی کی مانند ہو کہ جو نجاست پر اگے۔ تم اس قبر کی صورت بے فائدہ اور بے حاصل ہو کہ جو چاندی سے آراستہ کی گئی ہے۔ تمہارے نفسوں نے برے اعمال پیش کیے کہ جس کی وجہ سے تم قہر وغضب وعذاب الٰہی اور جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوئے ہو۔

اب روتے چلاتے ہو۔ بخدائے توانا تم بہت روؤ اور کم ہنسو گے کہ عار وننگ و بے شرمی وعیب امت تم نے حاصل کیے ہیں۔ وہ تم سے ہرگز ہرگز جدا نہیں ہو سکتے۔ پس تم کیونکر نجات پا سکتے ہو اور کیونکر بچ سکتے ہو کہ تم نے سلالہ خاتم الانبیاء، سردار جوانان بہشت، ملجا و ماوائے نکوکاران وجائے پناہ اہل مصیبت وستون حجت خدا اور اپنے راہنما کو قتل کر ڈالا ہے۔ براذ خیرہ لے چلے ہو تم۔ رحمت حق سے دور ہو۔ اصل تو یہ ہے کہ تمہاری کوشش بے جا اور سعی بے فائدہ ہوئی۔ اعمال تمہارے برے ہوئے۔ تم نے اپنی جانوں کو ہلاک کیا۔ تمہارے کمال میں نقصان آیا۔ تمہاری کمائی میں ٹوٹا ہوا۔ تم مبتلائے ذلت وخواری ومورد قہر وغضب الٰہی ہوئے۔

اے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو کہ کیسا تم نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جگر کاٹا ہے۔ کیسی اپنی عداوت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تم نے ظاہر کی ہے۔ عجب طرح کا خون تم نے بہایا ہے اور حرمت وآبرو ضائع کی ہے۔ ان کے

کیسے پیارے فرزند کو قتل کیا ہے۔ واقعی تم نے بڑے امر عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ عجب نہیں ہے کہ آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں۔ تم نے ایک بڑی آفت اور حادثۂ عظیم برپا کیا کہ اس سے فضائے آسمان و زمین تنگ ہو گئی۔ اس امر سے تعجب کرتے ہو کہ آسمان خون رویا۔ آگاہ ہو کہ عذاب آخرت زیادہ رسوا کرنے والا ہے۔ اور اس دن کوئی معین و مددگار نہ ہوگا۔ اس مہلت چندروزہ پر گھمنڈ نہ کرو، مغرور نہ ہو۔ ہاں البتہ بدلہ لیا جائے گا اور یہ خون پائمال اور ضائع نہ ہوگا۔ عذاب خدا تمہارے سروں پر ہے۔

سب لوگ حیران و گنگ ہو گئے، اپنے ہاتھوں کو منہ پر رکھے ہوئے روتے تھے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور اسیران کربلا کے قریب ہی کھڑے تھے، زار و قطار رو رہے تھے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی اور انھوں نے حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے یہ کہا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں: **کھولکم خیر الکھول و شبابکم خیر الشباب ونساء کم خیرالنساء و نسلکم لا یبور ولا یخزی ابـــداً** ، یعنی تمہارے بزرگ بہترین بزرگان ہیں، جوان تمہارے بہترین جوانان ہیں، عورتیں تمہاری بہترین عورات اور نسل تمہاری بہترین نسل ہے۔ کبھی تمہاری نسل رسوا اور خفیف نہ ہوگی، نہ ذلیل ہوگی۔

دربار ابن زیاد بدنہاد:

اسیران کربلا اور سر ہائے شہداء کو دربار ابن زیاد میں پیش کیا گیا۔ دربار عام تھا اور کوفہ کے رؤسا و سرداران و عمائدین جمع تھے۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں بید کی چھڑی تھی اور وہ بار بار دندان مبارک پر مار رہا تھا۔ دربار میں زید بن ارقم اور انس بن مالک رضی اللہ عنھما بھی موجود تھے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے برداشت نہ کرتے ہوئے کہا: اے ابن زیاد! اس چھڑی کو ان دانتوں پر نہ مار۔ خدا کی قسم میں نے بارہا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب ہائے مبارک کو ان دانتوں اور لبوں کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ ابن زیاد نے کہا: خدا تجھے ہمیشہ رلائے۔ اگر تو بڈھا فاترالعقل نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن مارنے کا حکم دیتا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے دربار سے نکل گئے کہ اے گروہ عرب! تم لوگ سخت نالائق ہو کہ ابن فاطمہ کو شہید کر کے ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا جو اخیار و صلحاء امت کو قتل کر رہا ہے اور شریر فتنہ انگیزوں کو خلعت دیتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ ذلت و رسوائی پر راضی ہو گئے۔ تف ہو ان پر جو اس ذلت و رسوائی پر راضی ہوں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رو کر کہا: حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ مشابہ تھے۔

ابن زیاد نے ام کلثوم سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: خدا نے تمہیں اور تمہارے جد کو جھٹلایا اور انھیں رسوا کر کے مجھے ان کی طرف سے مطمئن کیا۔ حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے جواب دیا: اے دشمن خدا! خدا فاسق کی تکذیب اور جھوٹے کی فضیحت کرتا ہے اور واللہ! تو کذب اور فجور کا عامل ہے، تجھے جہنم کی بشارت ہو۔ ابن زیاد ہنسنے لگا اور کہا: اگر میں جہنم میں

جاؤں تو میری مراد برآئے۔ام کلثوم سلام اللہ علیھا نے فرمایا: اوکم بخت، تو نے اہل بیت کے خون سے زمین کو نہلا دیا۔ابن زیاد نے کہا: اے شجاع کی بیٹی اگر تو عورت نہ ہوتی تو میں تیری گردن مارتا۔ام کلثوم سلام اللہ علیھا نے جواب دیا: اگر میں شجاع نہ ہوتی تو میں اس طرح بے نقاب نہ کھڑی ہوتی۔

ابن زیاد نے سیدہ زینب سلام اللہ علیھا بنت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: تم نے اپنے اور اپنے بھائی کی شان میں خدا کو کیسا دیکھا۔تمہارے بھائی نے ارادہ کیا تھا کہ یزید سے خلافت لے لے۔ان کی امید ٹوٹ گئی اور ہمیں خدا نے مطمئن کیا۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیھا نے جواب دیا: وائے ہو تجھ پر اگر میرے بھائی نے طلب خلافت کی تو وہ ان کے باپ اور نانا کی میراث تھی۔ لیکن تو اپنے نفس کو جواب کے لیے مستعد رکھ جب کہ خدا قاضی، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے دشمن اور جہنم تیرا قید خانہ ہوگا۔ابن زیاد نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تم کو رسوا و ذلیل کیا اور جھوٹے کو اس کے کذب کی سزا دی۔زینب سلام اللہ علیھا نے فرمایا: اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ سے سرفراز کیا اور ہمارے بزرگوں کی شان میں آیۂ تطہیر نازل فرمائی۔یہ دنیا چندروزہ ہے۔یہاں کی ذلت ورسوائی کا کوئی اعتبار نہیں۔آخرت میں فاسق وفاجر کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرے گا، اور ہم کو سرفراز وممتاز۔ابن زیاد نے کہا: کیا خوب تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ابھی کس کو ذلیل ورسوا کیا ہے۔کیا تمہارے خاندان والے خوار نہیں ہوئے؟ زینب سلام اللہ علیھا بنت علی علیہ السلام یہ سن کر رو پڑیں۔امام زین العابدین علیہ السلام نے پھوپھی کو چپ کرا کے ابن زیاد سے فرمایا: کب تک او ابن زیاد تو میری پھوپھی کی توہین کرے گا؟ ابن زیاد نے غصے میں جلاد سے کہا کہ اس کی گردن مارو۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیھا امام زین العابدین علیہ السلام سے لپٹ گئیں۔جلاد امام زین العابدین علیہ السلام کو لینے کے لیے آگے بڑھا مگر اہل بیت میں شور اٹھا اور سیدہ زینب سلام اللہ علیھا نے امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل ہونے سے بچالیا۔

جامع مسجد کوفہ میں عبیداللہ ابن زیاد کی تقریر اور عبداللہ بن عفیف ازدی جو کہ نابینا تھے، ان کا واقعہ ہم نے اپنی دوسری کتاب ''کارزارعشق'' میں شہدائے کربلا کے ذکر کے بعد آخر میں درج کیا ہے۔

اسیران اہل حرم کی کوفہ سے دمشق روانگی:

مخدرات اہل بیت اور خانوادہ نبوت کو کوفہ میں کچھ روز قید رکھنے کے بعد عبیداللہ ابن زیاد نے ان کو دمشق روانہ کرنے کے انتظامات کیے۔ابن زیاد نے زجر بن قیس، شمر ذی الجوشن ضبابی اور خولی بن یزید اصبحی کے ماتحت ایک ہزار پانچ سو رسالہ کے سوار دے کر اسیران کربلا وسر ہائے شہداء کو دمشق لے جا کر دربار یزید میں پیش کرنے کا حکم دیا۔سہل شہروزی کہتا ہے کہ میں بھی قافلے کے ساتھ شامل ہو کر عازم سفر ہوا۔عبیداللہ بن زیاد نے خاص طور پر تاکید کی کہ اس قافلے کو راستے میں آنے والے تمام شہروں، بازاروں اور پبلک مقامات سے گزار کر لے جایا جائے اور کئی دنوں اور کئی ہزار کلومیٹر پر محیط اس سفر میں ان کی رسوائی اور خوب تشہیر کا اہتمام کیا جائے۔تا کہ لوگ دیکھیں کہ ایک باغی کا کیا انجام ہوا اور لوگ یزید کی مخالفت سے باز رہیں اور عبرت پکڑیں۔

مخدرات اہل بیت کو بغیر محمل کے، بے ردا اور اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر بٹھایا گیا اور امام زین العابدین علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیر ڈالی گئی اور ہاتھوں میں ہتھکڑی، پاؤں میں بیڑی اور گلے میں وزنی طوق پہنایا گیا۔ یہ قافلہ کوفہ سے اس طرح چلا کہ سر ہائے شہداء آگے آگے اور پیچھے اسیران اہل حرم تھے۔ مختلف منازل طے کرتا ہوا، شہروں، قصبوں اور دیہاتوں سے گزرتا ہوا، اسیران کربلا کی بے کسی اور کسمپرسی کی مکمل تشہیر کرتا ہوا، کہیں رکتا، کہیں رات بسر کرتا، اسیران کربلا کو مصائب و تکالیف سے دو چار کرتا ہوا یہ قافلہ دمشق پہنچا۔ راستے میں مختلف قسم کے واقعات پیش آئے، کہیں پورے طمطراق اور شہروں، قصبوں اور بازاروں کی آرائش کے ساتھ استقبال کیا گیا تو کہیں مسلح مزاحمت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ کچھ لوگ اسیران اہل حرم اور سر ہائے شہداء کے ساتھ ادب واحترام کے ساتھ پیش آئے تو کچھ نے استہزا کے طور پر جملے کسے، گالیاں دیں اور پتھر مارے۔

تشہیر مقاصد:

عبیداللہ بن زیاد اور لشکر اشقیاء نے اپنی طرف سے اسیران کربلا اور اہل بیت کی رسوائی اور مکمل تشہیر کا اہتمام کیا تو مخدرات اہل بیت اور امام زین العابدین علیہ السلام نے جگہ جگہ خطبات ارشاد فرمائے اور لوگوں کو کربلا میں پیش آنے والی شہادتوں اور ان کے محرکات وحقائق سے آگاہ کیا اور قیام حسینی کے مقاصد کا ابلاغ عام کیا۔ لوگوں کو بتایا جا رہا تھا کہ ایک خارجی کا سر ہے جس نے امیر المومنین یزید بن معاویہ کے خلاف بغاوت کی اور اس بغاوت کو کچل کر ان کے سر اور قیدیوں کو یزید کے دربار میں پیش کرنے کی غرض سے لے جایا جا رہا ہے۔ سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم اور امام زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں کو بتایا کہ یہ سر ہائے شہداء نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اعوان وانصار کے ہیں اور یہ قیدی خانوادہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے متعلقین ہیں۔ یوں جس بات کو چھپانے کی یزید اور اس کے حمایتی آلہ کار سعی کر رہے تھے، ان کے مقصد پر حالت اسیری کے باوجود کاری ضرب لگا کر کوفہ سے دمشق تک تمام بلاد اسلامیہ میں کربلا اور کربلا میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات مؤثر طریقے سے بتائے گئے۔ جدھر جدھر سے قافلہ گزرتا، سیدہ زینب بنت علی، سیدہ ام کلثوم بنت علی اور امام زین العابدین علیھم السلام لوگوں کو حقائق سے آگاہ کرتے رہے اور یزیدیت کو آشکار کرتے رہے۔

قادسیہ:

کوفہ سے دمشق کی طرف روانگی کے مرحلے پر جب اسیران کربلا کا قافلہ قادسیہ پہنچا تو سیدہ ام کلثوم علیھا السلام بنت علی علیہ السلام نے بطور استغاثہ کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یوں ہے: ہمارے مرد مار دیے گئے، ہمارے سرداروں کو دنیا والوں نے فنا کرنے کی مہم جاری رکھی۔ انتہائی مظالم کے ساتھ ہماری حسرتیں بڑھا دیں۔ ان نانہجار اور کمینوں نے یہ جانتے ہوئے بھی ہمارا قتل عام کیا کہ ہم اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں ہیں جو دنیا کی ہدایت کے لیے آیا تھا۔ ہمیں اونٹوں کی ننگی پشتوں پر اس طرح

تماشہ بنائے پھرتے ہیں گویا ہم جہاد میں حاصل ہونے والی مال غنیمت کی چیزیں ہیں جن کو دیکھ کر مسلمان خوش ہوں گے اور ایمان میں ترقی ہوگی۔اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی امت نے تمام مخلوق سے بڑھی ہوئی پرنور اہل بیت کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ آپ کے لیے اندوہناک ہے۔تم لوگ قابل نفرین ہو اس لیے کہ تم نے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا جو بھٹک جانے والوں کی راہنمائی کرتی ہیں۔

مشرقی جصاصہ وتکریت:

بعدازاں لشکر اشقیاء اسیران اہل حرم اور سر ہائے شہداء کو لے کر مشرقی جصاصہ سے ہوتے ہوئے تکریت شہر پہنچے۔تکریت کے عامل کو خط لکھ کر بتایا کہ ہم سے آ کر ملاقات کرو کہ ہمارے پاس ایک خارجی کا سر ہے جس نے یزید کے خلاف مسلح بغاوت کی تھی۔جب یہ بات ایک عیسائی کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ میں اس دن کوفہ میں موجود تھا جس دن یہ سر وہاں لایا گیا۔یہ کسی خارجی کا سر نہیں بلکہ نواسۂ رسول حسین ابن علی ابن ابی طالب علیھم السلام کا سر ہے۔اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی حالت پر اللہ کی پناہ مانگو۔ارے ظالمو! خدا تمہیں غارت کرے۔اس عیسائی کا بیان سن کر تمام عیسائیوں نے انجیل کو اٹھایا اور ناقوس اور صلیبیں لے کر صنیعہ پر چڑھ گئے اور جب سر انور ان کے قریب آیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی فرض کردہ تعظیم کے لیے ناقوس بجایا اور اللہ سے التجا کی کہ اے ہمارے معبود! اے ہمارے مالک ہم اس قوم سے بے زار ہیں جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کر دیا۔ اسے اور اس کی آل اولاد اور اصحاب کے ساتھ پیاسا قتل کیا۔

اعمیٰ، عروہ، صلیتا، وادی نخلہ، ارمینا والیانا:

پھر اہل تکریت نے خولی بن یزید اصبحی کو منع کر دیا کہ وہ سر حسین علیہ السلام کو لے کر ان کے شہر میں نہیں داخل ہو سکتے۔چنانچہ لشکر اشقیاء واپس ہوا اور تکریت کو عبور کرتے ہوئے اور سر ہائے شہداء و اسیران اہل حرم کی تشہیر کرتے ہوئے خشکی کے راستے اعمیٰ سے ہوتے ہوئے عروہ کے گرجا پہنچے۔وہاں سے صلیتا آئے اور آگے بڑھتے ہوئے وادی نخلہ میں پڑاؤ ڈالا اور وہاں رات بسر کی۔یہاں رات بھر قوم جنات کی آہ وزاری، مرثیے اور نوحے سنتے رہے۔اگلی صبح وادی نخلہ سے چلے اور ارمینا سے گزرتے ہوئے ایک گنجان آباد شہر الیانا (لینا) پہنچے۔یہاں پر بہت ساری خواتین، بوڑھے اور جوان غول در غول جمع ہو کر امام حسین علیہ السلام کے سر انور کو دیکھتے ہوئے ان کے جد بزرگوار اور پدر نامدار پر درود وسلام بھیجتے رہے۔اور جن لوگوں نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے رفقاء کو شہید کیا اور اہل حرم کی تشہیر اور رسوائی میں مصروف تھے، ان سب پر لعنت وملامت کرتے رہے۔ان لوگوں نے لشکر اشقیاء سے تقاضہ کیا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ، تم لوگ انبیاء علیھم السلام کی اولاد کے قاتل ہو۔

کحیل، جھنیہ، موصل:

یہ حالات دیکھ کر لشکر اشقیاء کحیل کے راستے جھنیہ پہنچا اور وہاں سے والئ موصل کو خط لکھا کہ ہمارے پاس حسین علیہ السلام کا سر ہے، لہذا اتم ضروری انتظامات کر کے ہمارا استقبال کرو۔ موصل کے حکمران نے خط پڑھا اور لوگوں کو اطلاع دی، لوگ انبوہ در انبوہ نکل آئے، شہر کو آراستہ کیا اور امیر شہر نے ۶ میل باہر نکل کر قافلے کا استقبال کیا۔ موصل سے ایک فرسخ باہر لشکر اشقیاء رکا اور سر انور کو ایک پتھر پر رکھ دیا اور اس پتھر پر حسین علیہ السلام کے سر سے پاک خون کا قطرہ گر کر پتھر میں جذب ہوگیا۔ ہر سال یوم عاشور گرد ونواح کے لوگ یہاں آ کر مراسم عزا برپا کرتے ہیں۔ وہ پتھر جس پر حسین پاک کے خون کا نشان تھا عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک رہا اور اس نے وہاں سے ہٹوا دیا۔ مگر آخر میں وہاں ایک مقبرہ مشہد نقطہ کے نام سے تعمیر ہوگیا۔

موصل شہر کے بعض لوگوں نے دریافت کیا تو بتایا گیا کہ ایک خارجی کا سر ہے جس نے عراق میں خروج کیا اور عبید اللہ ابن زیاد نے اس کو قتل کر کے اس کا سر خلیفہ یزید کو بھیجا ہے۔ مگر ایک شخص نے بتا دیا کہ یہ تو حسین علیہ السلام کا سر ہے۔ جب تحقیقات سے ثابت ہوا تو قبیلہ اوس وخزرج کے ہزار ہا بہادروں نے اہل حرم اور سر ہائے شہداء کو آزاد کرانے کی غرض سے عہد کیا کہ جنگ کریں گے اور دشمنوں سے شہداء کے سروں کو آزاد کرا کے اپنے پاس دفن کریں گے اور اہل حرم کو آزاد کرانے کا فخر قیامت تک ہمارے حصے میں آجائے گا۔

تل اعفر، جبل سنجار، نصیبین:

لشکر اشقیاء نے بغاوت کا پتا چلتے ہی شہر موصل میں داخل ہونے کی بجائے تل اعفر کی راہ لی اور سنجار کے پہاڑوں سے گزرتے ہوئے نصیبین کے قریب پہنچ گئے۔ یہیں ڈیرہ ڈال کر اہل حرم اور سر ہائے شہداء کو شہر میں گھمایا۔ اس دوران سیدہ زینب علیھا السلام بنت علی علیہ السلام نے بھائی کے سر کو دیکھ کر اشعار پڑھے اور سب کو آگاہ کیا کہ تم لوگ اپنی دشمنی کی بنیاد پر ان حضرات کو ساری دنیا میں ذلیل کرنا چاہتے ہو جن کے جد پر خداوند جلیل کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ تم نہ صرف رب العرش کے منکر ہو گئے ہو بلکہ تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی روگردانی کر لی ہے۔ اے امت کے شریر ترین لوگو! تم اللہ کے سامنے حاضری کے دن کائنات کے حاکم کے سامنے عذاب سے بچنے کا کیا بہانہ کرو گے؟

عین الورد، دعوات، قنسرین:

لشکر اشقیاء نصیبین سے نکل کر عین الورد سے گزرتے ہوئے دعوات کے قریب پہنچا اور اس کے حاکم کو اطلاع بھیجی کہ ہمارے ساتھ سر حسین علیہ السلام ہے، استقبال کو پہنچو۔ یہ حکم پڑھ کر شہر کے حاکم نے بگل، باجے اور نفیریاں بجانے کا حکم دیا اور شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ سر ہائے شہداء اور اسیران اہل حرم کو شہر میں گشت کرانے کے لیے چالیسویں دروازے سے داخل شہر ہوئے

اور خوب تشہیر کے بعد چوراہے پر سر ہائے شہداء کو نصب کر دیا۔ دو پہر سے لے کر شام تک شہر کے باشندے تماشہ دیکھتے رہے، کچھ لوگ رو رہے تھے تو کچھ ہنس ہنس کر کہتے تھے کہ یہ ایک باغی کا سر ہے جس نے خلیفہ یزید بن معاویہ سے بغاوت کی تھی۔ جس جگہ سر نصب ہوا، لوگ اپنی حاجات کی دعائیں مانگتے تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اشعار پڑھے۔ یہ ملاعین نشۂ شراب سے چُور چُور وہاں رات گزار کر مندین (یا قنسرین) پہنچے جو ایک گنجان آباد شہر تھا۔ جب لشکر اشقیاء قریب پہنچا تو لوگوں نے شہر کے دروازے بند کر دیے، ان پر لعنت کی اور پتھر برسائے اور کہتے جاتے تھے کہ اے بدکردارو ناہنجار لوگو! تم نے انبیاء علیہم السلام کی اولاد کو قتل کیا ہے۔ تم ہمارے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔

ام کلثوم سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام نے رو رو کر اشعار پڑھے کہ: تم تو ہمیں اس طرح اونٹوں کی ننگی پشتوں پر لیے پھرتے ہو گویا ہم ملک روم کی بیٹیاں ہوں۔ اے لوگو! کیا میرے جدا کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں؟ خدا تمہیں غارت کرے، انہوں نے ہی تو تمہیں بھلائی کی راہ دکھائی تھی۔ اے ناہنجار امت! خدا تمہاری زمینوں کو کبھی سیراب نہ کرے۔ تمہیں ہمیشہ عذاب میں مبتلا رکھے، جیسے کہ وہ آبادیوں کو زندہ رکھنے پر قادر ہے، تمہیں عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

معرۃ النعمان، شیرزد، کفرطاب:

لشکر اشقیاء سر ہائے شہداء و اسیران کربلا کو لے کر معرۃ النعمان پہنچے جہاں ان کا استقبال کیا گیا۔ دروازے کھولے گئے اور کھانے پینے کا سامان دن بھر مہیا کیا جاتا رہا۔ یہاں دن کا بقیہ حصہ بسر کرنے کے بعد شیرز (شیراز، شیرزد) پہنچ گئے۔ اس مقام پر ایک بوڑھے شخص نے پکار کر کہا کہ یہ تو سر حسین علیہ السلام ہے، ان کی مخالفت کرو اور شہر میں داخل نہ ہونے دو۔ یہ حال دیکھ کر گروہ اشقیاء شہر میں داخل ہونے کی بجائے کفرطاب کی طرف چل دیے۔ یہ ایک چھوٹا سا قلعہ تھا، اہل قلعہ نے دروازے بند کر دیے اور انھیں اندر داخل نہ ہونے دیا۔ اس وقت خولی بن یزید اصبحی ان کی طرف بڑھا اور مخاطب کر کے کہا: کیا تم ہماری اطاعت میں نہیں ہو؟ ہمیں پانی تو لینے دو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ واللہ! ہم تمہیں پانی کا قطرہ بھی نہ دیں گے، تم نے حسین علیہ السلام اور ان کے بچوں و اصحاب پر پانی بند کیے رکھا۔ یہ بات سن کر وہ ملاعین وہاں سے چل دیے اور سیبور پہنچ گئے۔

سیبور:

سیبور میں امام زین العابدین علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا: آخر کار کمینہ اور رذیل لوگ سردار اور سید بن بیٹھے۔ یہ تو عربوں کو پہلے کبھی پسند نہ آتا تھا۔ امت کے سروں پر بدکردار لوگ چڑھ بیٹھے ہیں۔ اے لوگو! یہ تو وہ تعجب انگیز صورتحال ہے کہ اس کی مثال کا ملنا بھی حیران کن بات ہوگی۔ ایسا زمانہ بھی کبھی آنا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اونٹوں کی ننگی پشتوں پر لونڈی غلاموں کی طرح سوار کی جائے اور اشقیاء اس طرح سفر کریں کہ اس کے نیچے ریشمی غالیچے اور گدے ہوں اور سروں پر سائبان لگے

ہوں۔

سیبور میں ایک بوڑھا شخص رہتا تھا جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ دیکھا تھا۔اس نے شہر کے تمام پیر و جوان کو جمع کیا اور کہا کہ اللہ فتنہ وفساد کو پسند نہیں فرماتا۔دیکھوان سروں کو تمام شہروں میں پھرایا گیا اور کوئی ایک شخص بھی روکنے والا نہ ہوا۔ان کو اپنے شہر میں داخلے سے روک دو۔شہر کے جوان مستعد و آمادہ ہوئے اور اسلحہ لے کر لشکر اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔خولی بن یزید اصبحی کی فوج کے کثیر تعداد میں سپاہی واصل جہنم ہوئے۔شہزادی ام کلثوم علیہا السلام بنت علی علیہ السلام نے شہر کا نام پوچھا،کسی نے جواب دیا،سیبور۔سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے اہل شہر کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ! ان کے پینے کی چیزوں کو خوش ذائقہ اور شیریں رکھ،ان کی اشیائے ضرورت کو ارزانی وفراوانی عطا کر اور ظالموں سے محفوظ رکھ۔

حماوات،حمص:

سیبور سے نکال دیے جانے کے بعد لشکر ابن زیاد حماۃ (حماوات) پہنچا۔یہاں کے لوگوں نے بھی ان پر اپنے دروازے بند کر دیے اور کہلوا بھیجا کہ جب تک ہمارے درمیان موجود آخری آدمی بھی قتل نہیں ہو جاتا،تم لوگ ہمارے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔یہ سن کر لشکر یزید کوچ کر کے حمص کی طرف روانہ ہوا۔حمص کا عامل خالد بن نشیط تھا۔لشکر یزید کی طرف سے سر حسین علیہ السلام کی آمد کی اطلاع پر اس نے لوگوں کو خبر دی اور شہر کو آراستہ کیا۔کچھ لوگوں کو ساتھ لیا اور تین میل دور تک شہر سے باہر نکل کر لشکر یزید کے استقبال کے لیے گیا اور سر ہائے شہداء اور اسیران اہل حرم کی تشہیر کرتے ہوئے شہر میں داخل ہونے لگے۔اہل شہر نے اکٹھے ہو کر چاروں اطراف سے ان پر پتھر برسائے یہاں تک کے ۲۶ اشقیاء واصل جہنم ہوئے۔لوگوں نے لشکر یزید کو شہر سے باہر نکال کر دروازے بند کر دیے اور کہا اے گروہ تو ایمان کے بعد کافر ہو گیا اور ہدایت کے بعد گمراہ ہوا۔

قسیس ، بعلبک:

لشکر اشقیاء حمص سے پسپا ہو کر قسیس کے کنیسہ (گرجا) کے پاس ٹھہرے جہاں والئ شہر کا گھر تھا۔لوگوں نے ان کا پیچھا کیا تا کہ خولی بن یزید اصبحی کو قتل کر کے سر ہائے شہداء چھین لیں۔لشکر اشقیاء کو معلوم ہوا تو مارے خوف کے وہاں سے بھاگے اور شہر بعلبک آئے۔بعلبک قوم عمالقہ کا شہر تھا جہاں ان کے مشہور بت بعل کا مندر تھا۔حاکم شہر کو اطلاع دی گئی کہ ان کے پاس سر حسین علیہ السلام ہے۔امیر شہر نے عورتوں کو حکم دیا اور وہ ڈھول بجاتی ہوئی نکلیں،بگل بجنے لگا اور دف اور بوق بجوائے گئے۔حاکم شہر نے لوگوں کو اطلاع دی اور لشکر کے لیے کھانا،پانی اور شراب مہیا کیا اور ان کے ٹھہرنے کا انتظام کیا۔سیدہ ام کلثوم علیہا السلام بنت علی علیہ السلام نے شہر کا نام معلوم کیا اور بددعا دی: اے اللہ! ان لوگوں کو پھلنے پھولنے سے دور رکھ،ان کی پینے کی چیزوں کو بدمزہ کر دے اور ان کو مظالم کا نشانہ بنائے رکھ۔

صومعہ اور عیسائی راہب:

اگلی صبح روانہ ہو کر شام کے وقت ایک راہب کے صومعہ (دیر، گرجا) کے پاس پہنچ گئے۔امام زین العابدین علیہ السلام نے اشعار کہے جن کا ترجمہ ہے: یہ وہ زمانہ ہے کہ اس کی نیرنگیاں شرفاء سے دور نہیں ہوئیں اور نہ مصیبتیں کم ہوتی ہیں۔کیا معلوم کب تک زمانہ ہم سے لڑے گا اور اس کی گردش سے کب تک ہم کو لڑنا پڑے گا؟ ویل ہو تم پر، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احسان فراموشی کی۔اے بری امت یہ کیسے طریقے ہیں؟

جب رات ہوگئی تو یزیدیوں نے سروں کو گرجا کے پاس محفوظ کر دیا اور شراب پینے لگے کہ اتنے میں لوہے کا قلم نمودار ہوا اور اس نے خون سے یہ شعر لکھا: **اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْناً ، شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ** ،کیا وہ گروہ بھی یہ امید رکھتا ہے جس نے حضرت حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے جد امجد اس گروہ کی شفاعت کریں گے۔بعض روایات میں ہے کہ یہ شعر پہلے سے ہی دیوار پر لکھا ہوا تھا۔جب ان اشقیاء نے دیکھا تو گرجے کے راہب سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے اور کب لکھا ہے۔**فَقَالَ اِنَّهُ مَكْتُوْبٌ" هٰهُنَامِنْ قَبْلُ اَنْ يُّبْعَثَ نَبِيُّكُمْ بِخَمْسَ مِائَةَ عَامٍ**،راہب نے کہا یہ شعر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پانچ سو برس قبل کا لکھا ہوا ہے۔علامہ ابن کثیر نے لکھا کہ لوگوں کا ایک لشکر بسلسلہ جنگ بلاد روم کی طرف گیا اور انہوں نے وہاں ایک کنیسہ میں بھی یہی شعر لکھا ہوا پایا تو ان سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے تو جواب ملا کہ یہ شعر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل لکھا ہوا ہے۔اس روایت کو ابواسحاق اسفرائینی، ابومخنف، ابن حجر مکی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی نقل کیا ہے۔

اس گرجے کے راہب نے جب شہداء کے سروں کو نیزوں پر اور چند بیبیوں اور بچوں کو بحالت اسیری و مظلومیت دیکھا تو اس کے دل پر بڑا اثر ہوا اور اس نے قافلے والوں سے پوچھا کہ ان کے لشکر کا سردار کون ہے؟ بتایا گیا کہ خولی بن یزید اصحی ہے، راہب نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے جس نے عراق میں خروج کیا تھا اور اسے عبیداللہ بن زیاد نے قتل کیا۔راہب نے نام پوچھا، بتایا گیا کہ حسین علیہ السلام نام ہے، باپ کا نام علی ابن ابی طالب علیہما السلام، ماں کا نام فاطمہ علیہا السلام اور نانا کا نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔راہب نے کہا: سچ کہا احبار نے کہ اس شخص کے قتل پر آسمان سے خون برسے گا۔راہب حیران ہو کر بولا کہ تم پر افسوس ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی اولاد ہوتی تو ہم اسے آنکھوں پر بٹھاتے۔تم بہت برے لوگ ہو، کیا کوئی اپنے نبی کی اولاد سے بھی ایسا سلوک کر سکتا ہے جو تم نے کیا؟

راہب نے خولی بن یزید اصحی سے کہا کہ اگر تم ایک رات کے لیے مجھے اپنے نبی کے نواسے کا سر دے دو اور ان بیبیوں کی خدمت کا موقع دو تو میں تمہیں دس ہزار درہم دیتا ہوں۔وہ درہم و دینار کے بندے اس بات پر راضی ہو گئے، رقم لے کر سر اور قیدی راہب کو سونپ دیے۔راہب نے ایک صاف ستھری جگہ بیبیوں کو رات گزارنے کے لیے پیش کی اور امام حسین علیہ السلام کا سر لے کر اپنے خاص کمرے میں چلا گیا۔راہب نے سر اقدس، چہرہ مبارک، مقدس زلفوں اور داڑھی مبارک کے بالوں پر جو غبار اور خون

وغیرہ جما ہوا تھا، دھو کر صاف کیا اور عطر و کافور سے معطر کیا۔ اور بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ اپنے سامنے رکھ کر زیارت کرنے لگا۔

راہب کیا دیکھتا ہے کہ حسین علیہ السلام کے سرانور سے لے کر آسمان تک نور ہی نور ہے۔ اور کچھ آوازیں سنائی دے رہی ہیں گویا ملائکہ قطار در قطار اتر رہے ہیں اور درود وسلام کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ اللہ نے راہب پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیے اور اس پر گریہ طاری ہوا۔ سرانور کی کرامت اور انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہوئے بے ساختہ اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہوا، **اَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰه** . راہب نے رسول زادیوں کا ادب کیا اور سر حسین علیہ السلام کا احترام کیا اس لیے اس پر باب کرم وا ہوا اور وہ مشرف با اسلام ہوا۔ راہب نے گرجے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر سچے دل کے ساتھ اہل بیت اطہار کی اطاعت وخدمت کو اپنا لیا۔

خولی نے جب یہ رقم تقسیم کرنے کے لیے تھیلے کھولے تو کیا دیکھتا ہے کہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بنے ہوئے ہیں اور ان کے ایک طرف یہ آیت **وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ** ،اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کردار سے غافل مت سمجھو اور دوسری طرف یہ آیت لکھی ہوئی تھی کہ **وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ** ، اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر بیٹھتے ہیں۔ کچھ روایات میں حلب پہنچنے اور سیدہ شہر بانو سلام اللہ علیہا کی کنیز شیریں کا ذکر بھی موجود ہے۔ راہب کے واقعے کے بعد لشکر اشقیاء خوفزدہ ہوا اور جلدی سے دمشق پہنچنے کی تدبیر کرنے لگا۔

کوفہ سے دمشق، مصائب و آلام:

اسیران کربلا، پا بہ رسن و زنجیر و طوق، اونٹوں کی برہنہ پشتوں پر سوار، راستے کے مصائب و آلام، لشکر اشقیاء کا ظالمانہ سلوک، امت کا افسوسناک برتاؤ، لوگوں کا استہزا و سفاکانہ رویہ، دو ہفتے کا طویل سفر، روزانہ دس بارہ گھنٹے کی مسافرت، طویل سفر کی صعوبتیں، گرمی کی شدت اور دھوپ کی تمازت، بنارداؤں، محمل، کجاوے اور سائبان کے عماریاں، بھوک پیاس کی شدت، کئی ہزار کلومیٹر کا سفر، نشیب و فراز سے گزرنا، کربلا میں شہادتوں کا غم، درباروں اور بازاروں سے گزارا جانا، راستوں اور شہروں میں بغرض تشہیر و رسوائی پھرایا جانا، صحرائی و بیابانی گرد و غبار، ان سب حالات سے گزرتے ہوئے بالآخر دمشق پہنچ گئے۔ اس کے نتیجے میں اہل حرم اور اسیران کربلا نحیف و کمزور و بیمار ہو گئے جبکہ امام زین العابدین علیہ السلام تو کربلا سے ہی شدید ترین بیماری اور علالت سے گزر رہے تھے۔ اس بیماری کی حالت میں بھی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں وزنی طوق اور بے کجاوہ اونٹوں کی برہنہ پشتوں پر سوار کر کے طویل ترین سفر کی صعوبتوں نے اس بیماری کو دوچند کر دیا تھا۔ مگر سیدہ زینب بنت علی، سیدہ ام کلثوم بنت علی اور امام زین العابدین علیھم السلام لوگوں کو کربلا کی حقیقت اور قیام حسینی کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرتے رہے۔

دمشق میں عید کا سماں:

جب لشکر اشقیاء اسیران اہل حرم اور سر ہائے شہداء لے کر دمشق کے قریب پہنچا تو دمشق سے باہر پڑاؤ ڈالا اور رات بھر دمشق سے باہر رکا رہا۔ اگلی صبح رسول زادیوں اور اسیران کربلا کو سر ہائے شہداء کے ساتھ شہر دمشق میں بغرض تشہیر و عبرت و رسوائی گشت کرایا گیا۔ رات بھر یزیدی فوج وردی بدلنے اور اسلحہ کو چمکانے میں مصروف رہی۔ شہر دمشق میں عید کا سماں تھا اور فوج اشقیاء جلوس کو ترتیب دے کر اس طرح روانہ ہوئی کہ پورا دمشق اور گرد و نواح کے لوگ شاہراہ پر دو رویہ کھڑے استقبال کے لیے منتظر تھے۔ یزید اپنے محل کی چھت سے قیدیوں کے جلوس کو آتا دیکھ رہا تھا۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں شہر میں داخل ہوا تو شہر میں نہروں اور باغات کی افراط تھی۔ لوگ زرق برق لباس میں ملبوس خوشیاں منا رہے تھے۔ لوگ ڈھول تاشے اور طبلے بجانے میں مصروف تھے۔ جشن کا سماں تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج اہل شام کوئی عید منا رہے ہیں جسے ہم نہیں جانتے۔ اتنے میں کچھ لوگوں کو باتیں کرتے دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آج تمہارے ہاں کوئی عید ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ شیخ صاحب آپ کوئی دیہاتی مسافر معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے کہا بھائیو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی سہل بن سعد ہوں۔ انھوں نے کہا کہ کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ آج آسمان سے خون کیوں نہیں برستا اور زمین دھنس کیوں نہیں جاتی؟ میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ عراق سے حسین علیہ السلام کا سر اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قید ہو کر آ رہے ہیں۔ میں نے حیران ہو کر کہا کہ سر حسین علیہ السلام لایا جا رہا ہے اور اہل شام خوشیاں منا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کس دروازے سے لایا جائے گا؟ جواب ملا کہ اس دروازے سے جس کو گھنٹہ گھر کا دروازہ کہتے ہیں۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگ خیزران کے دروازے سے داخل ہو رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو کر اس جگہ پہنچا جہاں سر ہائے شہداء اور خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیدی موجود تھے۔ سر حسین علیہ السلام کو نیزے پر بلند کر کے شمر ملعون اعلان کر رہا تھا کہ میں سب سے طویل نیزے کا علمبردار ہوں۔ میں ہی اصلی دین و مذہب کا نمائندہ ہوں۔ میں نے ہی سب نبیوں کے وصیوں کے سردار کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور اس کا سر کاٹ کر مومنین کے حاکم کے روبرو پیش کرنے کو لایا ہوں۔ سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے للکار کر کہا کہ او لعنتی تو حقیقی اسلام کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ ارے ملعون تجھ پر اور تیری ظالم قوم پر خدا لعنت کرے۔ اے مردود تو ایک ایسے بزرگ کو قتل کر کے یزید ملعون پر فخر کر رہا ہے، جسے مقرب ملائکہ لوریاں دیا کرتے تھے۔ جس کے نانا پر اللہ نے سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم اور مکمل کیا ہے اور جس کے باپ کے ہاتھوں شرک اور نظام شرک کا مادہ تباہ کرا دیا ہے۔ ارے لعین کوئی ہے جو میرے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے والد علی المرتضیٰ علیہ السلام اور میری ماں فاطمہ زہرا علیہا السلام کے مقابلہ پر لایا جا سکے۔

اہل حرم اور سر ہائے شہداء کو پر ہجوم راستوں سے پوری تشہیر کے ساتھ گزارا جاتا۔ مخدرات اہل بیت اور اسیران

کربلا وسرہائے شہداء کو جان بوجھ کر دمشق کے سب سے مصروف اور پررونق بازار، بازار حمیدیہ سے گزارا گیا تاکہ لوگ ان کی کسمپرسی اور رسوائی کا تماشہ دیکھیں۔ بالاخانوں سے خواتین اور لوگوں نے ان پر پتھر پھینکے، گالیاں بکیں اور خوب مذاق اڑایا۔لوگ ہنس کھیل رہے تھے اور جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے تھے اور جس دین کی بدولت مسلمان کہلاتے تھے، آج اسی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے ظالمانہ وسفاکانہ سلوک روا رکھا ہوا تھا۔گنبد خضریٰ کے مکین پر کیا گزر رہی ہوگی؟ کون اس کی شرح کرے؟

جلوس اس طرح چل رہا تھا کہ سرہائے شہداء آگے آگے رکھے گئے تھے اور اسیران کربلا پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے۔سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کوئی حاجت ہو تو بتائیں۔امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: کہ آپ کے پاس کچھ درہم ہیں؟ جواب ملا کہ ہاں۔امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: سر اٹھانے والے شخص کو کچھ دے کر خواتین سے دور رہنے کو کہو، تاکہ لوگ سر دیکھنے میں مشغول رہیں اور اہل حرم پر ان کی نظریں نہ پڑیں۔سہل کہتے ہیں کہ میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور آکر امام علیہ السلام کو بتایا کہ حضور آپ کی منشا کے مطابق عمل کیا ہے۔امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا دی اور فرمایا کہ اللہ بروز قیامت ہمارے ساتھ شمار فرمائے اور ہماری نصرت کا اجر عطا کرے۔

اہل شام اوران کا اعلانیہ فسق وفجور:

اسلامی سلطنت کے پایہ تخت دمشق میں جہاں یزید برسر دربار شراب پیتا ہو تو وہاں کے درباریوں اور شہریوں پر اس کا کیا اثر ہوگا؟ یزید کے حامی گورنروں اور سپاہیوں کے شب وروز کیسے گزرتے ہوں گے؟ شامی سرعام شراب پیتے اور جس روز سرہائے شہداء واسیران کربلا دمشق میں داخل ہوئے اس روز دکانیں بند تھیں اور لوگ نشے میں پھر رہے تھے۔کوئی اسیران کربلا پر آوازیں کستا، کوئی پتھر مارتا، کچھ آگ کے گولے پھینکتے، کچھ گالیاں بکتے تو کچھ لعن طعن کررہے تھے۔ایک سوبیس نشان فوج بھیجے گئے تھے کہ وہ حسین پاک کے سر مبارک کے آگے آگے چلتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے چلیں۔شہداء کے سر جو اسیران کربلا کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، انھیں دیکھ کر خواتین اہل بیت درد بھرے استغاثوں سے اہل کساء وشہدائے کربلا کو یاد کرتی رہیں۔قافلہ چل رہا ہے گویا درد کا سمندر بھی ساتھ ساتھ رواں ہے۔

فضلائے تابعین میں سے کسی نے یہ منظر دیکھ کر کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یوں ہے: اے دختر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرزند، تیرا سر لے کر آئے ہیں جو اپنے خون میں لتھڑا ہوا ہے۔اے فرزند بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے قتل سے گویا اعلانیہ عمداً رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا۔وہ اس پر مغرور ہیں کہ تجھ کو قتل کیا، سچ یہ ہے کہ تیرے ساتھ تکبیر اور تہلیل کو قتل کر ڈالا۔

شامی بوڑھا اور امام زین العابدین علیہ السلام:

ایک شامی بوڑھا اسیران کربلا کے قریب آیا اور کہنے لگا کہ شکر ہے، تم کو خدا نے ہلاک وتباہ کیا اور شہروں کو تمہارے مردوں سے پاک کیا۔ خلیفہ وقت کو تم پر قابو دیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام اور اس بوڑھے شامی کے درمیان ایک مکالمہ ہوا۔

زین العابدین علیہ السلام: اے بوڑھے شخص، کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟

بوڑھا شخص: ہاں پڑھا ہے۔

زین العابدین علیہ السلام: کیا تو اس آیت کو جانتا ہے: **قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ** (۴۲:۳۲)؟

بوڑھا شخص: ہاں اس کو خوب پڑھا ہے۔

زین العابدین علیہ السلام: تو اب جان لے کہ اللہ کے رسول کے قربیٰ ہمیں ہیں۔ اے بوڑھے شخص کیا تو نے سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت پڑھی ہے: **وَاٰتِ ذَالْقُرْبىٰ حَقَّهٗ** (۱۷:۲۶)؟

بوڑھا شخص: ہاں ضرور پڑھی ہے۔

زین العابدین علیہ السلام: اے بوڑھے شخص وہ ذی القربیٰ ہمیں ہیں۔ اے بوڑھے شخص کیا تو نے یہ آیت بھی پڑھی ہے: **وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبىٰ** (۹:۴۱)

بوڑھا شخص: ہاں پڑھی ہے

زین العابدین علیہ السلام: اے بوڑھے شخص وہ ذی القربیٰ ہمیں ہیں۔ اے بوڑھے شخص کیا تو نے یہ آیت بھی پڑھی ہے: **اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيْرًا** (۳۳:۳۳)

بوڑھا شخص: ہاں پڑھی ہے

زین العابدین علیہ السلام: اے بوڑھے شخص ہم وہی اہل بیت ہیں جن کی شان میں خاص کر یہ آیت تطہیر اتری ہے۔

یہ سن کر وہ بوڑھا شخص بہت خجل ونادم ہوا اور خاموش ہو گیا۔

سید الساجدین، طعن عوام کا جواب:

اسی طرح ابراہیم بن طلحہ بن عبداللہ نے امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ اے علی بن حسین علیہما السلام کون غالب آیا؟ یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السلام نے جو محمل میں اس وقت سر جھکائے ہوئے تھے سر اٹھایا اور فرمایا: اگر تو جاننا چاہتا ہے کہ کون غالب ہوا تو نماز کے وقت اذان اور اقامت کہہ کے دیکھ لے۔ الغرض لوگ اسیران کربلا کی ستم ظریفی پر مذاق اڑا رہے تھے، جملے کس رہے تھے اور لٹے پٹے قافلے کو تضحیک ونفرین کا نشانہ بنا رہے تھے۔ وہ جن کی مودت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض کی تھی، ان کے ساتھ ظالمانہ وسفاکانہ سلوک روا رکھا ہوا تھا۔

دمشق میں اسی دوران منہال بن عمر سے امام زین العابدین علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ منہال کے حال احوال دریافت کرنے پر امام زین العابدین علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا: اس کا حال کیا پوچھتا ہے جس کا باپ مقتول، مددگار کم اور حرم اسیر ہوں۔ عرب عجم پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہیں اور یہی ادعا قریش کا ہے۔ ہم ان کے اہل بیت ہیں لیکن مقتول اور مظلوم ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے فقرات سن کر رونے کا شور بلند ہوگیا۔

دربار یزید میں اسیران کربلا کی پیشی:

یزید کے دربار میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام کا تاریخی خطبہ واقعہ کربلا کے بعد بہت اہم نوعیت کا حامل ہے۔ واقعہ کربلا کے بعد وہ دمشق لے جائی گئیں جہاں یزید بن معاویہ کے دربار میں دیا گیا ان کا خطبہ بہت مشہور ہے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام نے یزید کے دربار میں اراکین سلطنت، سفراء و امراء کی موجودگی میں عزم و حوصلے اور جرات و استقلال کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا جو رہتی دنیا تک یزیدیت کو بے نقاب کرتے ہوئے تمام اہل ایمان کے لیے اسوہ بن گیا:

خطبے دیے وہ راہ میں عالی جناب نے
پایا دوام جن سے خدا کی کتاب نے
کتنا اثر دکھایا ہے اس کے خطاب نے
اس سے جنم لیا ہے نئے انقلاب نے
اس کی گواہی دے گیا وہ شام کا سفر
زینب کا بن گیا سفر اسلام کا سفر
مجبور تھی جھکی نہیں ظالم کے سامنے
اس کو خراج فتح دیا تھا عوام نے
دے دی شکست ظلم کو اس کے کلام نے
اس کا جلال دیکھ لیا اہل شام نے
پھر پھر کے بے ردائی میں بلوائے عام میں
بیٹی علی کی آ گئی دربار شام میں

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

یزید کے کفریہ اشعار:

یزید نے غرور و نخوت سے سر حسین ابن علی علیہما السلام کو دیکھتے ہوئے قرآن پاک کی کچھ آیات سورہ آل عمران سے پڑھیں اور انھیں اپنے مطالب کے لیے استعمال کرنا چاہا۔**قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ بِیَدِکَ الْخَیْرُ۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** (۲۶:۳) کہہ دیجیے، اے اللہ! مُلک کے مالک! تو جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اسی طرح یزید نے کچھ اشعار پڑھے جن کا خلاصہ یوں ہے کہ ''کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں تھے، خزرج کا (کربلا میں) نیزوں سے پچھاڑا جانا دیکھتے۔ مارے خوشی کے ان کی باچھیں کھل جاتیں اور وہ کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔ ہم نے ان کی قوم کے بزرگوں کو قتل کیا، بدر کا بدلہ لیا اور بدلہ برابر ہو گیا۔ بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ کھیل کھیلا، نہ کوئی خبر آئی تھی نہ وحی نازل ہوئی تھی۔ میں خندف سے نہ ہوں اگر بدلہ نہ لوں بنی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، جو کچھ انھوں (احمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے کیا تھا''۔ یزید کے ان کفریہ اشعار کی وجہ سے امام احمد بن حنبل، ابن جوزی اور دیگر اکابرین محدثین یزید مرتد کے ایمان کے ہی قائل نہیں۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے ایک ضخیم کتاب ''یزید کے کفر اور اس پر لعنت کا مسئلہ'' لکھ کر ان تمام دلائل کو اکٹھا کر دیا ہے جو یزید کے کفر پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ طمانچہ ہے ان لوگوں کے منہ پر جو حدیث قسطنطنیہ کی تاویلات باطلہ سے یزید کو جنتی ثابت کرنے کی ناکام کوششوں میں لگے رہتے ہیں یا یزید کے بہی خواہ بنے رہتے ہیں۔

یزید کی گستاخی اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ:

یزید نے خیزران کی لکڑی منگوا کر اسے امام حسین علیہ السلام کے لبوں اور دانتوں پر لگایا۔ ابو برزہ اسلمی (جو صحابی رسول تھے اور وہاں پر موجود تھے) نے یزید کو مخاطب کر کے کہا: ''اے یزید! کیا تو اس چھڑی سے فرزند فاطمہ علیہا السلام کے دندان مبارک پر مار رہا ہے؟ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبر اکرم حسین اور ان کے بھائی حسن علیہم السلام کے لبوں اور دندان مبارک کو بوسہ دیتے اور فرماتے تھے کہ تم دونوں جوانان جنت کے سردار ہو جو تمہیں قتل کرے خدا اس کو قتل کرے اور اس پر لعنت کرے اور اس کے لیے جہنم کو آمادہ کرے اور وہ بہت خراب جگہ ہے۔'' یزید غصہ میں چیخنے لگا اور حکم دیا کہ صحابی رسول کو باہر نکال دو، چنانچہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو دھکے دے کر دربار سے نکال دیا گیا۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا خطبہ:

یزید نے جب امام حسین علیہ السلام کے دندان پر چھڑی پھیر کر بے حرمتی کرنا شروع کی تو حضرت زینب سلام اللہ

علیہا بنت علی علیہ السلام سے نہ رہا گیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر وسیع خطبہ ارشاد فرمایا۔ ذیل میں خطبے کی خاص خاص باتیں درج ہیں:

حضرت زینب سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام نے خطبہ اللہ کے نام سے شروع کیا سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو کائنات کا پروردگار ہے۔ اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی پاکیزہ عترت واہل بیت علیہم السلام پر۔ امابعد! بالآخر ان لوگوں کا انجام برا ہے جنہوں نے اپنے دامن حیات کو برائیوں کی سیاہی سے داغدار کر کے اپنے خدا کی آیات کی تکذیب کی اور آیات پروردگار کا مذاق اڑایا اے یزید! کیا تو سمجھتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیے ہیں اور رسول کی آل کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر در بدر پھرانے سے تو خدا کی بارگاہ میں سرفراز ہوا اور ہم رسوا ہوئے ہیں؟ کیا تیرے خیال میں ہم مظلوم ہو کر ذلیل ہو گئے اور تو ظالم بن کر سر بلند ہوا ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم پر ظلم کر کے خدا کی بارگاہ میں تجھے شان و مقام حاصل ہو گیا ہے؟ آج تو اپنی ظاہری فتح کی خوشی میں سرمست ہے، مسرت و شادمانی سے سرشار ہو کر اپنے غالب ہونے پر اترا رہا ہے۔ اور خلافت کے ہمارے مسلمہ حقوق کو غصب کر کے خوشی و سرور کا جشن منانے میں مشغول ہے۔ گو مجھ پر ظلم وستم اور مصائب کے پہاڑ آ گرے ہیں، لیکن اس سے میں پست ہمت نہیں ہوں اور تجھے سرزنش و ملامت کرنے کے لیے کافی ہوں۔ میں تجھے اس حال میں بھی حقیر و ذلیل و کمزور شخص سمجھتی ہوں جب کہ میری آنکھوں سے آنسو تھمتے نہیں اور جگر پاش پاش ہے۔ اپنی غلط سوچ پر مغرور نہ ہو اور ہوش کی سانس لے۔ کیا تو نے خدا کا یہ فرمان بھلا دیا ہے کہ حق کا انکار کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں یہ ان کے حق میں بھلائی ہے، ہم انہیں مہلت اس لیے دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں زیادتی کریں، اور ان کے لیے خوار کرنے والا عذاب ہے۔

اے طلقاء کے بیٹے! کیا یہ تیرا انصاف ہے کہ تو نے اپنی مستورات اور لونڈیوں کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کر کے پردے میں بٹھا رکھا ہے جبکہ رسول زادیوں کو سر برہنہ در بدر پھرا رہا ہے۔ تو نے مخدرات عصمت کی چادریں لوٹ لیں اور ان کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا۔ تیرے حکم پر اشقیاء نے رسول زادیوں کو بے نقاب کر کے شہر بہ شہر پھرایا۔ تو بڑی بے رحمی سے (دندان مبارک پر) چھڑی مارتا ہے اور بڑی بے غیرتی سے امید کرتا ہے کہ تیرے بزرگ اس صورت سے خوش ہوتے اور تجھے مزید مظالم کی دعا دیتے۔ واقعی وہ اگر زندہ ہوتے تو تجھ سے بہت خوش ہوتے اس لیے کہ تو نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولاد عبدالمطلب علیہم السلام کا قتل عام کیا ہے اور یوں ہمارے دلوں پر گہرا زخم لگایا ہے۔ تو نے زہرا سلام اللہ علیہا کے چمن کو تاراج کر دیا ہے۔ جنھیں تو نے قتل کیا ہے وہ اس زمین کو روشن رکھنے والے ستارے تھے۔

اب تو اپنے کافر بزرگوں کو پکارتا ہے۔ کیا وہ تمہیں جواب دے سکیں گے؟ ذرا ٹھہر تو بھی انہی کے پاس پہنچنے والا ہے۔ وہاں جا کر تجھے حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ وہاں تو تمنا کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل ہو گئے ہوتے، تو اہل بیت علیہم السلام کا خون نہ بہاتا اور تو گونگا ہو گیا ہوتا تا کہ یہ بکواس نہ کرتا۔ خدایا! تو اس شقی سے ہمارا انتقام لے، اس پر عذاب مسلط کر۔ اے یزید! یاد رکھ کہ خدا، آل رسول پاک علیہم السلام کا تجھ سے انتقام لے کر ان مظلوموں کا حق انہیں دلائے گا۔ اور انہیں امن وسکون کی نعمت سے

مالا مال کردے گا۔تو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لوٹایا جائے گا اور تجھ سے ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون بہانے اور ان کی بے عزتی کرنے کا بدلہ لیا جائے گا۔خدا کا فرمان ہے: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں۔لہذا وہاں اللہ حاکم ہوگا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدعی ہوں گے اور جبرائیل علیہ السلام ان کے مددگار ہوں گے۔

افسوس تو اس بات پر ہے کہ شیطان کے ہمنوا اور بدنام لوگوں نے رحمٰن کے سپاہیوں اور پاکباز لوگوں کو تہہ تیغ کر ڈالا ہے۔اور ابھی تک اس شیطانی ٹولے کے ہاتھوں سے ہمارے پاک خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ان کے ناپاک دہن ہمارا گوشت چبانے میں مصروف ہیں اور صحرا کے بھیڑیے ان پاکباز شہیدوں کی مظلوم لاشوں کے اردگرد گھوم رہے ہیں اور جنگل کے نجس درندے ان پاکیزہ جسموں کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔

تو (یزید) جتنا چاہے مکر وفریب کر لے اور بھرپور کوشش کر کے دیکھ لے مگر تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تو نہ تو ہماری یاد لوگوں کے دلوں سے مٹا سکتا ہے اور نہ ہی وحی الٰہی کے پاکیزہ آثار محو کر سکتا ہے۔تو یہ خیال خام اپنے دل سے نکال دے کہ ظاہر سازی کے ذریعے ہماری شان ومنزلت کو پالے گا۔تو نے جس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کا بدنما داغ اپنے دامن سے نہیں دھو پائے گا۔تیرا نظریہ نہایت کمزور اور گھٹیا ہے۔تیری حکومت میں گنتی کے چند دن باقی ہیں۔تیرے سب ساتھی تیرا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ تیرے پاس اس دن کی حسرت و پریشانی کے سوا کچھ بھی نہیں بچے گا۔جب منادی ندا کرے گا کہ ظالم وستمگر لوگوں کے لیے خدا کی لعنت ہے۔

جب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی نظر اپنے بھائی کے خون آلود سر پر پڑی تو غمناک آواز میں فریاد کی جس سے سب لوگوں کے دل دہل گئے۔آپ نے فرمایا ''اے حسین علیہ السلام، اے محبوب خدا، اے مکہ ومنیٰ کے بیٹے! اے فاطمہ زہرا سیدة النساء العالمین سلام اللہ علیہا کے بیٹے، اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے!'' سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی آواز اتنی دردناک تھی کہ وہ تمام لوگ رونے لگے جو یزید کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے اور یزید اس طرح خاموش بیٹھا ہوا تھا جس طرح اس کو سانپ سونگھ گیا ہو۔

سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا یزید کو جواب:

اسی طرح یزید نے ام کلثوم سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ام کلثوم خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ جواباً ام کلثوم سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن طلقاء (آزاد کردہ غلاموں کے بیٹے) تیرے حرم پس پردہ بیٹھے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم بغیر پردے کے ہیں، جنھیں ہر نیک وبد یہود ونصاریٰ دیکھ رہے ہیں۔ان مظالم کو بیان کر کے جو یزید نے میدانِ کربلا میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روا رکھے تھے، حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا اور

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے لوگوں کو سچائی سے آگاہ کیا، آپ کے خطبات کے سبب ایک انقلاب برپا ہو گیا جو بنی امیہ کی حکومت کے خاتمہ کی ابتدا تھی۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے خطبے کی کاٹ تھی کہ اراکین سلطنت وسفراء وامراء میں بے چینی پھیل گئی، یزید کا تخت خطرے میں پڑ گیا، دربار یزید سے آوازیں اٹھنے لگیں۔

یزید کی بیوی ہند دربار میں چلی آئی:

یزید کی بیوی ہند بنت عبداللہ بن عامر بن کریز، جسے یزید بہت چاہتا تھا، چادر اوڑھ کر دربار میں چلی آئی اور سر حسین ابن علی علیہما السلام دیکھ کر چیخ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یزید نے جواب دیا کہ حسین ابن علی علیہما السلام کا سر ہے۔ ہند نے روتے ہوئے کہا: اے یزید تجھے خدا رلائے، میں علی و فاطمہ کے فرزند کا سر تیرے سامنے دیکھ رہی ہوں۔ تم نے جو کچھ کیا اس سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت کا مستحق ہوا۔ واللہ! اب نہ میں تیری زوجہ اور نہ تو میرا شوہر ہے۔ یزید نے کہا تجھے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کیا کام؟ ہند نے جواب دیا کہ: علی علیہ السلام اور ان کے فرزند کی بدولت اللہ نے ہماری ہدایت کی اور ہمیں یہ کپڑا پہنایا۔ اے یزید تو کس منہ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرے گا؟ یہ کہہ کر وہ روتے ہوئے دربار سے نکل گئی۔

یہودیوں کا عالم راس الجالوت یزید کو ملامت کرتے ہوئے:

یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم اور یزید کا طبیب راس الجالوت بھی دربار میں داخل ہوا تو یزید کو خوش اور شراب پیتا دیکھ کر اس سے دریافت کیا کہ طشت میں رکھا یہ سر کس کا ہے؟ یزید نے جواب دیا کہ حسین بن فاطمہ بنت محمد علیہم السلام کا سر ہے۔ راس الجالوت نے پوچھا کہ اسے کیوں قتل کیا۔ یزید نے جواب دیا کہ اہل عراق نے اسے بلایا کہ اپنا خلیفہ بنائیں اور میرے عامل عبید اللہ بن زیاد نے اسے قتل کیا۔ راس الجالوت نے کہا کہ اس سے زیادہ مستحق خلافت کون تھا، اس لیے کہ وہ تمہارے نبی کی بیٹی کا فرزند تھا۔ جان لے اے یزید کہ مجھ میں اور داؤد علیہ السلام میں ساٹھ پشتوں کا فاصلہ ہے، لیکن یہود اب تک میری عزت کرتے ہیں اور میرے قدم کی خاک کو تبرکاً اٹھاتے ہیں۔ اور تمہارا حال یہ ہے کہ کل تمہارا نبی تمہارے سامنے تھا اور آج تم نے اس کی اولاد کو قتل کر ڈالا، تمہارا دین کیا ہے؟ یزید نے کہا کہ اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہ کہا ہوتا کہ جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا تو میں روز قیامت اس کا دشمن ہوں گا، تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ راس الجالوت نے کہا کہ اے یزید، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک معاہد کے لیے تیرے دشمن ہوں گے تو کیا اپنی اولاد کے قتل پر تیرے دشمن نہ ہوں گے۔ اس کے بعد راس الجالوت سر حسین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: یا ابا عبداللہ، آپ اپنے جد بزرگوار کے سامنے میرے کلمہ شہادتین کے گواہ رہیے گا۔ یہ سن کر یزید نے کہا کہ اب تو اپنے دین سے نکل گیا اور دین اسلام میں داخل ہوا، اب میں تیرے خون سے بری ہوں اور اس کی گردن اتروا دی۔ اسی طرح کی دیگر آوازیں بھی دربار یزید سے اٹھنے لگیں۔ لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے اور دربار یزید میں لوگوں کا ردعمل دکھائی دینے لگا۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے خطبے کی منظوم عکاسی:

دربار یزید میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے خطبے کی عکاسی درج ذیل مسدس کے اشعار میں کی گئی ہے۔

سن کر یہ آئی غیظ میں زینب جگر فگار
بولی سنبھال اپنی زباں اے فریب کار
کس بات پر غرور تو کرتا ہے نابکار؟
نسلوں پہ تیری پڑ کے رہے گی خدا کی مار
تیر و تبر سے، تیغ سے، لشکر کے شور سے
کب ہم نے خوف کھایا ہے طاقت کے زور سے؟

تو کیا ہے اور کیا یہ تیرا اقتدار ہے؟
بندوں کی دیکھ بھال کو پروردگار ہے
اب چند روز ہی کا تیرا اختیار ہے
اور پھر تیرے نصیب میں دوزخ کی نار ہے
پرواہ نہ تجھ کو دیں کی نہ قرآں سے واسطہ
اب بے نقاب کرنا تجھے فرض ہے میرا

اب کیا تیری مجال کرے اس طرح کلام؟
ہم وہ ہیں جن کو حق نے دیا ہے بڑا مقام
تجھ کو نہیں ہے آل نبی کا بھی احترام
تو کامیاب ہے یہ تیرا ہے خیال خام
خطرہ نہیں ببول سے غنچوں کو پھول کو
تو کون جو بدل دے خدا کے اصول کو؟

ناپاک تو ہے، تیرے ارادے کہاں ہیں پاک
ہم سب نجوم عرش ہیں، تو ہے غلیظ خاک
ہو جائے گا نظام ستم تیرا جلد پاک
میں دیکھتی ہوں قسمت اسلام تابناک

فکر بنو امیہ کا حامل یزید ہے
تو بھی پلید، تیرا نسب بھی پلید ہے
تیرا خیال ہے کہ ہوا ہے تو کامیاب
ذرات سے چھپا ہے کہیں روئے آفتاب
ہے تیرے انتظار میں اللہ کا عذاب
ہے دُور روز حشر تو دے گا یہیں حساب
اب فکر کر کہ دن تیرے تھوڑے ہیں اے لعین
تجھ کو پناہ بھی نہ ملے گی سرِ زمیں

(ڈاکٹر ابوالحسن نقوی)

یزید کا امام زین العابدین علیہ السلام سے مکالمہ:

دربار یزید میں سیدہ زینب وام کلثوم و دیگر مخدرات اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ مکالمے کے بعد یزید امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ علی ابن الحسین علیھما السلام ہیں۔ یزید نے پوچھا کہ لوگ تو کہہ رہے ہیں کہ علی ابن الحسین علیھما السلام تو مارے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں وہ بڑے تھے اور یہ ان سے چھوٹے ہیں۔ اب یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ تیرے باپ نے ارادہ کیا تھا کہ وہ خلیفہ ہو جائے۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے اس پر قدرت دی اور تمہیں ہمارا اسیر کیا۔ اور تمام بعید وقریب آزاد و غلام تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کوئی مددگار اور کفیل نہیں ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے جواب دیا کہ کون ہے جو میرے باپ سے زیادہ خلافت کا مستحق ہو؟ وہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر کے فرزند تھے۔ اے یزید کیا تم نے خدا کا کلام نہیں سنا کہ: **مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (22) لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰىكُمْ ط وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ** (۵۷: ۲۲۔۲۳) دنیا میں اور تمہارے نفس کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر یہ کہ قبل از ظہور وہ کتاب میں مسطور ہے اور یہ خدا پر آسان ہے تا کہ تم گزشتہ پر غمگین اور عطیات سے خوش نہ ہو اور خدا ڈینگیں مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

یہ سن کر یزید کو غصہ آیا اور قتل کا حکم دیا۔ اس وقت ام کلثوم سلام اللہ علیھا بنت علی علیہ السلام نے اشعار پڑھے جن کے ایک شعر کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ میں آپ کو پکارتی ہوں اے نانا! اے خیر مرسل! آپ کا حبیب قتل اور نسل ضائع ہوگئی۔ اس وقت مخدرات اہل بیت امام زین العابدین علیہ السلام کے گرد آ گئیں اور ام کلثوم سلام اللہ علیھا نے فرمایا: اے یزید تو نے اہل بیت کا خون گرایا اور بجز اس بچہ کے کوئی نہیں رہا ہے جو عورتوں کا محرم ہو۔ اس وقت عورتیں اور بچے ٹڈیوں کی طرح جمع تھے اور دیکھ رہے تھے۔ یزید

کے دل پر خوف اور رعب طاری ہوا کہ لوگوں کا اہل بیت کی طرف میلان نہ ہو اور فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس لیے قتل سے باز رہا۔

جامع مسجد اموی دمشق، امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ:

جامع مسجد اموی دمشق میں یزید کا ایک خطیب تھا جو خوش گفتار اور فصیح اللسان تھا مگر خدا کی معرفت سے عاری تھا۔ یزید نے اس خطیب کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کر کے منبر پر چڑھ کے علی علیہ السلام اور اس کی اولاد کو گالیاں دے۔ خطیب نے حکم کی تعمیل میں مولا علی علیہ السلام اور ان کی اولاد علیھم السلام کو جی بھر کر گالیاں دیں اور یزید کی تعریف میں ہر طرح کے قلابے ملائے۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ دیکھا تو اسے مخاطب کر کے بلند آواز سے کہا: او نامعقول خطیب، تو نے اپنے رب کو ناراض کیا اور بندے کو خوش کیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید سے خطاب کی اجازت چاہی۔ یزید نے منظور نہ کیا مگر حاضرین نے کہا کہ اسے اجازت دی جائے تاکہ یہ جو بھی بات کرنا چاہے کرے۔ یزید نے کہا کہ میں اس لڑکے کو جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ یہ اہل بیت، بڑے چھوٹے، سب کے سب حکمت عملی میں کمال رکھتے ہیں۔ یہ ابوتراب کی نسل ہے۔ سانپ کا بچہ سنپولیا ہوتا ہے۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ تجھے خدا کی قسم ہے، اس لڑکے کو بھی کچھ بیان کرنے دو۔ یزید نے مجبوراً اجازت دی اور امام زین العابدین علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے خدا کی حمد بیان کی پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ بعد ازاں فرمایا: لوگو! دنیا اور دنیا کی چیزوں سے ڈرو، یہ زوال کا گھر ہے۔ اس نے گزشتہ قوموں کو ہلاک کیا، حالانکہ وہ مال اور عمروں میں تم سے بڑھ کر تھے۔ مٹی نے ان کے گوشت کو کھا لیا، ان کے نشانات مٹ گئے۔ کیا تمہیں ان کے بعد ہمیشہ زندہ رہنے کی آرزو ہے؟ یہ بات محال ہے، محال ہے۔ تم کو بھی اسی راستہ پر ان سے جا ملنا ہوگا۔ اپنی گزشتہ عمر پر افسوس کر کے آئندہ کے لیے تلافی کی کوشش کرو اور بقیہ عمر میں نیکی کما لو۔ عنقریب تم کو محلوں سے نکال کر قبروں میں داخل کیا جائے گا۔ تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ واللہ! بہت سے گنہگار حسرت سے اپنی انگلیاں کاٹیں گے۔ اور بہت سے آن بان والے مصائب میں مبتلا ہوں گے۔ مگر اس وقت افسوس و ندامت کچھ کام نہ آئے گی۔ ہر شخص کا عمل اس کے آگے آئے گا۔

لوگو! جو شخص مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ میں علی بن الحسین بن علی علیھم السلام ہوں۔ میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کا بیٹا ہوں۔ میں خدیجہ کبریٰ سلام اللہ علیھا کا بیٹا ہوں۔ میں مکہ و منیٰ کا بیٹا ہوں۔ میں مروہ و صفا کا بیٹا ہوں۔ میں اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں جس نے فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں جس کو خدا کا قرب حاصل ہے۔ جو شفاعت کبریٰ کرے گا، جو حوض کوثر کا مالک ہے، جو دلائل و معجزات والا ہے، جو صاحب قرآن ہے، جو صاحب فضائل ہے، جو مقام محمود والا ہے، جو صاحب جود و کرم ہے، جو تاج پیغمبری پہننے والا ہے، جو براق کا سوار ہے، جو بنی اسماعیل میں انتخاب ہے، جو صاحب تاویل ہے۔ میں اس امام کا بیٹا ہوں جس کو ظلم سے شہید کیا گیا ہے، جس کا سر گردن کی

طرف سے کاٹا گیا ہے، جو پیاسا شہید کیا گیا، جو کربلا میں شہید کیا گیا، جس کا عمامہ اور چادر دشمنوں نے چھین لیے، جس کے غم میں آسمان کے فرشتے رو دیے۔ لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک اچھی مصیبت میں مبتلا کیا ہے۔ ہم میں ہدایت کا جھنڈا نصب کیا اور ہمارے مخالفوں میں ہلاکت کا جھنڈا گاڑا۔ اور ہم کو دنیا بھر کے لوگوں میں فضیلت بخشی۔ ہم کو وہ باتیں عطا کیں جو دنیا میں کسی کو میسر نہیں ہوئیں۔ ہم میں پانچ خوبیاں ایسی جمع کیں جو مخلوق میں کسی شخص میں جمع نہیں ہوئیں۔ یعنی علم، شجاعت، سخاوت، خدا کی محبت، رسول کی محبت۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی تقریر نے حاضرین پر بجلی گرا دی۔ ہر طرف آہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ یزید نے چاہا کہ علی بن حسین علیہما السلام کی بات کاٹے، اس نے مؤذن کو حکم دیا کہ اذان کہو۔ مؤذن نے اذان شروع کی اور جب وہ اشہد ان محمدا رسول اللہ پر پہنچا تو امام زین العابدین علیہ السلام رو دیے اور مؤذن سے پکار کر کہا: خدا کے لیے ذرا ٹھہرو۔ مؤذن خاموش ہو گیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا: بتاؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نانا ہیں یا تیرے؟ یزید نے کہا، وہ تیرے نانا ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر کیوں تو نے ان کی اولاد کو قتل کیا اور کیوں ان کے حرم کو قید کیا؟ اس بات سے لوگوں پر رقت طاری ہو گئی اور سب رونے لگے اور کہنے لگے کہ یہ واقعہ اسلام کی بھاری مصیبت ہے۔ صاحب روضۃ الشہداء نے لکھا ہے کہ جس وقت سید الساجدین علیہ السلام ''انا ابن'' فرماتے تھے تمام دمشق چیخ اٹھتا تھا اور ایک ماتم کدہ معلوم ہوتا تھا۔ اس پر یزید محل میں چلا گیا اور کہا کہ ہمیں نماز کی ضرورت نہیں۔

نعمان بن بشیر، نیک دل انسان:

نعمان بن بشیر یزید کے طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ جب مسلم بن عقیل علیہما السلام کوفہ میں سفیر امام حسین علیہ السلام کے طور پر داخل ہوئے اور اہل کوفہ جوق در جوق ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے تو نعمان بن بشیر نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نرمی سے پیش آتے رہے۔ نعمان بن بشیر دل میں اہل بیت کا احترام رکھتے تھے۔ یزید کے بہی خواہوں نے یہ احوال یزید کو لکھ دیا اور یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر کے ان کی جگہ سفاک و درندہ صفت زیاد کے بیٹے عبید اللہ کو بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کی گورنری کا منصب بھی دے دیا۔ دمشق سے مدینہ واپسی کے اسیران کربلا کے سفر میں نعمان بن بشیر قافلے کے ساتھ تعینات ہوئے۔ نعمان بن بشیر نے اہل بیت کے قافلے کا بہت خیال رکھا اور نہایت ادب اور اخلاص و محبت سے پیش آئے۔

اسیران کربلا، دمشق سے کربلا واپسی:

اسیران کربلا کا یہ قافلہ دمشق سے مدینہ واپسی پر براستہ کربلا آیا اور ۲۰ صفر کو کربلا پہنچا۔ کربلا سے ۱۱ محرم کو چلنے والا یہ قافلہ آج جب واپس کربلا پہنچا تو گویا درد و کرب کا سیلاب اُمڈ آیا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں وہ اپنے عزیزوں کو بے گور و کفن چھوڑ کر جانے

پر مجبور ہوئے تھے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ان کے عزیزوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے شہید کیا گیا تھا۔ یہیں ان پر پانی بند کیا گیا تھا۔ یہیں ان کے خیام جلائے گئے اور شام غریباں کی وہ رات بسر کی تھی۔ یہیں امام حسین علیہ السلام کے لاشے کو گھوڑوں سے پامال کیا گیا تھا۔ آج وہ سارا درد و کرب اسی شدت سے عود کر آیا تھا۔ گریہ و کہرام برپا تھا کہ اسی حال میں صحابی رسول جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ کچھ بنی ہاشم کے مرد بھی آئے ہوئے تھے۔ گریہ و درد تھا، آہ و فغاں تھی، نالہ و بکا اور اہل بیت کا خستہ حال قافلہ۔ وامصیبتا!

لٹے پٹے قافلے کی مدینہ واپسی:

واپسی پر جب یہ لٹا پٹا قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے نعمان بن بشیر سے فرمایا: خدا تیرے باپ پر رحمت کرے، وہ شاعر تھا تو بھی کچھ شعر کہتا ہے۔ مدینہ میں جا اور حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام پر شعر کہہ۔ نعمان بن بشیر نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی کے قریب یہ آہ و فغاں و فریاد اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یوں ہے: اے اہل مدینہ اب یہ شہر تمہارے رہنے کے قابل نہ رہا۔ حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور میری آنکھوں سے لہو کے آنسو بہتے ہیں۔ کربلا میں ان کا جسم خون میں لتھڑا پڑا ہے اور ان کا سر نیزہ پر پھرایا جا رہا ہے۔

اہل مدینہ کا گریہ و کہرام:

نعمان بن بشیر نے پکار پکار کر کہا کہ اے اہل مدینہ علی ابن الحسین علیہما السلام اپنی پھوپھیوں، بہنوں اور عورتوں کو ساتھ لے کر یہاں آئے ہیں اور مدینہ کے قریب اترے ہیں مجھے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تم سب کو ان حضرت کے مقام سے آگاہ کروں۔ مدینہ میں کہرام برپا ہوا۔ اہل مدینہ، مرد و زن، محمد بن حنفیہ (جو بہت زیادہ علیل تھے)، ام المومنین ام سلمہ اور مسلم بن عقیل کی بہن ام لقمان اور دیگر عورات بنی ہاشم علیہم السلام کے ساتھ باہر نکلے۔ یہ خبر سن کر کوئی عورت پردہ والی مدینہ میں نہ تھی کہ سر کھولے، بال بکھرے، روتی، پیٹتی، چلاتی، فریاد و فغاں اور گریہ و زاری کرتی ہوئی باہر نہ نکل آئی ہو۔ نعمان بن بشیر نے کہا کہ میں نے اس دن سے زیادہ رونے والے نہیں دیکھے اور رسول اللہ کی وفات کے بعد مسلمانوں پر ایسا دن نہیں گزرا۔ اہل بیت علیہم السلام نے نعمان بن بشیر کو خدمت کے عوض کپڑے اور مال دینا چاہا مگر انھوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ جو کچھ خدمت میں نے کی ہے وہ کسی مال کی امید میں نہیں کی بلکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے کی ہے۔

ام لقمان بنت عقیل ابن ابی طالب علیہم السلام نے روتے ہوئے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یوں ہے: لوگو کیا جواب دو گے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے پوچھیں گے۔ تم نے آخری امت ہو کر میری عترت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا۔ ان میں سے کچھ قیدی بنائے اور خاک و خون میں تڑپائے۔ کیا میرے وعظ و نصیحت کی یہ جزا تھی کہ میری

قرابت کے ساتھ برائی کرو۔اہل مدینہ سے ایک عورت نے امام حسین علیہ السلام کے غم میں نوحہ کیا جس کا ترجمہ یوں ہے: ایک مخبر نے مجھے میرے سردار کی خبر سنا کر دردمند کیا اور اطلاع نے مجھے بیمار کر دیا۔اے میری آنکھ رونے میں دریغ نہ کر اور پے در پے آنسو بہا۔ ایسے شخص پر جس کی مصیبت عرش پر پہنچی اور اسے ہلا دیا، اب دین بزرگ بے ناک ہو گیا۔ ایسے شخص پر جو نبی اللہ اور ان کے وصی کا فرزند تھا اگر چہ ہم اس سے بہت دور ہیں۔ام البنین سلام اللہ علیھا اپنے فرزندوں کا نام نہیں لیتی تھیں بلکہ حسین علیہ السلام کا نام لے کر روتی تھیں۔ام البنین یعنی بیٹوں کی ماں، بیٹے عباس علمدار علیہ السلام اپنے دیگر بھائیوں کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ام البنین کے درد بھرے نوحے کتب میں موجود ہیں جس پر مروان بن الحکم جیسے شقی بھی رو دیے کہ اب مجھے کوئی ام البنین کہہ کر نہ پکارے کہ کہاں ہیں میرے بیٹے جن کی میں ماں کہلاؤں۔یہی حال ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنھا کا تھا۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنھا سیدہ زینب سلام اللہ علیھا اور دیگر مخدرات اہل بیت کے ساتھ مل کر اتنا روئیں کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔

نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کے ہجوم میں راہ پانا دشوار تھا اور میں اپنے گھوڑے سے اترا اور صفوں کو چیرتا ہوا بمشکل در خیمہ پر پہنچا۔علی ابن الحسین علیھما السلام خیمہ میں تھے اور باہر تشریف لائے۔دست مبارک میں ایک رومال تھا جس سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ایک خادم نے کرسی لا کر رکھی، حضرت اس پر تشریف فرما ہوئے۔جوش رقت سے آپ رونے کو ضبط نہ کر سکتے تھے۔تمام لوگوں کے رونے چلانے کی آواز ہر طرف سے بلند تھی۔ایک کہرام برپا تھا اور لوگ حضرت کو پرسا دے رہے تھے۔

علی بن حسین علیھما السلام کا اہل مدینہ سے خطاب:

امام زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرا کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! خدا کے لیے حمد ہے جس نے بڑی مصیبتوں سے ہمارا امتحان لیا۔ہماری مصیبت اسلام کے لیے ایک بڑا رخنہ ہے اور خلق خدا کے لیے ایک بڑی مصیبت ہے۔میرے پدر بزرگوار، ان کی عترت اور ان کے انصار شہید ہوئے۔ان کے اہل وعیال قید کیے گئے۔ان کا سر نیزہ پر رکھ کر شہروں میں پھرایا گیا۔یہ ایک مصیبت ہے جو تمام مصیبتوں سے بڑھ گئی۔

اے لوگو! تم میں سے کون ہے کہ حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد خوش ہو۔اور کون ایسا دل ہے جو ان کی شہادت پر غمگین نہ ہو۔اور کون ایسی آنکھ ہے جو آنسوؤں کو حبس کر لے اور بخل کرے۔ان کے قتل پر ساتوں آسمان روئے۔سمندر اپنی موجوں سے، سماوات اپنے ارکان سے، زمین اپنے اطراف سے، درخت اپنی شاخوں سے، مچھلیاں دریاؤں کے طلاطم میں۔ملائکہ مقربین اور اہل سماوات اپنے طریقہ سے۔کون سے کان ہیں جنھوں نے اسلام کی اس مصیبت کو سنا ہو اور بہرا نہ ہو گیا ہو۔اے لوگو! ہماری صبح اس طور سے ہوئی کہ ہم آوارہ و ذلیل، پریشان و رسوا کر کے شہروں میں پھرائے گے۔حالانکہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔نہ کسی مکروہ فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔نہ ہم نے اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا تھا اور نہ ہم نے کوئی بری بات کی تھی۔خدا جانتا ہے کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے قتل کے لیے حکم دیتے تو لوگ اس سے زیادہ نہ کر سکتے جو کچھ کیا گیا۔

ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا مدینہ کو مخاطب کر کے اشعار کہنا:

ام کلثوم سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام نے مدینہ کو مخاطب کر کے درد بھرے اشعار کہے جن کا ترجمہ یوں ہے: اے نانا کے مدینہ، ہمیں چشم نمائی نہ کر، ہم بڑی حسرتوں اور اندوہ کے ساتھ آ رہے ہیں۔ ہم مع خاندان کے تجھ سے باہر گئے تھے، اب اس حال سے آ رہے ہیں کہ نہ ہمارے مرد باقی ہیں نہ اولاد۔ جاتے وقت ہم لوگ سواریوں پر تھے، اب بدحالی سے واپس آئے ہیں۔ اس وقت ہمارے مولا حسین علیہ السلام ہمارے ساتھ تھے، اب واپسی میں نہ حسین علیہ السلام ہیں نہ کوئی مددگار۔ کوئی عزت کی زندگی ہمارے لیے دوامی نہیں ہے، زینت خلق بحالت حزن مدفون ہے۔ ہم یٰسین وطہٰ کی بیٹیاں ہیں جو اپنے بزرگوں پر رو رہے ہیں۔ ہم لوگ بلاؤں پر صبر کرنے والے ہیں۔ ہم گریاں کناں ہیں اور کوئی معین نہیں ہے۔ انھوں نے ہماری ہتک حرمت کی اور ہمیں کھلے چہروں سے اونٹوں پر بیٹھنا پڑا۔ انھوں نے زینب اور فاطمہ سلام اللہ علیھن کو پردے سے نکالا اور کوئی مددگار نہ تھا۔ سکینہ علیہا السلام سوزشِ غم کی شکایت کر رہی ہے کہ اے بھائی ہم پر ظلم کیا گیا۔ انھوں نے ہم سب کو شہروں میں تشہیر کیا اور ہم تمام خلق میں ذلیل کیے گئے۔ یہ میرا مفصل حال ہے اے مسلمانو! ہم پر روؤ۔

امام سجاد روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر:

امام زین العابدین علیہ السلام نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچ کر کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ کچھ ایسے ہے: ہم اپنے نانا سے دشمنوں کی شکایت کرتے ہیں جنھوں نے ہمیں تباہ کر کے اپنی تمام آرزوئیں پوری کر لیں۔ یزید نے میرے قتل کا بھی ارادہ کیا تاکہ ہماری نسل کو منقطع کر دے تو میری پھوپھی نے بے صبری سے چیخ ماری۔ اور ان کے ساتھ تمام حاضرین بھی چلائے، آخر یزید نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ آزاد ہے۔ ظالم یوں ہو گیا کہ آج ہر حرام کو حلال جانتا ہے اور اہل بیت کا خون بہانا مباح جانتا ہے۔ اب آل محمد کا قتل کرنا مباح سمجھتا ہے اور اہل بیت کی ہر چادر کو خون آلود کرتا ہے۔

شیخ جی ذکر کربلا سے جی چراتے ہوئے:

کربلا کے ان درد بھرے واقعات، شہادتوں اور امت کی جفا اور شقاوت کے باوجود شیخ جی اور حضرت ناصح نواصب کے ہم نوا ہو کر پوری شد و مد کے ساتھ تلقین کرتے نظر آتے ہیں کہ چھوڑو جی کربلا کی کہانی کو، ایک قصہ پارینہ ہے گزر گیا، اب کوئی اور بات کرتے ہیں۔ یوں تو شیخ جی ہر موضوع پر بات کرتے دکھائی دیتے ہیں مگر کربلا کے ذکر سے جی چرا لیتے ہیں یا آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ یہ تقویٰ ہے، نادانی ہے یا خباثت و منافقت۔ بہر حال کچھ تو ہے شیخ جی۔ انھی کے لیے پیر نصیر الدین نصیر نے کیا خوب کہا تھا:

خواہ میری یہ فراست ہے کہ نادانی ہے
حُبِّ اولادِ نبی شرطِ مُسلمانی ہے

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شام جلاوطنی:

سیدہ زینب علیہا السلام اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کبھی نہیں مسکرائیں۔ واقعات کربلا کو مؤثر انداز میں بیان کرنا، دربار یزید وابن زیاد میں اشقیاء کے دانت کھٹے کرنا اوران کی لاف زنی کا برملا جواب دینا، کوفہ و دمشق اور راستے میں خطبات دینا اور مقاصد حسینی کو لوگوں پر آشکار کرنا سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ آج اگر کربلا کا ذکر قائم ہے تو اس میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا بھرپور کردار شامل ہے۔ یزیدیت کے کھوکھلے قلعوں کو خطیب منبر سلونی کی بیٹی اور خطیبہ کوفہ و شام، سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے پاش پاش کر دیا۔ شہادت کربلا کے بعد جب تک آپ مدینہ میں رہیں، کربلا کی حقیقت سے اہل مدینہ کو آگاہ کرتی رہیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کربلا اور کربلا کے مظالم بیان کریں تو وہ اثر سے خالی کہاں رہ سکتے ہیں؟ اہل مدینہ میں شہدائے کربلا اور اسیران کربلا کے دردانگیز ذکر سے یزید کے خلاف نفرت اور اہل بیت کی حمایت کا جذبہ مستحکم ہوا، یہاں تک کہ آپ کو گورنر مدینہ کی طرف سے شام جلاوطنی پر مجبور کیا گیا۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کربلا کے واقعہ کے ڈیڑھ سال بعد ۱۵ رجب ۶۲ ہجری کو شام میں انتقال کر گئیں۔ آپ کا روضہ اقدس شام کے دارالحکومت دمشق میں ہے جہاں ہر روز لاکھوں زائرین سلام کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ سیدہ زینب! آپ کے حوصلے وعزم واستقامت کو سلام۔

سید فدا حسین شاہ بن سید حضرت شاہ بن سید مسکین شاہ
بن سید امان علی شاہ (المعروف سید احمد شاہ)
بن سید میر (المعروف سید عبادت علی شاہ)
بن سید تراب شاہ بن سید شاہ شرف بن سید عیسیٰ
بن میر سید بن سید عبدالواحد بن سید عبدالقادر
بن سید عبدالوہاب بن سید مصطفیٰ بن
سید علی غواص ترمذی (المعروف پیر بابا آف بونیر سوات)
بن سید قنبر علی

مصادر و مآخذ:

۱) تفسیر دُرمنثور، علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

۲) تفسیر مظہری، قاضی محمد ثناءاللہ عثمانی مجددی پانی پتی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

۳) تفسیر ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

۴) تفسیر ابنِ کثیر، حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی، مکتبہ اسلامیہ لاہور

۵) تفسیر عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانی، دارالاشاعت کراچی

۶) تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۷) صحیح بخاری شریف، محمد بن اسماعیل بخاری، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

۸) صحیح مسلم شریف، مسلم بن الحجاج مسلم القشیری النیشاپوری، پروگریسو بکس، فیصل مسجد اسلام آباد

۹) سنن نسائی شریف، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، مکتبۃ العلم لاہور

۱۰) جامع ترمذی شریف، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مکتبۃ العلم لاہور

۱۱) سنن ابوداؤد شریف، ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، اسلامی کتب خانہ لاہور

۱۲) سنن ابنِ ماجہ شریف، ابن ماجہ القزوینی، اسلامی کتب خانہ لاہور

۱۳) تاریخ طبری (تاریخ الامم والملوک)، ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، نفیس اکیڈمی کراچی

۱۴) تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ)، ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر الدمشقی، نفیس اکیڈمی کراچی

۱۵) تاریخ المسعودی (مروج الذہب ومعادن الجواہر)، ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی، نفیس اکیڈمی کراچی

۱۶) تاریخ ابنِ خلدون، عبدالرحمٰن ابنِ خلدون، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور

۱۷) تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی، مشتاق بک کارنر لاہور

۱۸) تاریخ اسلام، سید امیر علی، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور

۱۹) بہتر تارے، سید نجم الحسن کراروی، امامیہ کتب خانہ لاہور

۲۰) ائمہ اہلِ بیتؓ، پروفیسر خالد پرویز، بیکن بکس لاہور

۲۱) شہادتِ حسنین ترجمہ سرّ الشہادتین، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مترجم ریاض احمد صدانی، ادارہ محی الدین برطانیہ

۲۲) خانوادۂ نبوی وعہدِ بنی امیہ حقائق واوہام، ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی، العربی ادارہ تصنیف ونشر کراچی

۲۳) تحفہ اثناء عشریہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، دارالاشاعت کراچی

۲۴) سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی، ادارہ اسلامیات لاہور

۲۵) مدارج النبوت، شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

۲۶) الخصائص الکبریٰ، علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی، شبیر برادرز لاہور

۲۷) ضیاء النبیؐ، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

۲۸) رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مکتبہ اسلامیہ لاہور

۲۹) سیرۃ النبیؐ ابن ہشام، محمد عبدالملک ابن ہشام، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور
۳۰) شرح دیوانِ حضرت علیؓ، ابواحمد غلام حسن اویسی قادری، مدرسہ فیض اویسیہ، پاکپتن
۳۱) شرح نہج البلاغہ، مفتی محمد وسیم اکرم القادری ومحمد الیاس عادل، مشتاق بک کارنر لاہور
۳۲) سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، سید عظمت حسین شاہ گیلانی، زاویہ پبلشرز لاہور
۳۳) امیر المومنین سیدنا علیؓ شخصیت وکردار، حکیم محمود احمد ظفر، تخلیقات لاہور
۳۴) دیوان حضرت علیؓ، مولوی سعید احمد اعظم گڑھی، نگارشات پبلشرز لاہور
۳۵) حماسۂ حسینی، سید شہید مرتضیٰ مطہری، ادارہ نشر معارف اسلامی لاہور
۳۶) الفاروق، علامہ شبلی نعمانی، مکتبہ اسلامیہ لاہور
۳۷) تحقیقات وتاثرات، ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی، الفیصل ناشران لاہور
۳۸) ام المصائب سیدہ زینبؓ، محمد الیاس عادل، مشتاق بک کارنر لاہور
۳۹) شہزادیٔ انقلاب سیدہ شہر بانو سلام اللہ علیہا اور ایران، راجہ راشد زمان (کیانی)، پورب اکادمی اسلام آباد
۴۰) سیرت ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، عرفان رضوی، القلم پبلی کیشنز لاہور
۴۱) سیرت فاطمۃ الزہراؓ، حافظ ناصر محمود، بک کارنر شوروم جہلم
۴۲) امام حسینؓ اور واقعہ کربلا، حافظ ظفر اللہ شفیق، ادارہ صراطِ مستقیم لاہور
۴۳) البتول، علامہ صائم چشتی، چشتی کتب خانہ فیصل آباد
۴۴) شرح اربعین امام حسینؓ، عبداللہ دانش، العاصم اسلامک بکس لاہور
۴۵) ایمان ابی طالب، علامہ صائم چشتی، چشتی کتب خانہ فیصل آباد
۴۶) حضرت عبدالمطلب ابن حضرت ہاشم، سید جاوید حسن رضوی، اظہار سنز لاہور
۴۷) والدین رسالتمآبؐ، کوکب نورانی اوکاڑوی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۴۸) شام کربلا، محمد شفیع اوکاڑوی صاحب، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
۴۹) ایمان والدین مصطفیٰؐ ونجات ابوطالب، قاضی محمد برخوردار ملتانی، زاویہ پبلشرز لاہور
۵۰) ذکرِ حسینؓ، سید افضل حیدر، دوست پبلیکیشنز اسلام آباد
۵۱) ناصر رسولؐ، سید یعقوب حیدری، مکتبہ حیدری جہلم
۵۲) آلِ ابوطالبؑ، سید یعقوب حیدری کاظمی، مکتبہ حیدری جہلم
۵۳) شہیدِ اعظمؓ، سید ریاض علی ریاض بنارسی، اکسیر اعظم گنج بنارس
۵۴) عظمت اہل بیت، ابواحمد محمد مقصود مدنی، چشتی کتب خانہ فیصل آباد
۵۵) مناقب الزہرا، قاری ظہور احمد فیضی، مکتبہ باب العلم لاہور
۵۶) سیدنا حسین بن علیؓ، حکیم محمود احمد ظفر، تخلیقات لاہور
۵۷) سیدنا حسن بن علیؓ، حکیم محمود احمد ظفر، تخلیقات لاہور

۵۸) الاربعین مرج البحرین فی مناقب الحسنین، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور
۵۹) امام اعظم ابوحنیفہؒ شہید اہل بیت، مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثری، سید احمد شہید اکیڈمی لاہور
۶۰) حادثہ کربلا کا پسِ منظر اور محمد عبدالرشید نعمانی، ڈاکٹر محمد محسن عثمانی ندوی، مکتبۃ الحسن لاہور
۶۱) سیدنا ابوطالبؓ، محمد منشا تابش قصوری، خانقاہِ عالیہ قادریہ سروریہ چھالے شریف گجرات
۶۲) قاسم ولایت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، مفتی غلام رسول نقشبندی جماعتی، زاویہ پبلشرز لاہور
۶۳) امام حسنؓ اور خلافت راشدہ، مفتی غلام رسول نقشبندی جماعتی، زاویہ پبلشرز لاہور
۶۴) تذکرۂ امام حسینؓ، مفتی غلام رسول نقشبندی جماعتی، زاویہ پبلشرز لاہور
۶۵) آئینۂ امامت سیرت وکردار سیدنا علی بن حسین الملقب امام زین العابدینؓ، میاں نعیم انور چشتی نظامی، زاویہ انٹرنیشنل لاہور
۶۶) تذکرہ امام محمد باقرؒ، مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی، قادریہ جیلانیہ پبلی کیشنز راولپنڈی
۶۷) الصبح الصادق فی فضائل امام جعفر صادقؒ، مفتی غلام رسول نقشبندی جماعتی، زاویہ پبلشرز لاہور
۶۸) تذکرۃ الکاظم لراحۃ ابی قاسم المعروف امام موسیٰ کاظمؓ، مفتی اعجاز احمد، زاویہ پبلشرز لاہور
۶۹) تذکرۃ الرضا لراحۃ المصطفیٰ شہنشاہ ولایت سیدنا امام علی رضاؓ، مفتی ابومحمد اعجاز احمد، زاویہ پبلشرز لاہور
۷۰) شہیدِ کربلا اور یزید، قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند، ادارہ اسلامیات لاہور وکراچی
۷۱) محبّ ومحبوب مصطفیٰؐ حضرت ابوطالب، غلام حسن ہاشمی، زاویہ پبلشرز لاہور
۷۲) امام پاکؓ اور یزید پلید، محمد شفیع اوکاڑوی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
۷۳) حضورؐ کے والدین، طاہر منصور فاروقی، الحمد پبلی کیشنز لاہور
۷۴) والدین رسولؐ اور ایمان حضرت ابوطالبؓ، مولانا محمد اشرف قریشی، مکتبہ جمال لاہور
۷۵) شہادتِ حسینؓ، مولانا ابوالکلام آزاد، مکتبہ جمال لاہور
۷۶) اہل بیت کرام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنے / لکھنے کا مسئلہ، قاری ظہور احمد فیضی، مکتبہ باب العلم لاہور
۷۷) اربعین ''علیہ السلام'' لقرابۃ رسول اللہ ﷺ فی صحیح البخاری، عبداللہ دانش، العاصم اسلامک بکس لاہور
۷۸) روضۃ الشہداء، ملاحسین کاشفی، چشتی کتب خانہ فیصل آباد
۷۹) المودۃ فی القربیٰ ترجمہ ذکر العباء، سید وقار علی حیدر، کرماں والا بک شاپ لاہور
۸۰) شاہ است حسینؓ، ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی، مشتاق بک کارنر لاہور
۸۱) شرح کشف المحجوب، واحد بخش سیال چشتی، الفیصل ناشران وتاجران کتب فیصل آباد
۸۲) شرح خصائصِ علیؓ، قاری ظہور احمد فیضی، مکتبہ باب العلم لاہور
۸۳) حضرت عثمانؓ، ڈاکٹر طٰہٰ حسین، نفیس اکیڈمی کراچی
۸۴) دنیائے اسلام کا پہلا مؤذن، قاری محمد وسیم اکرم القادری، مکتبہ سراج منیر لاہور
۸۵) سیرت عائشہؓ، علامہ سید سلیمان ندوی، المصباح لاہور
۸۶) تذکرۂ حسین بن منصور حلاج، حکیم سید امین الدین احمد، سیرت فاؤنڈیشن لاہور

۸۷) مناجات امام زین العابدینؒ، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور

۸۸) ظہور النبیؐ، شیخ دین محمد، تحقیقات لاہور

۸۹) سوانح کربلا، محمد نعیم الدین مراد آبادی، مشتاق بک کارنر لاہور

۹۰) شہید ابنِ شہید، علامہ صائم چشتی، چشتی کتب خانہ لاہور

۹۱) الاحادیث الموضوعۃ فی فضائل معاویۃ، قاری ظہور احمد فیضی، مکتبہ باب العلم لاہور

۹۲) شانِ کربلا، محمد الیاس عادل، مشتاق بک کارنر لاہور

۹۳) کربلا کا مسافر، علامہ مشتاق احمد نظامی، زبیر بکس لاہور

۹۴) (اسرار ورموز) کلیاتِ اقبال، پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، مکتبہ دانیال لاہور

۹۵) حضور نبی کریمؐ کے ۶۰ نامور صحابہ کرامؓ، خالد محمد خالد، کتب خانہ شان اسلام لاہور

۹۶) ذبح عظیم، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور

۹۷) شہادت امام حسینؓ (فلسفہ وتعلیمات)، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور

۹۸) امام حسینؓ اور یزید کے وکیل، ڈاکٹر محمود احمد ساقی، ادارہ اہل سنت وجماعت لاہور

۹۹) شہادت امام حسینؓ (حقائق وواقعات)، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور

۱۰۰) فضائلِ صحابہ واہلِ بیت، مولانا محمد علی حسین البکری، شبیر برادرز لاہور

۱۰۱) فضائلِ صحابہؓ واہلِ بیتؓ، سید شاہ تراب الحق قادری، اسلامک پبلشر کراچی

۱۰۲) خلافت وملوکیت، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۱۰۳) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں، محمد عبدالرشید نعمانی، الرحیم اکیڈمی کراچی

۱۰۴) سیدنا علی وسیدنا حسینؓ، قاضی اطہر مبارکپوری، مکتبہ سید احمد شہید لاہور

۱۰۵) تاریخ دعوت وعزیمت، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۰۶) الاجابہ فی مناقب القرابہ علیہم السلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور

۱۰۷) حضرت علیؓ، ڈاکٹر طٰہٰ حسین، نفیس اکیڈمی کراچی

۱۰۸) الصواعق المحرقہ، احمد بن حجر شافعی مکی، شبیر برادرز لاہور

۱۰۹) حضرت ابوبکر صدیقؓ، محمد حسین ہیکل، علم وعرفان پبلشرز لاہور

۱۱۰) مسند فاطمۃ الزہراؓ، جلال الدین سیوطی، شبیر برادرز لاہور

۱۱۱) سیرتِ پنجتن پاک۔ شیخ محمد خیر طعمہ حلبی البختری الشامی، مشتاق بک کارنر لاہور

۱۱۲) شرح اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، قاری ظہور احمد فیضی، مکتبہ باب العلم لاہور

۱۱۳) امام حسینؓ ویزید، محمد فیض احمد اویسی، ادارہ تالیفاتِ اویسیہ بہاولپور

۱۱۴) خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ، جسٹس (ر) ملک غلام علی، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور

۱۱۵) آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پیر سید خضر حسین چشتی، شبیر برادرز، اردو بازار لاہور

یا رب بہ محمد و علی و زھرا
یا رب بہ حسین و حسن و آل عبا
کز لطف بر آر حاجتم در دو سرا
بی منت خلق یا علی الاعلا

(رباعی از شیخ ابوسعید ابوالخیر)

اے میرے رب محمدؐ، علیؑ اور زہراؑ کے صدقے
اے میرے رب حسینؑ، حسنؑ اور آل عباؑ کے صدقے
اپنی مہربانی (عنایت) سے میری دونوں جہانوں کی حاجات پوری فرما
اے مالک (علی الاعلیٰ) یہ مخلوق کے احسان کے بغیر فرما

آمین بجاہِ النبی الامین رؤف الرحیم

کوئے عشق

کربلا مودت کے افق پر ابھرتا ہوا آسماں ہے، کربلا ایک وقتی سانحہ نہیں، معرفت کا اک جہاں ہے

ہم تو درد کے سوداگر ہیں بھائی، درد کا سودا بیچتے ہیں، کچھ گاہک ہاتھ لگ جاتے ہیں جو دست بدستی خرید لیتے ہیں

صرف پختہ تحاریر ہی بچ پاتی ہیں، لہو کی تحریر، جیسے کربلا کی مٹی پر مولا حسین علیہ السلام نے لکھی، پانی پر بنے نقوش مٹ جاتے ہیں

غم یار میں روتا وہی ہے جو اپنا ہوتا ہے، صد شکر کہ ہماری نسبت کربلا سے ہے

علی و فاطمہ کی بیٹی، نبی کی نواسی، حسنین کی بہن، زینب علیا، علیہم السلام، خطبہ دربار و بازار کوفہ و شام

دین اسلام کی بنیادوں میں لہو کس کا ہے؟ وہ کون سا خاندان ہے جو دین کی بقاء کے لیے ہر دور میں قربان ہوتا رہا؟

عدل پر دنیا کا وجود قائم ہے، یوم محشر یوم عدل ہے، عدل اور ظلم ایک دوسرے کی ضد ہیں

ظلم یزید اور ابلیس کی میراث ہے، عدل حسینیت ہے

جو زہرا پاک کے در کا ادب نہ کر سکا، اس کا کوئی ادب نہیں ہے، اس کے گلے میں لعنت کا طوق ہے، تا قیامت

عشق متقاضی ہوا کرتا ہے محبت کا، ذکر کا اور تذکار یار کا

جو مجاز میں عشق کی کیفیات و جذبات و احساسات سے نا آشنا ہے وہ زندگی کی لطف آفرینی سے محروم ہے

خاکِ کوئے لیلیٰ ۔۔۔۔۔ لیلیٰ کی گلی کی خاک ۔۔۔۔ مجنوں کی آنکھ کا سرمہ

درِ زہرا کی بلائیں لینے کو کائنات کی نبضیں مچلتی ہیں

پنجتن کا گھرانہ ہے، اس میں زہرا ہیں، زہرا کے بابا ہیں، زہرا کے شوہر ہیں، زہرا کے بیٹے ہیں، علیہم السلام

گلشن زہرا کے پھول حسنین اور کلیاں زینب و ام کلثوم، درود و سلام ہو اس پاک گھرانے پر

ہائے کربلا سے مدینہ کیسے گئی زینب! ۔۔۔۔ سلام عقیلہ بنی ہاشم